

مِنْ مَنَاقِبِ النَّبِيِّينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَقِيدَةُ خَيْرِ النَّبِيِّينَ

مَدْرَسَةُ

الْمَدِينَةِ

الْمَدِينَةِ الْمَدِينَةِ الْمَدِينَةِ

كَتَبَهُ





أَنَا خَلَفَ النَّبِيِّ ﷺ لَأَنْبِيَّ بَعْدِي

عقيدة علماء مسلم في تحقيق كُتُبِ رِسَالِ كَالِشَايْخِ يَحْيَى

عَقِيدَةُ خَيْرِ الذُّبُونِ



الإِدَارَةُ لِتَحْفِظِ الْحَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية (٤) سورة الاحزاب



الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ

قصیدہ بردہ شریف

از شیخ العرب اہم امام محمد شرف الدین بصری مصری شافعی رحمہ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اسے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ غَرْبٍ وَمِنْ جَعَمٍ

محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور پیمانہ ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ
وَلَمَّا بُدِئُوا فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رُسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٍ
غَرَفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الدَّيَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ أَمِيٍّ أَتَى الرَّسُولَ الْكَرَامَ بِهَا
فَلَمَّا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ

تمام مجربات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نورانی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدْ مَتَكَ جَبِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسُلُ تَقْدِيْعُوْهُ عَلَى خَدَمِهِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (سچا اُسی میں) مقدم فرمایا خدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرَى لَنَا مَعَشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ زَكَاةً غَيْرَ مِنْهُمْ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عَلَمُ الْوُجُوحِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نُصْرَتُهُ
إِنْ تَلَقَّهِ الْأُسْدُ فِي أَحْلَامِهِا تَجِمُ

اور جسے آقائے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی لیس تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لِنَادَعَا اللَّهَ دَاعِيَنَا لِرِطَاعَتِهِ
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلائے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سَلَامٌ رَضَا

از: امام اہلسنت محدثین نے حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حفظہ
امام احمد رضا محقق محدث قادیان برکاتی ہنقی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مُصْطَفَىٰ جَانِ رَحْمَتٍ بِهِ لَاحُونَ سَلَامٌ
شِعْرُ بَزْمِ هِدَايَتٍ بِهِ لَاحُونَ سَلَامٌ

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسری کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعت شمس و شفق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۃ جنان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہارا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں نہ
مُصْطَفَىٰ جَانِ رَحْمَتٍ بِهِ لَاحُونَ سَلَامٌ

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنت،
اہل علم حضرات اور تنظیموں کا
تہہ دل سے مشکور و ممنون ہے
جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے
موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں
ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا
اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں
ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا
انتظار رہے گا۔

الإدارة لتدقيق العقائد الإسلامية

محفوظات جميع الحقوق

نام کتاب	عقیدہ ختم النبوة
ترتیب و تحقیق	مفتی محمد امین دہلوی مدظلہ العالی
جلد	ہفتم
سن اشاعت	2009 / 1430ھ
قیمت	325/-

ناشر

الإدارة لتدقيق العقائد الإسلامية

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net



عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، حامی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت



فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
①	حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	09
②	تبیحِ غلام گیلانی برگزین قادیانی	15
③	جوابِ حَقَّانی دَر دَرِ بُنگالی قادیانی	199
④	رسالہ بیانِ مقبول و درِ قادیانی مجہول	359
⑤	حضرت علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	453
⑥	مرزا کی غلطیان	457
⑦	رسالہ درِ قادیانی	471
⑧	مولانا حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ	479
⑨	قہر یزدانی بر حجابِ دجال قادیانی	485

حالات زندگی :

راولپنڈی سے پشاور جانے والی سڑک پر کامرہ موڑ سے چار میل کے فاصلے پر ضلع
الک کی حدود میں ایک قصبہ شمس آباد نام سے آباد ہے۔ قاضی غلام جیلانی بن قاضی نادر بن
قاضی جنگ بازار اسی قصبہ میں ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد قاضی نادر دین
صاحب علم اور رئیس القلم تھے۔ شمس آباد کے عوام نے ان ہی سے نوشت و خواند سیکھی تھی۔
ہندکو زبان کے صوفی بزرگ شاعر تھے اور ان کی علمی یادگار ”پندنامہ بطرزی حریف“ موجود
ہے۔

قاضی غلام جیلانی نے ابتدائی کتب اپنے علاقے کے جید علماء سے پڑھیں۔ پھر
مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہوئے اور مولانا محمد طیب، مولانا منور علی محدث رامپوری اور
مولانا سلامت اللہ رامپوری سے استفادہ کیا۔ مدرسہ عالیہ سے سند فضیلت حاصل کی اور اسی
مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔

محمد الدین حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں بھائی مولانا
قاضی غلام سبحانی اور حکیم مولانا قاضی غلام ربانی شمس آبادی بھی جید علماء میں سے تھے۔
قاضی صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج
الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۳۳ھ سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ
ابعلیل خان کے مرید و خلیفہ تھے۔

بعد ازاں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا غلام جیلانی
نے دھوراجی کاٹھیاوار کے مدرسہ فخر عالم میں مدرس کے فرائض انجام دینے شروع کئے۔ اس

مدرسہ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا قاضی عبدالسلام شمس آبادی بھی طلباء میں شامل تھے۔ کچھ عرصہ تدریس کے بعد مولانا کرامت علی جوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تبلیغ وارشاد سے وابستہ ہو کر بنگال تشریف لے گئے۔ بعد میں آپ کئی بار تبلیغی دوروں پر بنگال گئے اور وہاں کئی مساجد اور عید گاہیں تعمیر کرائیں۔ بنگال میں آپ کے مریدین اور خلفاء کی کثیر تعداد تھی۔ جب تبلیغی دوروں سے واپس تشریف لاتے تو دھلی میں اور پھر لاہور میں قیام فرماتے اور لاہور کے مکتبوں سے نئی کتب خرید فرما کر گھر تشریف لے جاتے۔

امام احمد رضا سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ بارہا بریلی شریف تشریف لے گئے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقع پر جب ایک وفد علماء ہندوہ سے بات چیت کے لئے لکھنؤ بھیجا تو اس میں حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی بھی شامل تھے۔

اعلیٰ حضرت سے اظہار نسبت کے لئے مولانا غلام گیلانی اپنے نام کے ساتھ ”الرضوی“ تحریر فرماتے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا غلام گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان مراسلت سے تعلقات کی گہرائی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ مولانا غلام گیلانی اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

”بجھور لامع النور موفور السرور قاصد الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائتہ حاضرہ دیدہ بہم بعد نیاز ہے آغاز حضور نے فرمایا تھا.....“

ایک اور مکتوب کا آغاز یوں ہے:

”بجناب مستطاب حضرت عالم اہل سنت و جماعت مجدد مائتہ حاضرہ دیدہ بہم بعد نیاز

مندى عقیدت مندانه.....“

ایک استفتاء کا آغاز اس طرح فرمایا:

الاستفتاء فی حضرة مجدد المائتہ الحاضرة الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحکم والاحرام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالا فادۃ والعز والاکرام.....“

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا غلام گیلانی کے ایک استفتاء کے جواب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

”ہوا حظہ مولانا المکرّم والفضل الائم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالیٰ.....“

آخری دور میں آپ نے اپنے قصبہ شمس آباد کی مٹھی مسجد میں مدرسہ قائم کیا جس میں آپ خود پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ میں آپ کے پاس دور دور سے حتیٰ کہ بخارا تک کے طلباء پڑھنے آتے تھے۔ آپ کو بنگالی، فارسی، عربی، گجراتی، پشتو، اردو اور پنجابی زبانوں پر مکمل عبور تھا۔

مبلغ، مدرس، مناظر اور پیر طریقت ہونے کے علاوہ آپ اپنے دور کے کثیر تصانیف علماء اہل سنت میں سے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے تصنیف و تالیف کا کام اہتمام دیا۔ آپ کی چند کتب آپ کی حیات مبارکہ میں چھپ کر شائع ہوئیں اور باقی غیر مطبوعہ ہیں جن میں سے اکثر کے مسودات ضائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تا حال مرتب نہیں ہوئی۔ تلاش و جستجو کے بعد آپ کی باون کتب کے نام معلوم ہو سکے جن میں سے چند کے نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

☆ جامع التحرير فی حرمة الغناء و المزامير (مطبوعہ اردو)

☆ عذاب شریعت بر عامل رسالہ آداب طریقت -

☆ بدیع الکلام فی لزوم الظہر والجمعة علی الانام:

☆ حق الايضاح في شرطية الكفو للنكاح (فارسی، عربی، مطبوعہ)

☆ فضائل سادات (اردو مطبوعہ)

☆ خیر الماعون فی جواز الدعاء لرفع الطاعون (فارسی، غیر مطبوعہ)

☆ آداب الدعاء و اسباب رد و قبول دعا (فارسی، غیر مطبوعہ)

☆ تنمة المقالات فی جواز اخذ الدراهم علی الختمات (اردو)

☆ نفخة الازهار فی معنی مسجد الضرار (اردو، غیر مطبوعہ)

☆ عقائد و ہابیہ (غیر مطبوعہ)

☆ الفيض التام فی تقبیل الایہام (غیر مطبوعہ)

☆ رفيق العلماء فی طریق القضاء وغيره

رد قادیانیت :

رد قادیانیت پر حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی صاحب کی تین کتابیں دستیاب ہوئیں

ہیں جو اس سلسلہ ختم نبوت میں شامل کی گئی ہیں :

۱..... تنبیغ غلام گیلانی برگرون قادیانی

۲..... جواب حقانی ورد بر گالی قادیانی

۳..... رسالہ بیان مقبول ورد قادیانی مجہول

۲۴ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ / ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں حضرت علامہ قاضی

غلام گیلانی نے وصال فرمایا۔ شمس آباد، ضلع انک، پاکستان کے بڑے قبرستان میں آپ کا

مزار پر انوار ہے۔



تَبِیغُ غُلَامِ گِیْلَانِی بِرْگَرْدَنِ قَادِیَانِی

(سن تصنیف: ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء)

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، ماحی بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی حقیقی حنفی مجدد اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام

علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

الحمد فقیر حقیر پروردگار عالم کی مغفرت کا امیدوار بننے پروردگار اس کو اور اس کے آباء و اجداد، مشائخ و علما، اہل احباب و کل مومنین مومنات کو قاضی غلام گیلانی حنفی المذہب نقشبندی اشرف پنجاب ضلع کامل پور علاقہ چچھ موضع شمس آباد کا رہنے والا بخد مت اہل اسلام کا ارش رساں ہے کہ پنجاب ضلع گورداسپور موضع قادیان میں مرزا غلام احمد ایک شخص قوم کا لاش کا رہ پیدا ہوا تھا کچھ فارسی، اردو سیکھ کر دنیا کمینی کے شوق میں آ کر ابتدا میں بزرگ بنا۔ مدارس اور جوگیوں کے شعبہ سے اور ہاتھ کی صفائیاں دکھا کر بعض بد نصیبوں کو کرامت کا دھوکا دیکر حرام کاروبار پیہ وصول کرنا شروع کیا۔ علمائے کرام و قفا و قفا اس کی اصلاح فرماتے رہے۔ رفتہ رفتہ مرزا نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور آسمان پر جانا انکا اور پھر زمین پر قریب قیامت کے آنا یہ کذب اور لغو ہے اور مہدی بھی اور کوئی نہیں میں ہی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے میں پیدا ہوا اور ان دونوں کے اوصاف میرے اندر موجود ہیں مجھ کو جو نہ مانے گا وہ گمراہ اور کافر ہے۔ اور دجال کوئی خاص شخص نہیں اور نہ خرد جال کوئی خاص جانور ہے بلکہ دجال سے مراد یہ پادری لوگ ہیں اور گدھا دجال کا یہ ریل ہے اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو ”لذ“ کے دروازے پر قتل کریں گے۔ سو لڈ لکھ ہے، لدھیانہ کا۔ میں نے پادری کو بحث میں لدھیانہ میں زیر کر دیا یہی مراد قتل دجال سے ہے۔

فرض کہ اس قسم کی بیہودہ بکواس بہت کچی پھر عجیب اس پر کہ دعویٰ تو یہ کہ مثیل عیسیٰ ہوں اور جس کی مثل بنایا اسی کو قتل گالیاں، پروردگار پر بہتان، قرآن شریف پر اعتراض، باقی انبیاء کو

یہودیوں ان شاء نصر انبیا۔ وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔ معلوم نہیں کہ اس حدیث کے حکم سے مرزا یہودی ہو کر مرایا نصرانی ہو کر؟ ظاہر اول ہے کہ مسیح علیہ السلام کو گالیاں دینا یہود کا کام ہے۔ جب جھوٹے دعاوی پیغمبری اور طرح طرح کے مکروفریب کر کے پختہ دالان بنایا تھا تو خود تو ہجرت کر کے جانا درکنار تھا اگر کوئی باندھ کر نکالتا جب بھی نہ نکلتا یہ بھی ایک مکر کی بات تھی کہ میں ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔

۵..... خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ملفوظ صفحہ ۵۲۳، از لدہ ادبام، مرزا کی کتاب)

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ جو مرزا کی تصنیف ہے وہ خدا کا کلام ہے (تعدد باللہ) اور یہ کہ مرزا نبی ہے (معاذ اللہ)۔

۶..... ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

(ملفوظ صفحہ ۵۶۹، از لدہ ادبام)

اقول: پس مرزا نبی مرسل بنا مگر ناقص نبی دم کٹا ابتر۔ انبیاء میں ناقص آج ہی سنا۔ طرفہ یہ کہ نبوت میں ناقص اور رسول پورا ہے۔ حالانکہ رسول نبی سے مساوی یا اعلیٰ ہوتا ہے۔

۷..... خدا نے مجھے آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور مثیل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا، پھر مثیل موسیٰ کہا، پھر مثیل ابراہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔

(ملفوظ صفحہ ۲۵۳، از لدہ ادبام، مرزا کی کتاب)

فقیر کہتا ہے کہ مشہور تو یہ کیا ہوا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور اب تو شوق میں آکر سب پیغمبروں کے مثیل بن گئے اور احمد بننے میں مثیل کی بھی قید نہ رہی خود احمد ہو گئے الا لعنة الله على الكذابين۔

پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر لازم تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ملفوظ صفحہ ۳۱۳-۳۱۴، از لدہ ادبام)

فقیر کہتا ہے کہ کیا نشانی پائی گئی خاک بھی نہیں بلکہ جب سے دعویٰ پیغمبری کا شروع کیا الناطعون اور روز بروز تباہی ہی ہوتی گئی۔

ع برعکس نہ بند نام زنگی کا فور

ہاں مرزا کاذب ہے۔

۹..... چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لیے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

(ملفوظ صفحہ ۳۵۶، از لدہ ادبام)

اقول: مسیح اور آدم علیہ السلام میں تو یہ مماثلت پائی گئی کہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم بے ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے باپ کے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام سے مرزا کو کیا مماثلت ہے۔ جن جن کے مثیل بنے ان کے ساتھ مثلیت کی وجہ قلب شریف ہی میں رہی رہ گئی اور پھر حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا کی مماثلت کیا؟ ان دونوں حضرات کے باپ نہ تھے اور مرزا کا باپ تھا۔ دونوں کے معجزات بینات تھے مرزا کا کیا معجزہ ہے؟ البتہ طلسمات کی کتابوں میں سے کوئی شعبہ دیکھ کر گاؤں والوں کو فریب دے دینا (نعوذ باللہ ایسی مماثلت ہے)۔

۱۰..... ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) نامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۱۱۸، از لدہ ادبام)

اقول: سبحان اللہ! آپ کا گروہ سعید ہے فقط جو دو چار اردو خوان اور چند سبزی فروش اور

چند جوگی جولا ہے اور چند نیلی اور چند کشت کار ہیں اور باقی تمام روئے زمین کے مسلمان عرب، عجم، ہندوستان، پنجاب، بنگالہ وغیرہ وغیرہ ملکوں کے علماء فضلاء بزرگان دین سب کے سب بد بخت اور شقی ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

۱۱.....میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (ملفوظ ص ۲۳۳، (۱۲/۱۰/۱۴۰۴ھ))

فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا۔ جا بجا لوگ برا ہی کہتے ہیں۔ جہاں تک کوئی نام مرزا کا سنتا ہے سوائے گالی اور برے کے ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا۔

۱۲..... احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی میں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے:

”وَمِيشْرَا اِبْرَمُول يَاتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ اَحْمَدُ“ (بالضبط صفحہ ۶۷۷) (ازالہ ابواب)

فقیر کہتا ہے پروردگار نے ایسا اندھا کیا کہ جو آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھی مرزا نے اپنے اوپر لگادی اور اتنا خیال نہ کیا کہ میرا نام تو غلام احمد ہے، احمد تو نہیں۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو ریت کی تصدیق کرنا اور اس رسول کی خوشخبری سنانا جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے ﷺ۔ ازالہ کے قول ملعون میں صراحۃً اوجا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی خوشخبری دی گئی ہے وہ (معاذ اللہ) مرزا قادیانی ہے، یہ صاف کفر ہے۔

۱۳..... اور یہ آیت: **هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله** وحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (۶۵۵)

فقیر کہتا ہے کہ خیال کرو اے مسلمانو! کہ مرزا کذاب نے یہ آیت جو محمد ﷺ

میں نے کبھی نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس (۱۰) برس سے شائع ہو رہا ہے۔

(بلغت سنة ۲۹۵، الزمان، المجلد ۳۰۸)

انہوں: اگر نیا دعویٰ ہونا دلیلِ حتمانیت ہو تو اٹلیس سے پہلے انا خیر منہ کا دعویٰ کسی نے نہ کیا تھا اور اس کا یہ دعویٰ ہزاروں برس سے شائع ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شریک ہونے کا دعویٰ میلہ ملعون سے پہلے کسی نے نہ کیا اور برسوں یہ دعویٰ شائع رہا۔

۱۵۔۔۔ ہر ایک شخصِ روشنی و روحانی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص دنیا میں بھیجا۔ وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۶۸، ۶۹، از انوارِ اہام)

فقیر کہتا ہے کہ ہاں اسی کا نام روشنی ہے جو یکتوں علمائے عرب و عجم کو کافر کہہ دیا اور بعض کو اپنا مرید بنا کر ان کو اسلام سے گمراہ کر کے ان کی نمازیں اور روزے سارے برباد کر دیئے۔ تف ایسی روشنی پر۔ ایسے کفر اور ظلمت کو روحانی روشنی کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کفر برکفر ہے۔

۱۶..... حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود و مرزا غلام احمد علیہ السلام
(حافظہ صفحہ ۶۵ سالہ آریہ دھرم کا، خیر نویس سوانح مرزا قادیانی)

ع اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو

سُور کون سنتا ہے کہانی تیری پھر وہ بھی زبانی تیری
اب مرزا کے رسالہ ”انجامِ آفتختم“ میں جو وہابیات اور کفریات ہیں ناظرین
بالنصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اپنے دل جاہل کی تراشیدہ باتوں کو پروردگار کے الہام کہتا ہے۔

۱۷..... اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ (صفحہ ۵۲، انجام آتھم)
فقیر کہتا ہے کہ جو کہے کہ پروردگار کا نام پورا اور کامل نہیں ہوا کافر ہے۔ اور اللہ کے نام کے پورا ہونے سے پہلے میرا نام پورا ہوگا یہ بھی کفر ہے۔ پروردگار متوجع جمیع صفات کمال شہ با۔ (معاذ اللہ)

۱۸..... تیری شان عجیب ہے۔ (صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے بے شک عجیب ہے جو روپیہ کمانے کے لئے دغا بازی اور کذب اور فریب بازی کو پیش بنائے پھر ان ناپاکیوں پر نبی و رسول بنے۔
۱۹..... میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ (صفحہ ۵۲، انجام آتھم)
فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیا چن لے گا جس کی باتیں اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوں اللہ کے رسولوں کو گالیاں دیتا ہو۔

۲۰..... پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (صفحہ ۵۳، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کو معراج کا انکار تھا مگر اب چونکہ ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا﴾ آخر تک یہ آیت دوبارہ مرزا کے حق میں نازل ہوئی ہے لہذا معراج کا شوق ہوا۔ بیچارے کا حافظہ بڑا نکما ہے آگے کی بات یاد نہیں رہتی کہ میں نے پہلے اس سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

۲۱..... تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ جھوٹا الہام ہے اگر پروردگار کے ساتھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن شریف پر اعتراض نہ کرتا، اللہ تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام کو برانہ کہتا، شریعت نبوی پر ثابت قدم رہتا، ہاں بایں معنی مراد کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پیدا ہوا اہلبیس بھی

۱۶..... اور مرزا بھی۔

۱۷..... میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ (صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

افسوس: دوسرا بھائی ان سے بھی بڑھ کر بھنگیوں چوہڑیوں کا امام اور پیغمبر بنے۔

۱۸..... تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔

(صفحہ ۵۹، انجام آتھم)

افسوس: لعنة الله على الكذابين۔

۱۹..... ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔ (صفحہ ۶۰، انجام آتھم)

افسوس: اب پھر ابراہیم علیہ السلام بیٹھا بنے کا شوق چرایا۔

۲۰..... اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔ (صفحہ ۶۱، انجام آتھم)

افسوس: اب نوح پیغمبر بنا۔

۲۱..... جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ (صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

افسوس: خدا سے اگر مراد شیطان ہے جو مرزا کو دجی بھیجتا ہے تو ضرور سچ ہے بے شک اس

بیعت کر نیوالے کے ہاتھ پر شیطان کا ہاتھ ہے۔

۲۲..... وما ارسلناك الا رحمة للعالمين "تجھ کو تمام جہاں کی رحمت کے واسطے

روا نہ کیا۔" (صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

افسوس: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو آیت تھی اپنے اوپر جہالی۔ اللہ کی لعنت کہہ کر

نہیں آتی۔ لطف یہ ہے کہ مرزا کو آیت کے اپنے اوپر انزال کا تو بہت شوق ہے اور بیچارے کو

عربی کی لیاقت نہیں لہذا قرآن شریف سے کوئی نہ کوئی آیت لیکر کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو الہام ہوا

۲۸..... انہی مرسلک الی قوم المفسدین۔ ”میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔“ (صفحہ ۷۹، انجام بختم)

اقول: سب روئے زمین کے لوگ مرزا کے آنے سے پہلے مشد اور فتنہ باز اور گمراہ تھے۔
(نعوذ باللہ من ذلک القول)

۲۹..... مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ (صفحہ ۱۱۳، انجام بختم)

اقول: اس کا جواب قرآن مجید دے چکا ہے کہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھ دیا یا کہا مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی اور جس نے کہا اب میں اتار رہا ہوں جیسا اللہ نے اتارا اور کہیں تم دیکھو جب یہ ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ان سے کہہ رہے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا ذلت کا عذاب سزا اس کی کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اس کی نشانیوں سے تکبر کرتے تھے۔“

اس آیت کریمہ کا جملہ جملہ قادیانی پر صادق ہے اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اس نے مجھے نبی کیا اور میرا یہ نام رکھا اور میرے حق میں یہ یہ کہا اور اس نے وحی کا ادا کیا حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ آئی۔ اور اس نے اپنی کتاب ”برائین احمدیہ“ کو اللہ کا کلام بتایا تو اللہ کے اتارے کے مثل اتارنے کا مدعی ہوا۔ اور اس نے اللہ کی نشانیوں سے جو اس نے اپنے

۳۰..... پے رسول عیسیٰ مسیح کو عطا فرمائیں تکبر کیا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو عیسیٰ نے تم کو بتاتا تو تشریح قرآن وہ کافر ہوا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

۳۱..... خدا کی روح میرے میں باتیں کرتی ہے (صفحہ ۱۱۶، انجام بختم)

اقول: سبحان اللہ! کیا کہنا جب مسیح روح اللہ کے مثل ہوئے تو خدا کی روح مرزا میں کیسے آگئی نہ کہ گئی۔ یہ وحی کفر ہے۔

۳۲..... جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(صفحہ ۱۲۶، ضمیر انجام بختم)

فقیر کہتا ہے کہ سوا مرزا کے مریدوں کے جس قدر مسلمان روئے زمین کے ہیں ان کو بے عزتی سے دیکھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو مرزا اور اس کے مریدوں کے نزدیک اللہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو بے عزت کیا اور قبول نہ کیا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں ان سارے مسلمان کافر ہوئے (معاذ اللہ)۔ اور یہ مسئلہ علم عقائد کا ہے کہ جو شخص ساری حق مرعومہ کو کافر جانے وہ خود کافر ہے تو مرزا اور اس کے مرید سب کافر ہوئے۔

۳۳..... خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس وہ ہے کہ بموجب آیت کریمہ ”کُتِبَ اللَّهُ لَا غُلْبَ لِي“ میری فتح ہو۔

(بالفہم، صفحہ ۵۸، ضمیر انجام بختم)

فقیر کہتا ہے کہ (الحمد للہ) بالکل برعکس ہوا۔ مرزا کو خود لاہور لدھیانہ وغیرہ کی قرارداد جگہوں سے مشہور شکست ہوئی، اعتراضوں کے جوابات نہ دے سکا اور لاہور، دہلی، کابل ایسی فتوحات مرزا کو ضرور ہوئیں، جیسے مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک بار

مرزا امر ترس کر گویا وعظ کے وقت تمام ہندو مسلمان وغیرہ مذاہب کے لوگ جمع ہوئے مرزا نے دن میں شربت کا گلاس پی لیا۔ لوگوں نے گالیاں دینا اور تالیاں بجانا اور کلون مارنا شروع کیا۔ مرزا بڑی دقت سے کبھی میں سوار ہو کر بھاگا۔ سواری کے جانور اور کبھی کو بھی نقصان پہنچا اور اس قدر جوتے برسے کہ کبھی کے اندر تمام جوتے ہی تھے پس اب وہ ضرور لا ضرور ہو گیا اگر اللہ کا رسول ہوتا تو بے شک غالب ہوتا اور فتح پاتا مگر کذاب تھا لہذا مردود و مطرود ہی رہا۔

۳۳..... میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

(بلفظ صفحہ ۲۳۵، نمبر انجام ۲۸)

فقیر کہتا ہے کہ خدا کا نشان تو کوئی دیکھا نہ گیا البتہ شیطان کے نشان مرزا پر ہمیشہ چھڑتے رہے۔

۳۴..... ”دافع البلاء“ صفحہ ۶، سطر ۱۹ میں مرزا لکھتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انت منی بمنزلہ اولادی۔ انت منی وانا منک ”تو اے غلام احمد میری اولاد کی جگہ ہے۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“

افہول: اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔ یہ کیسا طاعون کلام ہے :

کلام کتب ازول بافرو میخواند البہامش ہم ابن اللہ شد دست و ہم رہ حق می نہدنا مش خود او گمراہ شدہ دست و خلق را ہم میکند گمراہ کسی کو پیروش باشد نہ ینم نیک انجاش ۳۵..... تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (بلفظ صفحہ ۵۵، انجام)

افہول: پانی اور آگ ہر چیز اللہ کی ہے۔ یوں تو تمام جاندار اللہ ہی کے پانی سے ہیں ﴿وَمِنْ الْمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾، اس میں تو کوئی تعریف نہ تھی۔ ظاہر امرزانے پانی سے نطقہ مراد

۳۱..... مثیل عیسیٰ بنا تو خدا کا بیٹا بھی بننا ضرور ہوا اور مرزا اپنا الہام بتا ہی چکا ہے کہ تو بمنزلہ الہی اولاد کے ہے اب یہ نصرانیت سے بھی لاکھوں درجے بدتر کفر ہے۔ نصرانی بھی خدا کا پیام نہیں مانتے۔

۳۲..... خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ (بلفظ صفحہ ۵۵، انجام ۲۸)

افہول: ہاں دیکھو نا کیسی تعریف کی جس کا بیان ابھی نمبر ۲۹ میں گزرا۔ مرزا کے کفریات اس کے رسالہ ”دافع البلاء“ سے مسلمان لوگ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۳..... چار سال ہوئے کہ میں نے پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آئیوالی اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ یہ پان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

(بلفظ صفحہ ۵۵، معیار)

فقیر کہتا ہے کہ اس وقت قادیان میں طاعون نہ تھا۔ مرزا کو اس کے ابلیس نے دھوکا دیا دعویٰ کر بیٹھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا اللہ واحد قہار نے مرزا کذاب کا کتب ظاہر کیا قادیان میں طاعون آیا۔ اس وقت مرزا بات کو پھیر کر کہنے لگا کہ میری مراد یہ تھی کہ طاعون جارف نہ آئے گا جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ مرزا کا قاعدہ تھا کہ غیب کی باتیں اور کفریات بکتا تھا جب اس کے خلاف ثابت ہونے لگا کہ گرفت کرتے تو جھوٹی تاویل سے کام لیتا۔

افہول: مرزا کو نیچے حصے کے بدن میں بیماری ڈیا بیٹیس یعنی پیشاب کے جاری ہونے کی اور

ایسا بتلارہ کراغل اور اعلیٰ کے ہزار ہا کمروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی میں جا ملے۔

ع ”مزدہ بادامی مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں“

۳۸..... اے عیسائی مشر یو! اب ”ربنا المسیح“ مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ (ملفظ صفحہ ۱۲، معیار)

اقول: دیکھو مسلمانو! انصاف کرو کہ پروردگار کے اولوالعزم پیغمبر سے اپنے آپ کو بڑھ کر کہتا ہے۔ جو ماوشا ہو کر پیغمبر سے بڑا ہونا چاہتا ہے وہ کیسا مسلمان ہے؟ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجے کو کبھی نہیں پہنچتا۔ یہ صاف کفر ہے۔ اس مضمون پر بیسیوں علمائے عرب و عجم نے کفر کے فتوے مرزا پر دیئے ہیں۔

۳۹..... خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ (ملفظ صفحہ ۱۲، معیار)

اقول: پیغمبر سے اپنے آپ کو اعلیٰ جاننا صاف کفر ہے۔

۴۰..... نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح بن مریم کو درحقیقت سچا شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابل میں آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے شہروں میں سے نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا۔ (ملفظ ۱۲، معیار)

اقول: اول تو اپنی نجاست گاہ کا مامون ہونا اس بنا پر کہا تھا کہ وہ رسول کی تخت گاہ ہے تو اس

کے مقابل نصاریٰ سے پنجاب کے کسی شہر کی حفاظت چاہنا کیسی بیہودہ و بے معنی بات ہے۔
۴۱..... اے گمان باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے شفیع نہ تھے بلکہ جھوٹا سفارشی تھا یہ پیغمبر کو محبوب لگانا ہے اور اسی کو سب اور شتم کہتے ہیں جو بائناق علماء کفر ہے۔ اور پیغمبروں کو گالی دینے والے، عیب لگانے والوں کی توبہ ہی قبول نہیں نزدیک اکثر فقہاء کے۔

(در مختار، بزاز، بحر الرائق وغیرہ)

۴۲..... اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہاں میں کیونکر شفاعت کرے گا۔ (ملفظ صفحہ ۱۴، معیار)

اقول: عقل کا اندھا تھا بھلا اگر نصاریٰ کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام بروز قیامت سفارش نہ کریں گے۔ دیکھو پیغمبر خدا کو کیسا نکما اور بے قدر جانتا ہے کہ بروز حشر صالح عالم بھی شفاعت کریں گے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مولویوں سے بھی گزر گئے جو سفارش ہی نہ کر سکیں گے۔ (نمود باللہ من ذلک الکفر)

۴۳..... اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امر وی کو ہمارے مقابلے کے لیے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے۔ تا کہ کسی طرح حضرت مسیح بن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ (ملفظ الجہیت، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: اس ملعون تحریر سے یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے وہ مشرک اور کافر ہیں۔ یہ حکم سارے علمائے دین بلکہ تابعین، بلکہ صحابہ بلکہ خود رسول ﷺ پر بھی ہو گیا، کیونکہ اگر حدیث شریف میں نہ ہوتا اور صحابہ وغیرہ علمائے متقدمین روایت نہ کرتے تو ہم کیسے جانتے۔ اب خود جان لو گے کہ مرزا کون تھا؟ اور

خاتم الانبیاء بنانے کا بہتان علماء پر لگا دیا اس کا کون قائل ہے؟ یہ محض افتراء اس مغتری کذاب کا ہے۔

۴۳..... بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریبا پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہی مقولہ تھا کہ ”پیران نمی پرند مریدان نمی پراند“ اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا؟ کیا اسلام دنیا میں ہوگا؟ لعنة الله على الكذابين۔ (بلاغ الخیر، صفحہ ۱۵۴، سیار)

اقول: یہ قول ملعون اسکا صاف حدیث صحیح کے مخالف ہے حضرت ﷺ کی فرمائش میں عیب نکال کر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے دن کو شخص دن کہنا اور پچاس کروڑ مسلمان کا اس دن مشرک ہونا اور اسلام کا اس دن تباہ ہونا، حدیث شریف کی تکذیب ہے اور لعنة الله على الكذابين میں صحابہ کرام اور عام مسلمان کہ آج تک بلکہ اس روز تک نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل اور معتقد ہیں داخل ہو گئے بلکہ لعنتی کو یہ لعنت خود حدیث تک بڑھی الا لعنة الله على الظالمين اور ظاہر ہو کہ حدیث صحیح کی رو سے مسلمان سچے ہیں تو مرزا اور مرزائی کاذب ہوئے اور انہیں کے مونہ سے لعنت اللہ تعالیٰ کی انہیں پر آئی۔

۴۴..... جو شخص کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ (بلاغ الخیر، صفحہ ۱۵۴، سیار)

اقول: یہ تیرے منہ کا ناحق اور ظلم تو جناب رسول ﷺ نے کیا ہے۔ واہ رے مرزا کا اسلام

الہی رسول اللہ ﷺ کو ظالم اور ناحق کہنے والا کہہ دیا۔

اب تحقیق اس امر کی کہ کشمیر میں قبر کس شخص کی ہے اور مرزا نے بے ایمانی کر کے اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی بتایا۔ مصنف رسالہ ”کلمہ فضل رحمانی“ نے جمع معبروں کے خطوط میں کیے ہیں۔ میں بھی نبی و نبی نقل کر دیتا ہوں۔

منہا خط خواجہ سعید الدین ابن خواجہ ثناء اللہ مرحوم کشمیری ازینجا شروع می شود:

السلام علیکم!

مکاتیبہ مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت اصلیت مقبرہ یوز آسف مطابق تواریخ کشمیر در کوچه خان یار حسب تحریر مرزا کادیانی در زمان سعید رسید باعث خوش وقتی شد آنکہ واضح شد اطلاع میکنم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچه خان یار بلا شک بوقت آمدن از راه مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بملاحظہ تاریخ کشمیر نسخہ اصل خواجہ اعظم صاحب ہیدہ مرد کہ ہم صاحب کشف و کرامات محقق بودند مقبرہ سید نصیر الدین (قدس سرہ) می باشد۔ وبملاحظہ تاریخ کشمیر معلوم نمی شود کہ آن مقبرہ بمقبرہ یوز آسف مشہور ست۔ چنانچہ مرزا کادیانی نوشتہ بلی این قدر معلوم می شود کہ در مقبرہ حضرت سنگ قبری واقع ست آنرا قبر یوز آسف ننوشتہ است بلکہ تحریر فرمودہ اند کہ در محلہ ”انزمرہ“ مقبرہ یوز آصف واقع ست ای بلفظہ

صاد نہ بسین۔ واین محلہ بوقت آمدن از رام مسجد جامع طرف راست ست طرف چپ نیست درمیان "آنزمرہ" وروضہ بل یعنی کوچہ خان یار مسافت واقع ست بلکہ نالہ مار ہم درمیان حائل ست پس فرق بدو وجہ معلوم می شود ہم فرق لفظی کہ این نام بصاد ست و ہم فرق معنوی کہ یوزاصف کہ مرزا نوشتہ کہ در محلہ خان یار ست این در محلہ انزمرہ است و تغایر مکان بر تغایر مکین دلالت میکند کہ یک شخص در دو جا مدفون بودن ممکن نیست۔ و عبارت تاریخ خواجہ اعظم صاحب این ست حضرت سید نصیر الدین خان یاری از سادات عالی شان ست در زمرہ مستوری بود بتقریبی ظهور نمود مقبرہ میر (قدس سرہ) در محلہ خان یار مہبط فیوض و انوار ست و در جوار ایشان سنگ قبری واقع شدہ در عوام مشہور ست کہ آنجا پیغمبری آسودہ است کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود۔ این مکان بمقام آن پیغمبر معروف ست در کتابی از تواریخ دیدہ ام کہ بعد قضیہ دور و دراز حکایتی می نویسد کہ یکی از سلاطین زادہا براہ زہد و تقوی آمدہ ریاضت و عبادت بسیار کرد و برسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ در کشمیر آمدہ بدعوت خلائق مشغول شدہ و بعد رحلت در محلہ انزمرہ آسودہ دران کتاب نام آن پیغمبر یوزاصف نوشتہ۔ ازین عبارت معلوم شد کہ یوزاصف در محلہ انزمرہ مدفون ست نہ در محلہ کوچہ خان یار و این یوزاصف از

سلاطین زادہا بودہ است۔ و این عبارت مناقض تحریر مرزا کادیانی ست زیرا کہ یسوع خود را بکسی از سلاطین منسوب نکرده فقط و السلام ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ۔

دوسرا خط: سید حسن شاہ صاحب کشمیری کا قولہ: اطلاع باد چون ارقام کردہ بودید کہ در شہر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبری آسودہ است معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ کہ پیشتر از دو صد سال شاعری معتبر و صاحب کشف بودہ است۔ نام آن خواجہ اعظم یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ است کہ درین شہر درین وقت بسیار معتبر ست۔ دران ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خان یار میگویند کہ پیغمبری آسودہ است یوزاصف نام داشتہ و قبر دوم دران جا ست از اولاد زین العابدین علیہ السلام سید نصیر الدین خان یاری ست۔ و قدم رسول درانجا ہم موجود ست اکنون درانجا بسیار مرجع اہل تشیع دارد بہر حال سوائی تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندی صحیح ندارد واللہ اعلم۔ انتہی کلامہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ۔

اور "غایۃ المقصود" کا مصنف بعد تحقیق کے لکھتا ہے:

فقیر حقیر ہم اکنون در ہیچ تاریخی ندیدہ کہ قبر حضرت عیسیٰ در کشمیر نوشتہ باشند و نہ از کدام باشندہ معتبر کشمیر این قول شنیدہ۔ بلکہ تمامی فضلا و رؤسای معتبرین و عوام الناس ملک

کشمیر حلفاً و قسمیه میگویند که حاشا و کلا در کشمیر قبر حضرت عیسی نمی باشد و علاوه ازین دو خط گز شده بسیار دستخط وموایر بر نبودن قبر حضرت عیسی علیه السلام در کشمیر موجودند چنانچه انجمن نصره السنة امرتسر در رساله عقائد مرزا درج کرده در اینجا بعینها درج میکنم اصل شهادت این ست از باشندگان کشمیر شهر سری نگر که مرزا قادیانی در دعوائ خود که قبر حضرت عیسی علیه السلام در کشمیر ست کاذب و مفری ست الخ -

مفتی واعظ رسول و نعمت الله و محمد شاه مفتی کوئی وار و ضریل خان یار و مفتی محمد دلاور شاه سکنه خان یار و مفتی محمد شریف ایضا و غلام محمد احمد قادری و غلام مصطفی خان یاری و غلام یسین حسن قادری و میر یوسف قادری و مفتی یوسف شاه صاحب و مفتی جلال الدین صاحب و مفتی سعد الدین صاحب و مفتی سیف الدین صاحب و مفتی ومولوی صدر الدین صاحب و مفتی ضیاء الدین صاحب و احمد شاه صاحب و محمد یوسف شاه صاحب و غلام محمد صاحب و پیر قمر الدین صاحب سجاده نشین و سید کبیر صاحب سجاده نشین و احسن صاحب بٹانی و پیر غلام مصطفی صاحب تارہ بلی و غلام محمد عاصم صاحب عالی کدلی و پیر علی شاه صاحب -

موایر خادمان خانقاه معطلی محمد یوسف صاحب و غلام رسول صاحب همدانی و سید علی شاه صاحب همدانی و خلیل بابا صاحب و بابا عبد الکبیر صاحب همدانی و سید احمد شاه صاحب همدانی و سید محی الدین صاحب و علی بابا صاحب مؤذن وی ارحم و عبد الحمید صاحب و احمد صاحب فراش درگاه نور الدین نعمت خان صاحب و یوسف همدانی سجاده نشین خانقاه معطلی ومولوی حسن صاحب قلی خان یاری و سید محی الدین صاحب قادری و غلام علی صاحب همدانی -

موایر خادمان مسجد جامع سری نگر کشمیر - احمد بابا صاحب خادم مسجد جامع و عبد الله بابا صاحب خادم و سید حسن صاحب خادم و عبد الصمد صاحب خادم و غلام رسول صاحب خادم و سید سکندر صاحب خادم و مولوی سلام الدین صاحب امام مسجد جامع موایر خادمان آستان حضرت مخدوم صاحب شهر سری نگر و غلام الدین صاحب مخدومی و نور الدین صاحب مخدومی و احمد بابا صاحب مخدومی و اسد الله صاحب مخدومی و نور الدین صاحب مخدومی و احسن الله صاحب مخدومی و محمد شاه صاحب مخدومی و محمد بابا صاحب مخدومی و حفیظ الله صاحب مخدومی و میرک شاه صاحب مخدومی و صدیق الله صاحب مخدومی -

موایر حضرت خاندان رفیق سهروردیہ نقشبندیه سری نگر - نظام الدین صاحب و محمد بن محمود صاحب رفیقی و غلام حسین صاحب رفیقی و غلام حمزه صاحب رفیقی و عبد السلام صاحب رفیقی و سیف الدین صاحب رفیقی و عبد الله صاحب رفیقی و نور الدین صاحب و شریف الدین صاحب رفیقی و غلام نبی رفیقی و محمد قاسم صاحب رفیقی و انور رفیقی و عبد الصمد صاحب رفیقی و محمد مقبول بن نصیر الدین رفیقی و محمد یوسف رفیقی اسلام آبادی و سعد الدین صاحب رفیقی و محمد مقبول صاحب رفیقی و عبد الرحمن صاحب رفیقی و نور الدین محمد بن محی الدین صاحب رفیقی و صدر الدین صاحب رفیقی و عبد الاحد صاحب رفیقی و محمد یوسف صاحب رفیقی -

موایر خاندان قدیمی سری نگر - علی شاه صاحب قدیمی و غلام محمد صاحب قدیمی و امیر الدین صاحب قدیمی و غلام محی الدین صاحب قدیمی و غلام حسن صاحب قدیمی و محمد شاه صاحب قدیمی و مولوی نور الدین صاحب قدیمی و قمر الدین صاحب قدیمی و غلام الدین صاحب قدیمی و غلام حسین صاحب قدیمی -

مواہیر خاندان قرشی سری نگر۔ محمد سعید الدین صاحب قرشی و بدر الدین صاحب قرشی و نظام الدین صاحب قرشی و سعد الدین صاحب قرشی محلہ خانپار و عبد المجید صاحب قرشی و غلام حسن صاحب قرشی تمام شد۔

پس مرزا کا دعوی غلط اور باطل ہوا مرزا نے باری تعالیٰ کے قول ﴿وَأَوْفِيكُمْ مَّا إِلَىٰ رُبُوعَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾ کو کشمیر بنا کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے لیے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر تحریف کی۔ معنی اس کلام پاک کے یہ ہیں (اور ٹھکانا دیا ہم نے ان دونوں کو طرف ٹیلے صاحب آرام اور صاف چشمہ دار پانی والے کے) پس ابلیس نے مرزا کو سوچھائی کہ اسے کشمیر گڑھ دو کہ کشمیر میں پہاڑ بھی ہیں اور پانی بھی چشمہ دار ہیں اور آرام بھی ہے بوجہ معتدل ہونے آب و ہوا اور میوہ جات کے جیسا کہ عرفی نے کہا ہے کشمیر کی تعریف میں :

مع ہر سوختہ جانے کہ کشمیر در آید گرم مرغ کباب ست کہ بابل و پر آید اگر مرزا ”انجیل متی“ باب دوم ”پڑھ لیتا تو اس مغالطے میں نہ پڑتا وہاں لکھا ہے کہ :

”جب دیار مشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتل عام کر ڈالا مگر بادشاہ کے منصوبہ پر خدا پاک کے فرشتے نے حضرت مسیح کے محافظ کو خواب میں اطلاع کر دی اور حکم دیا کہ اٹھ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ لیکر مصر کو چلا جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ڈھونڈھنے کو ہے پس وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا اور جب ہیرودیس مر گیا تو پھر

و اب میں ہدایت پا کر ٹیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔ پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا۔ اور تفسیر کشاف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے۔ (دیکھو تفسیر حسینی)

قصبہ ناصرت جس کو مسیح و مریم نے اپنی جائے قرار بنا لیا تھا دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا۔ (لوقا ۲۹/۴) اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو ”چشمہ بتول“ کے نام سے مشہور ہے اور شاید ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ اسی طرف اشارہ ہے (یعنی نادیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ)

”تفسیر خازن“ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ ربوہ بیت المقدس ہے اور کعب نے کہا کہ بیت المقدس بہت قریب ہے سب زمینوں سے بطرف آسمان کے بقدر ۱۸ میل کے۔

اور ”تفسیر کبیر“ صفحہ ۱۹۸ طبع مصر، جزء ۲ میں ہے ﴿رَبُوعَةٍ﴾ اور ”رباۃ“ راء کی تین حرکات سے ہے بمعنی بلند زمین کے۔ حضرت قتادہ اور ابو العالیہ نے کہا کہ وہ ایلیاء ہے بیت المقدس کی زمین، ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ ہے، کلبی اور ابن زید نے کہا کہ یہ رملہ مصر میں ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ وہ ”ربوۃ“ دمشق ہے اور مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ ہی غوطۃ دمشق یعنی دمشق کی فراز زمین۔

”تفسیر حسینی“ میں ہے کہ بی بی مریم اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ جس کو یوسف نجار کہتے تھے ماٹان کا بیٹا، بارہ سال اس ربوہ میں مقیم رہیں اور چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلاتی تھیں۔

اب ایک اور حدیث سن لو اور گریبان میں سر ڈال لو۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر انتقال فرمایا ہے اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے اگرچہ صحیح پتا معلوم نہیں اور تو ریت شریف کے آخر باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ لگا باوجودیکہ اس قبر کا پتا لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی، تو بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس قبر کا پتا ہے اور بتلادیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تلے ہے، صحیح مسلم میں فضائل موسیٰ میں ہے (قبرہ الی جانب الطريق تحت الکثیر الاحمر) پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتا آنحضرت ﷺ نہ بتلادیتے جس کا صرف پتا ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ اور جو بقول مرزا ایک ایسی اہم اور ضروری بات تھی جس کے فاش ہو جانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی چند روز میں گل کے گل مسلمان ہو جاتے۔ شاید کہ مرزا کی معلومات جناب رسول ﷺ سے بھی بہت بڑی ہیں جن کے غلام ہونے کا مرزا کو کفر حاصل ہے۔ رسول ﷺ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ بتایا اور معاذ اللہ اتنی بڑی فروگزاشت کی مگر مرزا نے تیرہ سو برس کی اتری ہوئی آیت کریمہ ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ کی تکذیب کر کے اب دین کی تکمیل کی۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

۴۵..... خدا تو پامندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ (نہی بلفظ اہل بیت)

اقول: اس میں دو صریح خبیث نچس کفر ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو عاجز بتانا کہ کسی طرح نہیں لاسکتا۔ دوسرے رسول اولوالعزم مرسل کو فتنہ گر اور تباہ کن کہنا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ حضرت

ﷺ کو بوجہ اس کے فتنے کے نہیں لاسکتا، مگر مرزا کو دنیا میں لایا جو ایسا فتنہ باز کہ کسی شخص کو جتنی کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ اصحاب کو بلکہ حضور پر نور ﷺ کو بھی گالیوں سے خالی نہ چھوڑا کسی کو مشرک، کسی کو ملعون، کسی کو کیا، کسی کو کیا کہہ دیا۔

۴۶..... اب خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔ مگر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(ابھی بلفظ اہل بیت)

اقول: اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مائتہ حاضرہ مولانا اعلیٰ حضرت اندر رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتاب مستطاب ”حسام الحرمین“ میں حکم کفر و ارتداد فرمایا جس کی خطیت کی وجہ سے علمائے مکہ و مدینہ و زادہما اللہ شرفا و کرامۃ۔ وغیرہ کے نامی نامی بزرگان دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کر دیں جن حضرات کی تعداد چالیس (۴۰) تک ہے۔

۴۷..... ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، واللہ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔ (بلفظ اہل بیت)

فقیر کہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے پیغمبروں میں سے جو اولوالعزم ہیں ان کی صرف اتنی قدر مرزا کے یہاں ہے کہ وہ ایک راست باز آدمی تھا فقط ایک نیک قسم کا آدمی تھا وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو خلاصی ملنے کا سبب ہو سکے۔ ہاں حقیقی نجات دینے والا اب قادیانی ہے جیسا کہ وہ خود کہتا ہے کہ:

”حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر

خاکسار غلام احمد۔ (ہلفظ الخیث، صفحہ ۲۵، معیار)

۴۹..... عیسیٰ کامل شریعت نہ لایا تھا..... الخ۔ (دافع البلاء، پمٹل بیچ مرزا کی کتاب، صفحہ ۲)

اقول: اب تو پروردگار کی شریعت بھی نا تمام اور ناقص ہو گئی اس سے ضعیف تر اور کفر کیا ہے؟
۵۰..... مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یعنی یحییٰ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام ”حصود“ رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

۵۱..... اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ ”انجام آتھم“ صفحہ ۷ میں اس طرح لکھا آپ کا کج خریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کج خری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (ہلفظ الخیث)

اس رسالہ میں تو صفحہ ۴ سے ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب جلے دل کے پھپھو لے پھوڑے ہیں، اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان، اسرائیلی، شریر، مکار، بد عقل، زنا نے خیال والا، فحش گو، بد زبان، کنیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں دینے والا، بد قسمت، نرافرمی، پیر و شیطان وغیرہ خطاب اس

۱۔ اہل دہال نے دیئے۔ (قبر الدیان از مولانا صاحب فاضل بریلوی مد فیضہ)

اقول: اے مسلمانو ذرا خیال کرو کہ یہ یکو اس مرزا قادیانی کا کیسا برا ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص حدیثی اور رسول ﷺ اور جمیع مسلمانوں سے کچھ شرم و حیا نہیں کرتا بلکہ اس کو حیا بالکل نہیں بھائی کتاب کفر نصاب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

۱۔ حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔

۵۲..... صفحہ ۷ میں لکھا اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مر مرہرب کے کچھ نہ تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ (ہلفظ الخیث)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے قہار کا کیسا حلم ہے کہ رسول اللہ کو با حیلہ اور بے نیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ کیسا ظلم ہے، مسلمانوں کی اذیت دیکھ کر ایسے ظالم کو اس کی جزا دے گا لا لعنة الله علی الظالمین وہ پاک کو آری مریم علیہ السلام کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لیے قادیانی خدائی نے اس کے لیے دادیاں بھی گنا دیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے بھائی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں ظاہر ہے کہ داوا، دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اسی کے ہوتے ہیں جس کے لیے باپ ہو جس کے نطفے سے وہ بنا ہو پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں آج قرآن عظیم کی تکذیب اور مریم طیبہ طاہرہ کو سخت گالی ہے لا لعنة الله علی الکافرین۔

۵۳..... وہ مرزا اپنی کتاب ”کشتی ساختہ“ کے صفحہ ۱۶ پر بکتا ہے مسیح تو مسیح میں اس کے

چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدمہ سمجھتا ہوں۔ اور خود ہی اُس کے نوٹ میں لکھا۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ (ملفوظ اٹھیت)

اقول: دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں ایک بڑھی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صرت کفر میں صرف ایک پادری کے لکھے جانے پر اعتماد کیا۔ اللہ واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنی زُمل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

۵۴..... ”اعجاز احمدی“ صفحہ ۱۳ پر صاف بک دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔

۵۵..... بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ (ملفوظ اٹھیت)

اقول: یہاں پر تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف پر بھی اعتراض جڑ دیا وہ قرآن ایسی بات بتا رہا ہے کہ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

۵۶ و ۵۷..... نیز اسی صفحہ پر لکھا ہے کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔ ان کی اکثر پیشینگوئیاں غلطی سے پڑیں۔

اقول: یہ بھی صراحتہ نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔

۵۸..... کیونکہ قادیانی اپنی کتاب ”پر غائب“ کشتی ساختہ“ صفحہ ۵ پر بکتا ہے ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں مل جائیں۔ اور دافع الوسادس، صفحہ ۳ پر بکتا ہے کسی انسان کا اپنی پیشینگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ ”ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۲۷“ پر بکا ”کیا

میں کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔“ صفحہ ۷ اپنی کتاب ”کشتی ساختہ“ میں بکتا ہے کہ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیشینگوئی جو میرے لئے ملی ہو اسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔

نفیر کہتا ہے کہ مرزا نے اپنے لیے تو یہ عزت ثابت کر لی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے سوائے رسوائی کے کوئی عزت نہیں جو جو پیشینگوئیاں مرزا کی خلاف اور غیر صادقہ تھیں اور مرزا ایمان رکھتا تو شرمندہ ہوتا مگر بے ایمان کو شرم کہاں، میں ہی دو چار سنائے دیتا ہوں۔

۱..... عبد اللہ آتھم کی نسبت موت کی پیشینگوئی کر کے سخت جھوٹا ہوا۔

۲..... ایک مولوی کی نسبت اشتہار میں شائع کر دیا کہ اگر میں سچا ہوں تو میرے سامنے وہ مر جائے گا اور امید ہے کہ میرا پروردگار ایسا ہی کرے گا پس وہ تو زندہ رہا اور خود مرزا مر گیا اس کے جھوٹے ہونے پر یہی اس کے دو فیصلے دعا کے شاہد ہیں مگر مرزائی اس کو خیال نہیں کرتے۔

۳..... مرزا نے ایک الہام اشتہار میں چھاپ دیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی نکاح میرے ساتھ ہوگا لڑکی کے اولیاء کو نا منظور ہوا تو مرزا نے چند لاطائف الجلیل طبع وغیرہ ان کو راضی کرنا چاہا وہ راضی نہ ہوئے۔ بعدہ مرزا احمد بیگ کے رشتہ داروں کو خط لکھے کہ تم اب اس امر کی کوشش کرو ورنہ میں سخت شرمندہ ہو جاؤں گا جب ادھر سے بھی کام نہ چلا تو مرزا کے چھوٹے بیٹے فضل احمد کے نکاح میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ زادی سہماۃ عزت بی بی تھی اس کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے ماموں مرزا احمد بیگ سے کہہ کر اس کی

بٹی محمدی کا نکاح میرے ساتھ نہیں کرواؤ گی تو جس روز کہ محمدی کا نکاح کسی غیر سے ہو اسی روز تم کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوادوں گا۔ بعدہ عزت بی بی نے اپنے والدین اور ماموں کو لکھا مگر خدا کو تو اسے جھوٹا کرنا تھا انہوں نے کذاب کی ایک نہ سنی اور بڑے زور شور کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہو گیا۔ اب اس نے اپنے بیٹے فضل احمد سے کہا کہ تم اپنی عورت عزت بی بی کو طلاق دیدو اس نے انکار کیا اور مرزا نے اس کو عاق کر کے ورثے سے محروم کر دیا جس کا پورا قصہ دلچسپ ”کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی“ میں ہے۔ اس قصہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خوب شہوتی اور نفسانی تھا اور کس قدر ذلت اس کو خلاف ثابت ہونے پر ہوئی۔

۴..... مرزا نے دعا کی تھی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔

۵..... پھر الہام ہوا کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا کہ جس سے تو میں برکت پائیں گی زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن سولہ (۱۶) ماہ کا ہو کر گناہ اور بے برکت مر گیا اور اپنے باپ ملہم کو کاذب بنا کر التاداع جگر پر دھڑ گیا۔

۶..... مرزا کا الہام کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (صفحہ ۱۳۳، ازالہ) اس کے برعکس ہوا، سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوئی لوگوں کے دلوں میں غایت شدت کی دشمنی پڑ گئی۔ اگر اسی کا نام عزت و محبت ہے تو یہ مرتبہ مرزا سے بدرجہا بڑھ کر ابلیس کو حاصل ہے۔ یہ پیشگوئیاں اس کی مشتی نمونہ خرواری کا مضمون ہے۔ اگر پوری پیشگوئیاں جو غلط نکلی ہیں بیان ہوں تو دفتر

نہ ہائے۔

۵۵..... کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ ”اربعین“ نمبر ۲، صفحہ ۱۳ پر مرزا نے بکا۔

فقیر کہتا ہے کہ جو اولوالعزم مرسلین میں سے تھے وہ کامل مہدی نہ ہوئے اور ایک اور غدار، بے شرع، تارک الصلوٰۃ، تارک الصوم، تارک الحج، شہوانی نفسانی شیطانی ایالات والا کامل مہدی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام جبکہ اس کج بحث کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھا تو مہدی کیسے ہوتا جیسے کہ اسے مرزا نے اپنی کتاب ”مواہب الرحمن“ کے صفحہ ۱۲، ۱۳ پر صاف طور پر بک دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا۔

۶۰..... لو قدر الله رجوع عيسى الذي هو من اليهود لرجع العزة الى تلك القوم۔

اقول: یہ تو ظاہر بات ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے، نسب کا نام نہیں ہے۔ کیا مرزا جو پادریوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔ اے مسلمانو! اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عدو اللہ اور عدو الرسول نے صاف کافر کہہ دیا اب تو کچھ باقی نہ چھوڑا وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس معظم نبی کے کفر کے مقدمات متفرق کر کے لکھے، دیکھو اپنی کتاب پر عذاب ”کشتی ساختہ“ کے صفحہ ۱۸ پر بکتا ہے۔

۶۱..... جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ (لفظ اٹھیت)

اقول: دیکھو! کیسا صاف بک دیا کہ جس کو خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اس کو خدا پر ایمان نہ تھا۔ اور کیا کافر کہنے کے سر پر سیٹنگ ہوتے

ہیں۔ الا لعنة الله على الظالمين۔ مگر الحمد للہ خدا نے آفتاب کی طرح سارے زمانہ کو دکھادیا کہ مرزا ہی ہمیشہ رسوا ہوا۔ کیا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ خدا سے کافر تھارسلوں سے کافر تھا۔ الا لعنة الله على الكافرين۔

۶۲..... احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔ (از صفحہ ۳)

اقول: دیکھو! وہ ظاہر باہر معجزہ جس کو قرآن عظیم نے تعظیم کے ساتھ بیان کیا اور آیت اللہ تھہر ایا۔ قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ پھر اسے ازالہ اوہام صفحہ ۴ میں بکتا ہے۔

۶۳..... ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ (بلفظ الخلیف)

فقیر کہتا ہے کہ یہ کہہ کر (کہ کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا) تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کر دیا۔

۶۴..... پھر صفحہ ۵ میں بک دیا، زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھانہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

اقول: یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود ہے معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب ہے قرآن پاک تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ ﴿إِنِّي

أَنَا رَسُولُ اللَّهِ أَنبِئْتُكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَانْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنْبِئْتُ الْأَكْمَهَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنْبِئْتُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ”بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتے ہیں اور میں تجکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے ہو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو“۔ ﴿وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَانظُرُوا إِلَهُ وَأَطِيعُوا﴾ ”میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات

۱۔ فقیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس (۵۰۰۰۰) ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو ان کی طاقت رکھتے خود آتا اور چونکہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور ملحق دعا ہی کیا کرتے تھے۔ امام علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یا عیسیٰ یا فیوم کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرتے تھے مگر یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ بعد ازاں ہونے کے میرے رسول ہونے پر ایمان لانا ہو گا۔ ص ۱۳

۲۔ جو جو لوگ زندہ ہوئے ہیں ان میں سے ان میں سے چار شخص ذکر کیے ہیں۔ عازر، بیلان کا بیٹا اور عاشر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام۔ سوائے سام بن نوح کے سب کے سب دنیا میں زندہ رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔ بعد مر جانے عازر کے اس کی بیٹی عازرہ علیہ السلام سے آکر کہا کہ تمہارا دوست عازر فوت ہو گیا ہے پس تم ان کا راستہ طے کر کے گئے دیکھا تو وہ مر گیا تھا اس کی قبر پر جا کر دعا کی عازر زندہ ہوا اور اس کی اولاد بھی ہوئی اور ان کے بیٹے عازر کا بیٹا کہ وہ مر گیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور دعا کی پس دعا پائی چار پائی پر اٹھ بیٹھا اور لوگوں نے اس کو اپنے کانڈھول سے اتار کر اس نے نکلنے اور کر اپنے کپڑے پہن لیے اور مکان میں آیا اور زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی ہوئی اور عاشر کی بیٹی بھی ایک شخص لوگوں سے عسریا کرنا تھا اس کی بیٹی مر گئی اور عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی پس وہ زندہ ہو گئی اور اس کی اولاد بھی ہو گئی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلے اور آدھا سرا نکا سفید ہو گیا تھا بچہ خوف قیامت کے اور دعا نکال اس زمانے میں لوگ بڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کیا قیامت ہو گئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لیے دعا کی ہے پھر ان سے مر جانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مردوں کو شریط یہ ہے کہ موت کی تختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی تختی نہ ہوئی۔ (تفسیر باب الاول، ج ۱، ص ۲۲۸)

لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔“ اور مرزا قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے کہ ان کو اپنے معجزات سے انکار ہے۔ کیوں مسلمانوں! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانوں! جو قرآن پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے بخدا ضرور کافر ہے۔ (فقہ الدیان علی مرتد بغادیان، للفاضل البریلوی

الشیخ احمد رضا خان مجدد المائۃ الحاضرۃ)

۶۵..... اسی قادیانی نے ”ازالہ شیطانی“ میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو پیٹ بھر کر رسول اللہ و کلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ و کلام اللہ سے وہ مسخر گئیں کہیں جن کی حدود نہایت نہیں صاف بک دیا کہ جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ بھی کر لیتے تھے اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

۶۶..... بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ عمدے ہیں۔

۶۷..... وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا۔

۶۸..... عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھی یعنی مستری کے ساتھ لکڑی اوہے کا کام کیا تھا۔

۶۹..... اس سے یہ کلیں بنانا آگئیں تھیں۔

۷۰..... عیسیٰ کی سب چالاکی مسمریزم سے تھی۔

۷۱..... وہ جھوٹی رونق تھی۔

۷۲..... سب کھیل تھا ابو لعب تھا۔

۷۳..... سامری چادوگر کے گوسالے کی مانند تھا۔

۷۴..... بہت مکروہ اور

۷۵..... قابلِ نفرت کام تھے۔

۷۶..... اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

۷۷..... عیسیٰ ہدایت کرنے میں بہت ضعیف۔

۷۸..... اور نکمنا تھا۔

وہ ناپاک عبارات مزخرفات یہ ہیں: انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک محسّس سماوی جس میں انسان کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو عارف عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ ﴿صَرَخَ صُمُرَدٌ بَيْنَ قَوَارِيْوَ﴾ بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھاتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔ سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی قل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں گلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانے میں بھی اکثر صنّاع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں گلن کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال

نے نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزم کے طریق سے بطریق لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم میں ایسے عجائبات ہیں۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھائے کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔ سلب امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج، مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کالمین ایسے علموں سے پرہیز کرتے رہے ہیں اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بحکم الہی اس عمل مسمریزم میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمایوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گوسچ جسمانی بیماریوں کو اس عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے پھونک میں دبی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کام افتداری

الہی پر دکھاتا تھا خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فرد بشر میں ہے مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بیقدار تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعض بعد کے زمانے میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔ اچھی

(بلفظ اظہیت، الخبث للعین الملعون)

فقیر کہتا ہے کہ اے مسلمانوں دیکھو! کہ اس دشمن اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کو کیسی سخت گالیاں دی ہیں۔ ان کے معجزے کو صاف کھیل بنا دیا اور کہا کہ لہو و لعب و شعبدہ و حرتھا۔ برص والے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عمل مسمریزم کا تھا۔ اور معجزہ پرند میں تین احتمال پیدا کیے۔ بڑھی یعنی نجار کی گن یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اس کو صاف سامری کا پھڑا بنا دیا بلکہ اس سے بھی بدتر کہ سامری نے جو اسپ جریل کی خاک سم اٹھائی وہ اسی کو نظر آئی دوسرے نے اس پر اطلاع نہ پائی مگر مسیح کا کام ایک ایسا دست مال اور مشہور تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔ مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے تالاب کی کرامات شہرہ آفاق تھی تو اللہ کا رسول یقیناً اس کا فرجادوگر سامری سے بہت کم رہا اور جب کہ مسیح کے وقت میں ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہوا۔ اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں پھر اسلام باقی ہے؟ مرزا تو یقیناً قطعاً کافر مرتد اور (ان شاء اللہ القہار) مخلد فی النار حزیق النیران ہوا ہی ہے مگر اندھے وہ لوگ ہیں جو قدرے اردو فارسی عربی پڑھ کر

زعمی مولوی ہو کر مرزا کے ان صریح کفریات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسے شخص نالائق کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے۔ کلام اللہ کی تصدیق و تکریم کرے۔ کیا ایسے نالائق مولویوں کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص مخالف ضروریات دین کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے من شک فی کفرہ وعذابه فقد کفر جب تکذیب قرآن پاک و شتم انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرا تو خدا جانے فرقہ آریہ و ہنود و نصاریٰ و یہود نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں؟ شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے نہ کوئی کافر تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ کو ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ (قہر الدیان علی مرتدہ دیان لحدوی واستادی و مرشدی الشیخ احمد رضا خان الفاضل البریلوی مجدد المذہب الناصریۃ عم فیضہ)

۷۹..... میر معراج حضرت ﷺ کو اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ملفوظ الخلیفہ صفحہ ۴۷، ازادہ ام)

اقول: اب تو حضرت ﷺ کی صاف صاف اہانت کر دی جو کفر ہے۔ کیونکہ جو کوئی پیغمبر خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیمہ صفحہ ۲۶۱ و ۱۷)

مسئلہ: ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔

(ملفوظات شہان القروس صفحہ ۳۳۰، سطر اوپر دیکھ کر کتب عقائد و مالابد میں صفحہ ۱۵۸)

مسئلہ: جو کوئی پیغمبر ﷺ کے بال مبارک کو بانٹ لیا یا ہاتھ کہے وہ کافر ہے۔ (مستطابہ تعلیم، صفحہ ۱۱)
 مسئلہ: جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جناب رسول ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کافر ہے بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ (ملفوظ صفحہ ۳۱، احسان انفرادی) معلوم ہوا کہ مرزا کا ایمان

۱۔ لفظ کثیف کا ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۲۰ میں موجود ہے۔ ۱۲

فاسفیوں کی فضیلت خواری ہے۔

۸۰..... حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام وحی غلط نہ کی تھیں۔ (ملفوظ الہیہ، ص ۶۸۸، ازالہ اہام)

۸۱..... اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ یہ ہو رہی ہے کہ جو ہونے کسی نمونہ کے موافق متکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کلی ہو اور نہ یا جوج ماجوج کی اصلیت تک وحی الہی نے خبر دی ہو اور نہ دلیۃ الارض کی ماہیت کما جہی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو (صفحہ ۶۹، مازالہوام)

فقیر عرض کرتا ہے کہ آگے چل کر جواب اس کا وہ ان شکن قادیانی قلعن دیا جائے
 ب۔ یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ معاذ اللہ محمد ﷺ سے علم مرزا کا زیادہ ہے جو چیز احکام دین میں
 حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے وہ مرزا جانتا تھا۔

۸۲..... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی نہیں پہنچ سکتا پس اس جسم کا کرۂ آفتاب و ماہتاب تک پہنچنا کس قدر غرض خیال ہے۔ (ملفوظات امجدیہ، ج ۴، از ادارہ اہام)

اقول: جس کا نام مشہور ازالہ اوہام ہے مگر اس پر ازالہ اوہام ہی صادق ہے بلکہ وہ حقیقۃً ازالہ اوہام ہے۔ مطلب یہ کہ نہ عیسیٰ علیہ السلام پر گئے اور نہ رسول اللہ ﷺ کا شب معراج میں آسمان پر جانا ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے عقیدے سے:

۵ ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی

حیف امامت بلکہ نبوت کا جہ اور دستار مرزا نے اتار کر پھینک دیا اور فلسفے کے ڈر کے مارے سرسید احمدی آرام کرسی کے تلے جا چھپا۔ افسوس کہ مرزا یقیناً مان رہا ہے کہ حضرت یونسؑ تین (۳) رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح تہلیل کرتے زندہ رہے اور پھر صحیح سلامت

۸۶..... سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول

۸۸..... بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو بھی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ (جلفظ اظہیہ، صفحہ ۱۴، ازالہ)

اقول: تو محمد ﷺ دوسرے پیغمبروں کی وحی اور الہام کا کیا اعتبار ہے جب کہ وحی ان کی سمجھ میں ہی نہیں آ سکتی تھی۔

۸۹..... ایک بادشاہ کے وقت میں چار نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ (صفحہ ۶۲۹، اردو) **اقول:** یہ اس دجال کا کذب ہے پیغمبروں کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔

۹۰..... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (صفحہ ۶۸۳، اردو)

اقول: اللعنة الله على الكاذبين تم کو تو خاک بھی معلوم نہیں ہوا جب کہ تیرا خدا عاچی گو بر کا یا ہتھی دانت کا خدا تجھے عیسیٰ نو ماہہ شراب انگوری یا عیسیٰ دہقان پر انگریزی عبرانی زبان میں الہام نازل کرتا ہے۔

مرزا "براہین احمدیہ" کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہام درج کر کے لکھتا ہے کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کا خدائے ملہم ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو محض فضول بے سود الہام کرتا ہے جس کا مطلب دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ خوب ہوئی، جو الہام ہوتا ہے وہ مرزا کی سمجھ ہی میں نہیں آتا اور نہ کوئی انگریزی دان ہوتا ہے جو ترجمہ کر کے مرزا کو سنائے تاکہ مرزا تعیل احکام کریں۔ عجیب الہام ہیں کہ مرزا جن زبانوں سے کورا اور نابلدہ ہے اس کا خدا اس زبان میں الہام اتارتا ہے اس سے مرزا کے خدا کی جہالت اور بے علمی ثابت ہوئی کیونکہ اگر مرزا کا خدا جانتا تو اس کو انگریزی، عبرانی یا بعض عربی الفاظ میں جن کو مرزا نہیں جانتا الہام نہ کرتا۔ کیا یہی الہام قطعی ہیں جن کو نہ مرزا سمجھتا ہے اور نہ غیر کو سمجھا سکتا ہے؟ انہیں الہامات پر ادبیات بک کر مسخ موعود بننا چاہتا ہے اور ایسے ہی الہاموں کی تلقین کر کے دن رات دین

پر مری کر رہا ہے: ع

مرزا کے کتب ست وائیں ملا کار طفلان تمام خوابہ شد

بقیہ توہینات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱..... یسوع (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور غطر ملوایا۔

(ملخصاً صفحہ ۳۶، ۳۵، رسالہ نور القرآن)

۹۱..... مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کہ کتنے کیڑے مارے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ (ملفظ الخیث صفحہ ۷، جنگ مقدس مرزا کی کتاب)

اقول: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا لوگوں کے واسطے نشان ہے اور رحمت۔ مرزا کی نظر میں قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا **وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا** (سورہ مریم)

۹۲..... مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (ملفظ الخیث، صفحہ ۱۰۲، انجام آتم) فقیر کہتا ہے کہ کشلیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے جس کو ہندو لوگ اوتار پر میشر (لدا) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ لکھتے ہیں اور پیدائش اس کی ہندوستان، مقام (دوہیہ) میں ہوئی۔

پس مرزا صورت انسان میرت شیطان کے اس قول کا لبول کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزدیک اللہ اور رسول کے ایک ہندو راجہ سے وقعت اور عزت میں کم تھے۔ پروردگار ایسے عقائد پر مکائد سے مسلمانوں کو پناہ دے۔

مرزا قادیانی کے عقائد سب اہل اسلام کے مخالف ہیں

مرزا کے خدا کا پتا نہیں چلتا کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب ”براہین احمدیہ“ میں لکھتا ہے۔ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)

(ملفوظات صفحہ ۵۵۶)

اقول: اصل الہام زبان عربی میں مرزا کا یہ ہے رب اغفر وارحم من السماء ربنا عاج (ملفوظات صفحہ ۵۵۵، براہین احمدیہ)

ثم اقول: معنی اس عربی کے یہ ہیں کہ (اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر۔ رب ہمارا عاج ہے) مرزا نے ترجمہ میں عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے اب یا تو اس نے اسے ناقص ٹھہرایا ہے یا پائے نسبت ہے۔ مرزا اگر چہ اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے مگر لفظ کے معنی واضح ہیں پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مرزا کا معبود جو اسے وحی بھیجا کرتا ہے اونٹ ہے، گلے سے آواز نکالتا ہوا یا مونہ کھولے ہوئے یا چہرہ سکوڑے ہوئے یا بدخواونٹ۔ اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ مرزا کا معبود ہاتھی کی ہڈی کا ہے جو امام محمد و امام شافعی کے نزدیک سوز کی ہڈی کی طرح نجس ناپاک ہے یا گو بر کا ہے۔ مرزائیوں کو مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا کیا معقول ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کسی چھوٹی موٹی لغت کی کتاب کے دیکھنے پر قادر نہیں ہے کہ عاجی کے معنی جان لیتا اگر مرزائی کہیں کہ الہامی الفاظ کے معنی وہی ہو سکتے ہیں جو خدائے ملہم بتائے کتاب، لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے لغت کے دیکھنے کا حکم ہے تو اس کا جواب ان کو مرزا ہی کی کتاب سے دیا جاتا ہے۔

”براہین احمدیہ“ صفحہ ۳۳۸ پر لکھا ہے اور یہ الہام اکثر معظلمات امور میں ہوتا ہے کبھی اس میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے

۱۔ (ملفوظات)

اقول: مرزا ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت سے الگ کر نہ کیے اور کیوں کہہ دیا کہ ”اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ الکذب قد یصدق مرزا کے ملہم ابلیس نے یہ سچ لفظ ان پر القاء کیا اور بے معنی سمجھے آپ کے قلم سے نکل گیا جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر خداوند کی حکمت ہے کہ مرزا ہی کے قلم سے اس کے معنی سچ نکل گئے۔ میں اب معتبر کتابوں سے ”عاجی“ مرزا کے خدا کے معنی جان کیے دیتا ہوں۔

قاموس میں ہے العجوة ان توخر الام رضاع الولد عن مواقیتہ وقد عجنہ وعجا البعیر رغا وفاه فتحة و وجهہ زواہ وامالہ والبعیر شرس خلقہ ای میں ہے العاج الزبل والناقۃ اللینۃ الاعطاف وعظم الفیل۔ منتخب میں ہے:

استخوان فیل

۱۔ ناقہ کہ جائے خواب اور نرم باشد

۲۔ کلمہ کہ بدان شتر نند

۳۔ سرگیں ۴۔ مفتلی ۵۔ راہزن (مختب الفات“ صفحہ ۳۰۳، ملفوظات)

”مجمع البحار“ میں ہے واما العاج الذی هو عظم الفیل فنجس عند الشافعی۔

پس لفظ عاجی کے معنی وہ معانی ثابت ہو گئے جن کو ہم نے بیان کیا اور ختمی

کارروائی مرزا کی اب تک ہوئی سب خاک میں مل گئی اور برباد ہو گئی۔

میرے خیال ناقص میں ہے کہ شاید یہ صفحہ ۵۵۶ ”براہین احمدیہ“ کا کسی صاحب علم کے زیر نظر نہیں آیا ورنہ پہلے ہی سے سب جھگڑے بکھیرے طے ہو جاتے۔ جب مرزا کا خدا (عاجی) بدخواہی یا باغی کی ہڈی کا یا گوبر کا ہے تو اس کے الہامات مندرجہ بالا کے کیا معنی ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے؟ یہ کہ مرزا یا تو بے عقل ہے کہ ”لایدری ما یخرج من راسہ“ یا بھگم ”المکذوب قد یصدق“ کبھی کبھی سچ حال بتا دینے کی بھی لٹک اس کو آ جاتی ہے یا اس کا ملہم معلم الملوکوت ہے اس سے چھچھلیاں کھلتا اور اسے مسخرہ بناتا ہے۔ یہاں تو مرزا نے اپنے معبود کی حقیقت بتانے کو لفظ بتایا اور معنی سے انکار کیا۔ اپنے عیسیٰ بننے کی حقیقت کھولنے کو لفظ عیسیٰ کے اور اطلاقات کی توجہ دلائی ہے، لکھتا ہے کہ

مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ ”برہان قاطع“ میں حرف عین میں ہے کہ عیسیٰ وہقان، کنایہ شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نو ماہہ اس خوشہ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نو ماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بیجا بااس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک ناپاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔

(بلفظ صفحہ ۱۲۰ کتاب نشان آسمانی تھیف مرزا)

یعنی میں نے اگر اپنے آپ کو عیسیٰ کہا کیا اپنا ہوا عیسیٰ تو شراب کو کہا گیا ہے جو مثل پیشاب کے نجس العین ہے۔ ایسے ہی ایک دوسرے نجس کو بھی عیسیٰ کہا تو کیا گناہ ہو

اور اتنی بدخواہی یا باغی کی ہڈی یا گوبر کی ساخت کا معبود اگر وحی بھیجے، اپنا نبی بنائے تو ضرور ایسے ہی کو جس پر اطلاق عیسیٰ کی سند میں پیشاب کی طرح نجس العین چیز پیش کی جائے۔ پس میری طرف سے علماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ مرزا کے خدا عاجی اور شراب کی طرح اس کے نام عیسیٰ پر ہرگز غصہ نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ مرزا کا نام عیسیٰ شراب انگوری اس کی رہائش قادیان ”حرص والی“ اور اس کی الہامی کتاب انجیل ”انجام حکم“ مع ضمیمہ مرزا اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

انصار: رسول اکرم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار ہے اور حضرت کے جسم اطہر انوار کو کثیف کہہ دیا جو ضد ہے لطیف کی۔ حالانکہ اپنی الہامی کتاب ”براہین احمدیہ“ میں لکھا ہے کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الہی سے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باوجود خاتم الانبیاء کا گن انوار بن گیا۔ (بلفظ صفحہ ۱۸)

اقول: دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا تھا کہ حضور کا جسم کثیف تھا اور یہی بکتا رہا اپنی متعدد تصانیف میں مگر حضور پر نور حیات النبی ہیں اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جو دشمن حضور کا بدگوئی کرتا ہے ایک کبھی اس کے منہ سے حق بات یعنی حضور ﷺ کی صفت صادقہ نکل ہی جاتی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی توینا کسی نبی ﷺ کے میلے پٹروں کو لے کر کہے تو کافر ہو جائے گا چہ جائے کہ حضرت کے جسم الانوار کو جو ”یوری خلفہ کما یوری من قبلہ“ جو سامنے اور پس پشت سے برابر دیکھتے تھے اور مگس تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اور اسی لیے سایہ بھی جسم اطہر کا نہ تھا کثیف کہہ دے۔ اب میں مجددہ تعالیٰ مرزا پر اسی کی کتاب سے حکم کرتا ہوں کہ وہ فاجر ہے۔ مرزا نے دیباچہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے

حضرت علیؓ کی مدح میں: نعر

نور شان یک عالمی رادو گرفت تو ہنوز ای کور در شور و شرے
لعل تابان را اگر کوئی کثیف زین چہ کاہد قدر روشن جو ہرے
طعنہ بر پا کان نہ بر پا کان بود خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے
لیجئے یہاں اپنی ہی مسلمہ مشتبہ دلیل سے مرزا جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا حضرت
علیؓ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہنے کے سبب سے خود ہی فاجر ہو گیا۔ نعر

چوں خدا خدا کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد
ضمناً اتنا بھی یاد رہے کہ مرزا کی گراہی سے کوئی دھوکا نہ کھائے۔ اہلسنت
وجامعت کے نزدیک حضرت علیؓ کو کوئی بار معراج ہوئی ایک بار جسم مبارک کے ساتھ اور
باقی روح مبارک کے ساتھ۔

تفسیر السراج المنیر، جلد دوم، طبع مصر، صفحہ ۲۲۵ میں ہے: والاکثرون علی
انہ اسری بجسده فی الیقظۃ وتواترت الاخبار الصحیحۃ علی ذلک.....
الخ۔ تفسیر روح البیان، جلد ثانی، صفحہ ۳۹۰ میں ہے: وعروجه بجسده الی الملاء
الاعلیٰ..... الخ حضرت علیؓ کا آسمانوں پر تشریف لیجانا جسم مبارک ہی کے ساتھ ہوا ہے۔
روضۃ الاحباب، صفحہ ۱۷۱ میں ہے: آنچہ معظم سلف وخلف برانند آنست کہ
معراج آنحضرت در بیداری بودہ بروح وجسد۔ اس کتاب میں دلائل بھی
مذکور ہیں۔ مظاہر حق، جلد چہارم، صفحہ ۵۵۳ میں ہے: اور تحقیق یہ ہے کہ معراج آنحضرت
علیؓ کو ایک بار جاتے میں ہوئی ہے ساتھ بدن شریف کے اور یہی ہے مذہب جمہور فقہاء
اور متکلمین اور صوفیہ کا۔ تفسیر رؤی، صفحہ ۱۲۱ میں ہے: جلد اول لیکن صحیح یہ ہے کہ روح اور جسد

سے ملتی ہے۔

زاد المعاد، صفحہ ۳۰ میں ہے: ثم اسری برسول اللہ ﷺ بجسده علی
الصبح۔ جلد اول۔ مطبع نظامی کاپور، طریقہ محمدیہ، صفحہ ۲۳۱، مطبوعہ مصر میں ہے،
والمعراج لرسول اللہ ﷺ فی الیقظۃ بشخصہ حق۔ وہی شرح صفحہ ۲۳۱ ای
مصورۃ الجسمانیۃ لا بالروح فقط کما زعم۔ اور اس شرح کے اسی صفحہ میں ہے
والحق اسراء واحد بمجموع روحه وجسده یقظۃ وهو مذهب الجمہور
من المحدثین والفقہاء والمتکلمین الخ۔ تفسیر روح البیان، صفحہ ۳۹۰، جلد ثانی میں
ہے: قال الکاشفی آنا نکہ درین قصہ ثقل جسد مانع دانند از صعود
ارباب بدعت اند ومنکر قدرت اسی صفحہ میں ہے: قال الشیخ الاکبر قدس سرہ
ان معراجہ علیؓ اربع وثلاثون مرة، واحدة بجسده والباقی بروحه۔ الخ

جو شخص ان معتبر تفسیر پر ایمان لایا ہوا ہے، وہ تو ہرگز ہرگز شک نہ کرے
کہ حضرت علیؓ کی معراج جسمی میں صاف فرما رہے ہیں کہ اسی جسم مبارک کے ساتھ
ہواری میں ایک بار آسمان پر تشریف لیجانا حق ہے۔ پس حق کے مقابل باطل ہی ہے۔ جو
کہ کہ بوجہ شافت جسم معراج جسمی کے قائل نہیں ہیں جیسے مرزائی۔ وہ گمراہ اور پروردگار کی
قدرت کے منکر ہیں۔ پروردگار ہدایت کرے کہ صحیح حدیثیں صحاح ستہ میں بھی نہیں
ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی اہانت کے سبب سے ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ روز روشن ان کے
آگے شب دیکھ کر کی طرح سیاہ ہو رہا ہے۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود اس کی قائل نہیں ہیں کہ اسی جسم مبارک سے معراج
الی بلکہ کہتی ہیں کہ وقت معراج کے نبی ﷺ کا جسم مبارک نہیں غائب ہوا تھا۔ صحیح بخاری

میں ہے عن عائشة ما فقد جسد رسول الله ﷺ..... لیج پس اس سے اور دوسری دلیل جسم مبارک کے نہ جانے کی کون سی ہوگی؟

جواب: اس امر کی تحقیق یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دیتی ہیں کہ رسول اللہ کا جسم گم نہیں ہوا تھا، بلکہ سنی سنائی کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ وقت معراج کے نبی نبی عائشہ، رسول اللہ کی زوجہ نہیں تھیں۔ اور نہ کسی بات اور قصہ کے ضبط کرنے کی عمر رکھتی تھیں اور شاید کہ اس وقت تو حضرت عائشہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔

یعنی بخاری، صفحہ ۲۲۹، جلد ۷ میں ہے وذہبت طائفة النبی ان الاسراء بالجسد یقطعة الی بیت المقدس والی السماء بالروح والصحيح انه اسرى بالجسد والروح فی القصة کلها وعلیه يدل قوله تعالى ﴿سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بَعْدَهُ﴾ اذ لو کان مناما لقال بروح عبده ولم یقل بعبده ولا یعدل عن الظاهر والحقیقة الی التاویل الا عند الاستحالة وليس فی الاسراء بجسده وحال یقطنه استحالة وقال ابن عباس هی رؤیا عین راها لا رؤیا منام. واما قول عائشة ما فقد جسدہ فلم تحدث عن مشاهدة لانها لم تکن حینئذ زوجہ ولا فی سن من یضبط ولعلها لم تکن ولدت فاذا کان لک تكون قد حدثت بذلک عن غیرها فلا یرجح خبرها علی خبر غیرها. وقال الحافظ عبد الحق فی الجمع بین الصحیحین وما روی شریک عن انس انه کان نائما فهو زیادة مجهولة وقد روی الحفاظ المتقنون والائمة المشهورون کابن شہاب وثابت البنانی وقتادة عن انس ولم یات احدهم بها وشریک لیس بالحافظ عند اهل الحديث۔ اسی

اور اس سے پیشتر بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ شکل بدن مانع ہے عروج سے، مگر اس کا جواب یعنی بخاری نے اس طور سے دیا ہے کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔

اول قسم ارواح کی وہ ہے جو کہ مکمل رہیں صفات بشریہ کے ساتھ۔ اور ان پر حیوانی قوتیں غالب ہیں، وہ ارواح عوام کی ہیں جو بالکل عروج اور ترقی کو قبول نہیں کرتے۔

دوسری قسم ارواح کی وہ ہے کہ جو قوت علمیہ اور نظریہ کے ساتھ کامل ہوں، وہ ارواح علماء کی ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جو کہ اخلاق حمیدہ سے کامل ہوئی اور ان کے ابدان اور اجساد صفائی اور طہارت سے تربیت اور پرورش پا چکے اور نفسانی قوتوں کو عبادت کی تکالیف اور محنتوں سے توڑا یہ ارواح ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں عابدوں اور زاہدوں کی ہیں۔

چہارم وہ قسم ہے ارواح کی جن کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے۔ قوت مدبرۃ للبدن اور قوت علمیہ، یہ ارواح انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی ہیں پس جیسے کہ ان حضرات کی ارواح کو کمال قوت حاصل ہے ایسا ہی ان حضرات کے ابدان کو قوت ارتقا اور ترقی اور بلندی کی حاصل ہے اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کا عروج ہوا آسمان پر اور سب انبیاء علیہم السلام سے قوت میں زیادہ ہمارے محمد ﷺ تھے لہذا اس قدر عروج ہوا کہ قاب قوسین اور ادنیٰ تک تشریف لے گئے۔

اور عبارت یعنی، جلد ثانی صفحہ ۲۱۰ کی یہ ہے: ومنها (ای من السوالات فی هذا المقام ای مقام المعراج) ما قبل کیف تصور الصعود الی السموات وما فوقها والجسم الانسانی کثیف قبل هذا اجیب بان الارواح اربعة اقسام:

(الاول) الارواح الكدرة بالصفات البشرية وهي ارواح العوام غلبت عليها القوى الحيوانية فلا تقبل العروج اصلاً.

(والثاني) الارواح التي لها كمال القوة النظرية للبدن باكتساب العلوم وهذه ارواح العلماء.

(والثالث) الارواح التي لها كمال القوة المدبرة للبدن باكتساب الاخلاق الحميدة وهذه ارواح المرتاضين اذ كسر واقوى ابدانهم بالارتياض والمجاهدة.

(والرابع) الارواح التي حصل لها كمال القرنين فهذه غاية الارواح البشرية وهي ارواح الانبياء والصدّيقين فكما ازداد قوة ارواحهم ازداد ارتفاع ابدانهم عن الارض ولهذا لما كان الانبياء صلوات الله عليهم قويت فيهم هذه الارواح عرج بهم الى السماء واكملهم قوة نبينا ﷺ فعرج به الى ﴿قَاب قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ .. الخ

قولہ: ”مرزا ازالہ اوہام“ میں بکتا ہے کہ جب چالیس ہزارفت کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ کیونکر اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے؟
..... الخ

یہی دلیل حضرت ﷺ کی معراج سے منکر ہونے کی بھی ہے جیسے کہ قبل اس سے اس کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

اقول: میں سخت متعجب ہوں اس مرزا کی عقل پر، کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت کا ماہ اور طاقت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل

باقس کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمایا یہ مرزا اس پروردگار کو دفع ایزاء ہوا پر قادر نہیں جانتا۔
اصحاب کہف کو کس طرح تین سو نو (۳۰۹) سال تک سلا یا اور قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی، جس میں انواع حیوانات موجود تھے، وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے؟
سورہ مریم میں باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِذْ رِيسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ یا کرو (اے محمد) حضرت ادريس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ چابی، اٹھالیا ہم نے اس کو مکان عالی پر، یہ تمام کتب تفاسیر اور اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادريس علیہ السلام پر زندہ اٹھائے گئے، اسی جسم غصری کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ وہی لفظ ”رفع“ کا ذکر یہاں بھی ہے۔

یہاں صرف حضرت شیخ اکبر محمد الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک مسئلہ فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں جن کی سند میں مرزا بھی اپنی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس، حضرت ادريس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے پیشتر نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھالیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف مبعوث فرمایا..... الخ۔ کیا اب بھی حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج اور صعود عیسیٰ علیہ السلام کا بحمدہ العصری محالات سے معلوم ہوگا؟ کیا خداوند کریم مرزا کا فلسفہ توڑنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اسی فلسفے نے مرزا کو بیوقوف اور سفیہ بنایا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بکتا ہے کہ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا اور حضرت محمد ﷺ کی شان میں بکتا ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس

تشریف لائے۔ الخ۔ مگر وجہ یہ ہے کہ مرزا میں اس کے خدا عاجی کی روح باتیں کرتی ہے جیسے کہ اس کا الہام ہے۔ اور اس کے مریدوں میں کسی معلم المملکت کی روح باتیں کرتی ہے۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سندہ پس کل آن ہم سندہ باشد کہ حکم الکل حکم الاکثرست
اعتقاد: فرشتے کوئی نہیں، جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ مرزا نے ”توضیح مرام“ صفحات ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۶۷، میں بکا ہے ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواح کو اکب نام زد کریں۔ درحقیقت یہ ملائکہ ارواح کو اکب اور سیارات کے لیے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ (ملخصاً بلطف الخفیت)

اقول: مرزا جبکہ فرشتوں کا منکر ہوا تو قرآن وحدیث کا منکر ہوا۔ ایمان تفصیلی میں فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ یہ خود قرآن شریف ہی کی آیت سے ثابت ہے۔

اعتقاد: جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔ (صفحہ ۲۸، ۷۰، ۸۵، توضیح مرام)

اقول: حضرت ﷺ نے صد ہادیثوں میں فرمایا ہے ”کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں“ اور یہ ایسا مشہور ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بھی جانتا ہے پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا جانا۔ نعوذ باللہ منہ

اعتقاد: قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق

استعمال کر رہا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۲، ۲۳)

اقول: یہ قرآن شریف کی عیب گوئی و عیب جوئی ہوئی اور یہ کفر ہے۔ واہ رے مرزا ایمان قرآن پر۔

اعتقاد: ”براہین احمدیہ“ (مولفہ مرزا) خدا کا کلام ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۵۳۳) مرزا نے لکھا ہے خدا تعالیٰ نے ”براہین احمدیہ“ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ اسی

اعتقاد: قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۴۸، ۵۰، ۵۱)

اعتقاد: قرآن شریف میں یہ عبارت انا انزلناہ قریباً من القادیاں موجود ہے۔

اقول: دیکھو مرزا کیا کہتا ہے۔

ہوئے: جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا۔ اس روز کشتی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریباً من القادیاں۔ تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید شاید قریب نصف کے موقع پر ہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ، قادیان۔ (بلطف الخفیت ملخصاً صفحہ ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱

کدعہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیونکر؟ مگر افسوس مرزا کے حافظہ پر پہلے تو قادیان کی نسبت اس طور پر بک چکا ہے۔

قادیان کا نام پہلے پشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب، حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔

(ملفوظ صفحہ ۷۷، ازالہ اوہام)

اور اب کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ مرزا نے یہ عیاری کی کہ امام مہدی تو کدعہ سے نکلے گا اور میرے گاؤں کا نام قادیان ہے کس طور پر مناسبت پیدا کی جائے؟ پس کہہ دیا کہ قادیان کی عربی کدعہ بنائی گئی حالانکہ قادیان تو خود عربی ہے پس مرزا کی کس بات یا الہام پر اعتبار کیا جائے۔ ”قادی“ بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے: قادت قادیۃ جاء قوم قدا قحموا من المادیۃ والفرس۔ قدیانا ”اسرع“۔

قادیان اس کی جمع ہے اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک۔ اس مناسبت سے میری تفصیل میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔

اچھا خیر اصل مطلب پر آتا ہوں مرزا اپنے اعتقاد بے بنیاد کے موافق ٹھیک ٹھیک پتہ دے دے کہ یہ آیت انا انزلناہ قریبا من القادیان کس پارہ؟ کس سورہ؟ کس رکوع میں ہے؟ مرزا اور تین سو تیرہ (۳۱۳) مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھائیں لیکن ہرگز دکھلا نہ سکیں گے۔ اس سے نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تنبیخ اور کم و بیش ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ بھی کم و بیش نہیں ہو سکتا۔

مرزا ہی کا الہامی حافظہ اس امر میں تحریر کردوں وہ خود ”ازالہ اوہام“ میں صفحہ ۱۳۸ ”لکھتا ہے کہ:

ہم ہشتہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب مادی ہے ایک شعبہ یا نقطہ اس کے شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہو سکتی، جو احکام قرآنی کی تہمید یا تنبیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور لحد اور کافر ہے۔ (ملفوظ)

افہول: مرزا اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مومنین سے خارج اور لحد اور کافر ہو گیا۔ کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مرزا کی ہر کتاب میں ایسے انارش اور تناقض موجود ہیں اس کا رد خود اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ اب میں اسی لفظ ”کدعہ“ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا جو چاہتا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ قادیان کی عربی ”کدعہ“ سے مراد قادیان ہے۔ پس میں مہدی ہوں۔ جو کدعہ یعنی قادیان سے پیدا ہوا ہوں۔

سو اس میں میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ لفظ کدعہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہ سے اصل حدیث میں گزرا ثابت نہیں، یہ مرزا کا محض دھوکا ہے اور اگر بغرض محال کہیں پایا بھی جائے، تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ صحیح لفظ حدیث کا کدعہ ہے۔ ک۔ د۔ ع۔ ہ سے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے۔ حافظ محمد لکھنوی اپنی کتاب ”احوال الاخرہ“ میں فرماتے ہیں جس کا اردو زبان میں مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن امام حسن علیہ السلام کو کچھ کر فرمایا کہ رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ ”یہ بیٹا میرا سید ہے اس کی پشت سے ایک مرد ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔“
 خصلت اس کی رسول ﷺ سے مشابہ ہوگی۔ زمین کو عدل سے پر کر دے گا۔ اس کی والدہ
 کا نام آمنہ، باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ ملک یمن میں ایک بستی ہے، کمرہ اس کا نام ہے وہاں
 سے ہوگا۔ وقت بات کرنے کے صاف نہ بولے گا بوجہ لکنت کے، زبان میں لکنت ہوتی ہے
 وقت بات کرنے کے اڑ کر بولتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یمن
 میں ایک قریہ ہے، جس کا نام کمرہ ہے۔ جو حضرت ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور
 اب بھی موجود ہے۔

موضع قادیان کی تحقیق

در اصل نام اس کا قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ سہی قاضی ماجھی نے اس
 کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ”اسلام پور قاضی ماجھی“ رکھا۔ جب اس
 موضع کے باشندے بڑی اور شریر ہو گئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام
 میں ضد کو وال سے مناسبت صوتی ہے قاضیان کا قادیان ہو گیا اور بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء
 سے لے کر ۱۵۳۰ء تک ہندوستان وغیرہ میں بادشاہی کی ہے۔ ملا ماجھی صاحب مورث
 اعلیٰ مرزا کا سلطان سکندر بادشاہ پسر بہاول شاہ لودھی کے وقت میں تھا اور بابر بادشاہ نے
 کابل سے آکر ابراہیم بادشاہ کو شکست دیکر اس کا تخت لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۳ء کا ہے۔ خیر
 تاریخی امور کو ترک کر کے ثابت ہوتا ہے کہ قصبہ قادیان مدت چار سو (۴۰۰) سال سے آباد
 ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ یہ تحقیق مرزاہی کی کتاب ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ میں درج
 ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ
 نہیں ہے۔ حدیث کو ۱۳۲۲ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چار سو (۴۰۰)

۴۰۰ سال سے آباد و اگر مرزا اور مرزائی تین سو تیرہ (۳۱۳) مع مردوں کے بھی شامل ہو جائیں
 ہر ایک تک تلاش کریں تب بھی ہرگز نہ کر سکیں گے کہ امام مہدی صاحب کدہ مغرب
 سے پیدا ہوں گے خواہ اپنے عاجی خدا سے گریہ اور الحاح بھی کر لیں بلکہ معاملہ ہی
 میں ہے کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا۔ خود مرزا اس بات کو
 ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۴۹ء میں لکھتا ہے:
 ”دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی ملک ہند سے۔ کیونکہ یہ ملک ہند زمین
 کے مشرق کی طرف ہے۔“ (متن علیہ ازالہ اوہام)

حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا۔

(ازالہ اوہام، صفحہ ۴۸)

فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مرزا کا قادیان ملک ہند میں حجاز سے
 دور ہے اور کسی حدیث میں یہ بات نہیں کہ امام مہدی صاحب ملک مشرق یا ہندوستان
 سے نکلے گا بلکہ دجال ہی کے بارے میں وارد ہے کہ ملک عرب سے پورب کے ملک
 سے نکلے گا۔ جس کو مرزا خود بھی مانتا ہے تو اب ثابت ہو گیا کہ مرزا خود ہی دجال ہے
 اور دجال نہ ہو مگر خلیفہ دجال تو ہے۔ جب مرزا نے رسالہ ”انجام آیتھم“ بنایا تو اس
 واقعہ ۱۸۹۹ء تھا اور ہذا خلیفۃ الدجال کے اعداد ابجدی سے بھی ۱۸۹۶ء پورے نکلتے
 ہیں ”انجام آیتھم“ کے بنانے کے وقت ہی سے خلیفہ دجال ہوا کیونکہ رسالہ ”انجام
 آیتھم“ ہی سنہ میں بنایا گیا مگر

اصل ہر و بر فناختہ در چین جاہا پیر انداختہ

خیال کرنا چاہیے مرزا جو صفحہ ۴۱، ضمیمہ میں بکتا ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

اقول: کیا مرزا کے ہاتھ پر مکہ معظمہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر بیعت کر لی ہے؟ جیسا کہ امام مہدی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا آچکا ہے۔ بلکہ مکہ معظمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کیا ابدال شامی مرزا کے پاس حاضر ہو گئے ہیں؟ جیسے کہ امام مہدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے بلکہ ابدال سے مرزا ہزاروں کوں بھگتا تھا۔ کیا غیب سے آواز آئی ہے؟ کہ **هَذَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِي فَاسْمَعُوا لَهُ وَاطِيعُوا**۔ ”یہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا مہدی ہے اس کی بات سنو اور تابعداری کرو“ بلکہ غیب سے تو یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ **هَذَا خَلِيفَةُ الشَّيْطَانِ فَلَا تَسْمَعُوا لَهُ وَلَا تَطِيعُوا**۔ (یہ خلیفہ ہے شیطان کا نہ اس کی بات سنو اور نہ اس کی تابعداری کرو) یہی آواز ہر طرف سے آرہی ہے ہر طرف سے مرزا کی تکذیب اور تکفیر کے فتاوے اور رسالے آرہے ہیں۔ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہی کے لوگوں نے صاف حکم کفر کا مرزا پر کر دیا تو اب اور کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟

دیکھو! مرزا خود لکھتا ہے۔ مکہ اسلام کا مرکز اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہوئی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ صفحہ ۲۳، مرزا کی کتاب ست چرخ)

جب مرزا بڑے گھر سے نکالے جا چکے اور کئے سے دھکے لگے تو اب دنیا بھر میں کیوں نہ مشہور ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہے۔ افسوس مہدی بننا چاہتا ہے اور ایک بات بھی مہدی کی اس میں نہیں پائی جاتی۔ (ادب کلمہ فضل رضائی)

مرزا کا الہام دروغ ہوا صفحہ ۴۱، ”ضمیمہ انجام آیتھم“ میں پکا ہے۔ دور دور سے اس کے (مہدی کے) دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو

(۳۱۳) ہوں گے اور ان کے نام بقیہ مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں۔

اہل مرزا کے وہی تین سو تیرہ (۳۱۳) دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ (۱۷) آدمی کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے۔ کیا عمدہ فکر کی بات ہے کہ چوراثوے کروڑ مسلمانوں مقبولہ سے مرزا کے صرف تین سو تیرہ ہی دوست ہیں وہ بھی بعض تنخواہ لینے والے آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میلہ کذاب جس نے حضرت ﷺ کے زمانے میں کاذب دعویٰ کیا تھا اس کے ساتھ لاکھ آدمی سے زیادہ معتقد تھے اور مہدی سوڈانی کے پاس بھی جو مرزا کے یوم ولادت میں برابر تھا، تین لاکھ فوج جان نثار محض مفت سر دیئے والی ہوتی تھی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ملک ایران میں ایک شخص جس کا نام ”باب“ تھا پیشاب ستھان کے پاس موجود تھے پھر درارام سنگ کو کیوں کچھو کہ ایک لاکھ کو کہ تو اس کے ساتھ اس سخت بلا تنخواہ ہی ہو گیا تھا اب بھی ہزاروں کو کہ اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں۔ (۱۲) کو تین سو تیرہ معتقد پر کیا فخر ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آچکا ہے جس کی مطابقت اس کی تاریخ پیدائش و ظہور و دعویٰ وغیرہ امورات میں ٹھیک ٹھیک ہوتی ہے۔ اس لیے صاحب مولوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع ”اخبار وفادار“ کی مرتبہ کتاب سے ہدیہ

پہن کرنا ہوں۔ وہو ہذا۔

گدنامہ ہے ایک کافر کا اور کو اس کی ذات اور تہمتی ۱۲

ان کے یعنی مہدی سوڈانی کے عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ۱۲۵۹ھ اور سن عیسوی ۱۸۴۲ء اور ان کے ظہور مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے اور ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ ”میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس (۱۰) گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخر الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ شریعت پر چلاؤں اور حشر و نشر کی سہولتوں کے لیے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا دشمن اور مہتان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں۔“ (صفحہ ۵) اور اس نے اپنا نام محمد احمد لکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت درجہ کا محتاط، پرہیزگار، عالم، فاضل، اسلام پرست تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج ان کے پاس کم و بیش تین لاکھ جانثار خدا واسطے لڑنے کو موجود ہیں۔ (لفظ صفحہ ۹) ان کے تین ہم عصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ مخلصاً صفحہ ۹ کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ میں ہے کہ راقم آشم کے دل میں پروردگار نے فتنہ پیدائش قادیانی کا یوں القاء کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک اسمہ سپارہ ﴿وَاَعْلَمُوا﴾ میں فرماتا ہے ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا﴾ یعنی (آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے) گویا عوام کو ان کے فتنہ سے آگاہی دی گئی ہے۔ اس آیت شریفہ سے بحساب الجبر ۱۲۵۹ھ سن پیدائش مرزا کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ھ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن بھی ہے مرزا خود اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ میں لکھتا ہے کہ سوہی سن ۱۲۷۵ھ ہجری جو آیت ”وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش غانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے بلفظ۔ یعنی ۱۲۷۵ھ کو مرزا جوان اور بالغ ہوا اور یہی ۱۲۷۵ھ شباب ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ھ ہیں۔ جب پندرہ سال بلوغت کے اس سے نکال دیئے جائیں تو ۱۲۵۹ھ

وہ سو اٹھ پیدائشی سال مرزا کا رہتا ہے جس کی خبر باری تعالیٰ نے ”اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا“ میں دی ہے اور یہی تاریخ مہدی کاذب سوڈانی کی بھی ہے۔ مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ء ہے وہی تاریخ مرزا کی مہدویت اور مثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسا اس نے خود ”برائین احمدیہ“ کے حصہ سوم میں لکھا ہے۔ مرزا لکھتا ہے کہ ”میں تیرھویں صدی پر ہو ا۔ میرے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں۔ غلام احمد قادیانی۔ اسی واسطے میں کہ ”داور مسیح موعود ہوں۔“ مرزا اس کو اپنے دعویٰ پر بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اے حضرات ذرا خیال کرنا چاہیے کیا اگر اور کسی کے نام کے بھی اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد ہوگا؟ ہم نہ مانیں گے مگر مرزا اور مرزائیوں کو ضرور ماننا چاہیے۔ لیجئے سینے چند آدمیوں کے پورے تیرہ سو اعداد میں نکال دیتا ہوں ان کو بھی مجھ و کہنا ہوگا حالانکہ مرزا ان میں سے بعض کو سخت گالیاں دے چکا ہے۔

۱۔ مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی۔ ۱۳۰۰

مرزا کا بھائی جو خاکروہوں کا پیغمبر موجود ہے یعنی

۲۔ مرزا امام الدین ابو اوتار لال بیکیان قادیانی۔ اس کے نام کے اعداد بھی تقریباً تیرہ سو

۳۔

مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۴۔ مولوی حکیم نور الدین مستہام (حیران) بہرہ دی۔ ۱۳۰۰

مرزا کے ایک دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں یعنی

۵۔ مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔ ۱۳۰۰ علی ہذا القیاس۔

۶۔ اکا صدق بن کراب سخت حیرانی میں ہے۔ حیدر اعظمی ہے ۱۲۔

اور جس قدر نام چاہوں نکالوں ان کے عدد تیرہ سو پورے کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے؟ ہرگز نہیں مرزا کا اپنے نام کے اعداد نکال کر دعویٰ پیغمبری کرنا محض بیہودہ اور پیچ و پلچ باز سچے طفلان ہے۔ (کلمہ فضل رحمانی)

افقول: سب سے لطیف تر بلکہ قرآنی معجزہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ﴿تَنْزِيلُ عَلٰی كُلِّ لُغَةٍ اَنْبِيَا۟هُمْ﴾ (شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتا نہائے گنگنا پر) یہ پوری آیت کریمہ ہے اور اس کے عدد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰)۔ بلاشبہ مرزا پر شیطان اتر کر تے تھے اور انہیں کے دوسووں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

مرزا کی نحوست کا بیان

جب سے مرزا پیدا ہوا اس کی موت تک ملک پر تنگی اور قحط اور بلایا اور فتن ہی جوش زن رہے۔ کیا مہدی موعود ایسا ہی ہوگا جو تمام عالم کے لیے رحمت اور محنت ہوگا؟ سنیے مرزا کی تاریخ بلوغ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گزرا ہے اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو ناگفتہ بہ ہیں حتیٰ کہ سلطنت اسلامی کی رہی سہی رونق کا بھی ستیا ناس ہو گیا۔ بہادر شاہ کو جلا وطن کر کے دہلی سے رنگون میں پہنچایا اور ان کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مار ڈالے گئے۔ (دیکھو "واقعات ہند" ص ۳۱)۔ پھر جب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۹ء میں دعویٰ مہدی مسعود ہونے کا کیا تو تمام جہان کو قحط سخت و امساک باران و دبائے طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا یہ اثر مرزا کی نحوست کا اب تک باقی ہے۔ (نعوذ باللہ) ایسے مہدی مردود ہے۔

مرزا نے اپنے اعتقاد میں جو جو غلط اور جھوٹ بکا ہے وہ تحریر کرتا ہوں:

الف..... سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے آخر زمانے میں انہیں کے کام پر ایک اور امام پیدا ہوگا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی امر یقینی نہیں ہے۔ (بلفظ الخیر، صفحہ ۳۵، از رفیع ادبام)

ب..... امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح بن مریم آئے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ (بلفظ الخیر، صفحہ ۵۱۸، از رفیع ادبام اور انجام آتھم)

پس تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے بھی منکر ہو گیا تھا۔

ع مگر در غلو را حافظہ باشد

دیکھو! رسالہ "انجام آتھم" مرزا کی تصنیف صفحہ ۶۹ میں لکھتا ہے کہ من بآمدن

ہیچ مسیح خونی و مہدی خونی قاتل نمی باشم۔

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کا دعویٰ کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہو گیا۔ اور باطل بھی ایسا کہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ مرزائیوں کے لیے شرم کرنے اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے ابن مریم کے آنے سے مہدی کی کوئی ضرورت نہیں پھر اسی مہدی کا ادعائی بنتا ہے کہ حدیث کے مطابق میں ہی مہدی ہوں اور کبھی جمہور کی مخالفت کر کے سیدھے مسلمانوں کو دھوکا دیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ مہدی فوت ہو گئے۔ ناظرین کتب حدیث اور سیر کو ملاحظہ کریں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ مگر سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آ جاتا ہے تو اس کو اگلی کچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں۔ اشرف الانبیاء اور دو جہاں کے سردار رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں چون و چرا کرنا

اعتقاد: وہاں سے مراد قحط عظیم و شدید ہے۔ (بلفظ صفحہ ۵۱۳، ازادہ اوہام)

اقول: مطلب مرزا کا یہ ہے کہ دھان جو صحیح حدیث میں وارد ہے وہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ صحیح حدیث سے انکار ہوا۔

اعتقاد: مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (بلفظ صفحہ ۵۱۵، ازادہ اوہام)

اقول: یہ بھی صحیح حدیثوں سے انکار ہے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا تو یہ کا دروازہ بند ہوگا کافر اسلام لائے تو قبول نہیں، فاسق توبہ کرے تو قبول نہیں، قال اللہ تعالیٰ ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ اسلام پھیلنے کی اچھی برکت ہوئی کہ اسلام ہی قبول نہیں۔ پھر مرزا ہدایت عبث کرتا اور اپنی دعوت میں قرآن عظیم کا مخالف تھا جب ایمان قبول ہی نہیں تو دعوت کس لیے؟ مرزا کا نبی بنا نے والا بھی نبی اتحق تھا کہ مردود چیز مانگنے کے لیے مرزا کو مقرر کیا۔

اعتقاد: کئی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ملخص صفحہ ۴۱۵، ازادہ اوہام)

اقول: اب عذاب قبر سے بھی انکار کر دیا۔ جب نہ دیکھے تھے اب تو ہر وقت انہیں سے پالا پڑتا ہوگا۔ جو چیز نظر نہ آئے اس پر ایمان نہ لانا ہی محدود ہر یہ کاشہ ہے کہ ”خدا ہے تو دکھاؤ“۔

اعتقاد: هفصد و هفتاد قتالت دیدہ ام، بارہا چون سبزہ ہا روئیدہ ام۔ (بلفظ صفحہ ۸۱، کتاب ست یچن مرزا کی تعریف)

اقول: اب تنازع بھی اعتقاد کر لیا جو ہنود اور کٹھن کا اعتقاد ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مرزا جی مہاراج کرشن اوتار بھی تو ہیں۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تم کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔ (بلفظ ملخص صفحہ ۵۲۰، براہین

(عربی) اصل عبارت عربی یہ ہے اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تاکہ تیرا خدا (عاجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (بلفظ صفحہ ۵۵، ضمیر انجام آختم)

فقیر کہتا ہے کہ چونکہ مرزا کو حسب دلخواہ عمل کرنے کا علم خدا سے ہو چکا ہے اسی واسطے پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے اور آیات اور احادیث اور ضروریات دین سے انکار کرتا ہے جب کہ پہلے ہی سے معافی کی دستاویز مل چکی ہے تو اب کس بات کا خوف رہا البتہ یہ دستاویز دینے والا عاجی خدا ہوگا۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا۔

اعتقاد: قوله ”ومن دخله كان امنا“ ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لیے آسانی نہیں کی؟ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ ”بیت الفکر“ سے اس جگہ وہ چوپارہ مراد ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور ”بیت الذکر“ سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوپارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ”ومن دخله كان امنا“ اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ (بلفظ لخص متقطعا، صفحہ ۵۵۸، براہین احمدیہ)

اقول: وعلى اعتقاد ذلك المهدى الضال المضل، یہ آیت شریفہ مسجد حرام بیت اللہ شریف کے حق میں وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ مسجد نبوی ﷺ اور مسجد بیت المقدس کے بارے میں ایسا فرمان نہ آیا مگر مرزا کی مسجد قادیان میں اس کے حق میں یہ فرمان وارد ہوا۔ مرزا کے خدا عاجی نے اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے۔ جو اس کا جی چاہے وہی کرے اور پھر اس کی مسجد میں جو کوئی داخل ہوا وہ پروردگار کے عذاب سے امن میں ہوا۔ قادیان کو مکہ بنایا اور اپنی مسجد کو مسجد حرام اور بیت اللہ بنایا۔ پس اسی واسطے حج کو نہیں گیا۔ اب عرب کے ملک کو مشقت کر کے حج کی کیا ضرورت رہی۔ مرزا کے بھائی مرزا امام الدین اوتار لال بیکیاں نے بھی قادیان میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا۔ (دیکھو کتاب ”ویدھن“ مؤثر مرزا امام الدین)

اعتقاد: مرزا مسلمانوں کے دشمن جانی ہیں۔

قولہ: جو شریر بد باطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے۔ اسی دیکھو اشتہار جمعہ کی تعطیل کا مورنہ کیم جنوری ۱۸۹۶ء۔

اقول: پس دیہاتی مسلمان جہاں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ (نعوذ باللہ)
اعتقاد: مرزا اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتا تھا، تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا، تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ۔ (ملفوظ صفحہ ۱۰۳۵، انجام آہم)
(تین تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)

اقول: پس مرزا کا عمل احادیث صحیحہ کے خلاف پر پایا گیا۔ کیا یہی مہدی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ صاف ضال مضل کا زب ہے۔ اور یہ تین لیے تو نصاریٰ کے باپ کیوں بدل لیا وہی اپنے گوبر والے کی تصویر دی ہوتی۔

اعتقاد: مرزا کا کوئی پیر و مرشد نہیں ہے۔

قولہ: میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟

(ملفوظ صفحات ۵۶۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳،

آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں جو چشمہ تھا۔ اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اپنے بارہ (۱۲) حواریوں کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ (۱۲) مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شاہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے درجے میں میرے ساتھ رہے؟ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شاہت اس پر ڈالی گئی یعنی بعینہ مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باؤن پروردگار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض لوگ بارہ مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔

اور اس کے بعد تین فرقتے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان میں خدا ہو کر رہا، جب تک اس نے چاہا، پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقے کو ”یعقوبیہ“ کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا تھا جب تک اس نے

۱۔ حواریوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ بعض نے کہا چھلی پکڑنے والے تھے۔ بعض نے کہا رگڑ۔ بعض نے کہا اول میں اور دوسری بعد کو وہ لوگ پکڑے دھونے والے ہو گئے، بعض نے کہا بادشاہ تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض رگڑ ہوں، بعض پکڑے دھونے والے بعض مایہ گیر بعض بادشاہ۔ بارہ (۱۲) تھے یا تیرہ (۱۳) یا زائد۔ کیر ۱۲۷

ہا ہا ہم میں رہا، خداوند کریم نے اپنی طرف اس کو اٹھالیا۔ اس گروہ کا نام ”نسطوریہ“ ہے۔ دوسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا۔ جب تک خداوند کریم نے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اس گروہ کو ”مسلمان“ کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے مسلمانوں کے فرقے پر غالب آئے اور قتل کر ڈالا پھر اسلام معدوم رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے، ابن عباس کی طرف۔ اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریم سے انہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا بہت علمائے متقدمین نے اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے کہ یہود نے دار چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ مسیح علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ اور قادیان تابعی شاگرد اس سے بھی ایسا ہی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔ اور روایت کیا ابن جریر نے سدی تابعی شاگرد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مدگاروں کے ایک مکان میں۔ پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو کہ تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے میری جگہ اور واسطے اس کے جنت ہو؟ پس قبول کیا ایک نے ان میں سے اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام

۲۔ چار فرقے ہوئے تھے۔ یعقوبیہ، نسطوریہ، مکیہ اہل حق۔ مکیہ کا یہ مذہب تھا کہ خدا تعالیٰ میں اللہ تعالیٰ اور بی بی مریم علیہا السلام تھیں۔ کتاب السبعیات، الامام ابی نصر محمد بن عبدالرحمن الہمدانی۔ صفحہ ۳۹

طرف آسمان کے۔ یہی ہے مضمون پروردگار کے قول کا ﴿وَمَكْرُؤًا وَمَكْرًا لِّلَّهِ وَخَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

واخرج ابن جریر عن ابی مالک ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذلك عند نزول عیسیٰ ابن مریم لایبقی احد من اهل الكتاب الا امن به۔ اور اخرج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے ﴿تفسیر قول باری تعالیٰ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾﴾ کے فرمایا انہوں نے یہ بات نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے ہوگی یعنی اس زمانے میں جو اہل کتاب ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا، قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور اخرج کیا عبد بن حمید اور ابن منذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمان پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے۔ پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور انہیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ قوم یہود ملعون باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے تھے اور پھر ان کی تکذیب اور مخالفت اور ایذا رسانی میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بستی میں یہود کے ہمراہ رہ نہیں سکتے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر سیر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے پس یہود ملعون نے وہاں کے کافر ستارہ پرست بادشاہ سے جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص فتنہ گر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے غصہ ہو کر اپنے نائب کو قدس میں لکھا کہ کوشش کر کے اس شخص کو پکڑ کر دار پر چڑھا دے اور اس کے سر پر کانٹا رکھ دے اور لوگوں کو

اسے ضرر سے بچالے۔

پس بیت المقدس یہود کی جماعت ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں تھے، گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے اصحاب کے جو تعداد میں بارہ (۱۲) تھے یا (۱۳) یا سترہ (۱۷) بند کر دیا۔ بعد عصر کے جمعہ کے روز ہفتہ کی رات میں، پس عیسیٰ علیہ السلام جان چکے کہ یہود آکر مجھ کو پکڑیں گے اور باہر نکالیں گے۔ پس اپنے حواریوں سے کہا کہ ان شخص تم میں سے قبول کرتا ہے کہ وہ میری صورت بن جائے اور میرے شے میں لٹک جائے اور جنت میں میرا رفیق ہو۔ پس قبول کیا اس بات کو ایک جوان نے، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتبار نہ کیا یہاں تک کہ تین بار عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات لوائی، پس وہ ان قبول کرتا گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تم ہی ہو۔ پس پروردگار نے ان شخص کی شہادت اس پر ڈال دی۔ جیسا کہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہو گیا اور ایک شخص ان چھت سے کھل گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھ آئی، یعنی مقدمہ نوم جو پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بند ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اٹھائے گئے طرف آسمان کی۔ اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿يُعِيسِي إِبْنِي مُتْرَفِيكَ وَارْتَدَّكَ﴾ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، پھر وہ زندہ شدہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کے نظر۔ پس جب کہ یہود نے اس جوان کو دیکھا، ان کا کان کر کے پکڑ کر رات کو سولی دیدی، یعنی دار پر چڑھا دیا۔ اور یہود نے مشہور کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کوشش کر کے قتل کر دیا اور نصاریٰ کے چند گروہ نے بہسب بے وقوفی اسے قتل کر دیا۔ اس کو سند پکڑ لیا۔

سوائے چند آدمیوں کے جو مکان بند تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا چڑھ جانا دیکھا تھا۔ لیکن باقی کے لوگ سب یہود کی طرف ظن اور گمان میں رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم

صاحب دار کے نیچے بیٹھی رو رہی تھیں اور مصلوب نے بی بی مریم صاحبہ کو پکارا بھی تھا۔ اور یہ کل باری تعالیٰ کا امتحان تھا۔ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ای راؤ شبہہ فظنوا انہ ایادہ ولہذا قال ﴿وَأَنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ یعنی بذلک من ادعی انہ قتلہ من الیہود ومن سلمہ الیہم من جہال النصاری کلہم فی شک من ذلک وحیرۃ وضلال وسعر ولہذا قال ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ ای وما قتلوه متیقین انہ ہو بل شاکیں متوہمین ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾ ای منیع الجناب لایلام جنابہ ولا یضام من لا ذبابہ ﴿حَكِيمًا﴾ ای فی جمیع ما یقدروہ وبقضیہ۔ ابن جریر نے کہا کہ حدیث پہنچی مجھ کو ابن بشار سے، وہ لیتے ہیں عبدالرحمن سے، وہ سفیان سے، وہ ابی حصین سے، وہ سعید بن جبیر سے، وہ ابن عباس سے اس بات کی کہ کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور عوفی نے بھی ایسا ہی ابن عباس سے بیان کیا اور ایسا ہی بیان کیا ابو مالک نے۔

ابن جریر نے جو حدیث حسن سے روایت کی بواسطہ ابو رجاہ اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں اتنا زیادہ ہے۔ واللہ انہ لحي الان عند اللہ ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں، باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے، بدکار اور نیک اور ایسا ہی ابن ابی حاتم اپنے باپ سے وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں یہ جملہ حضرات اور سوا ان کے جس قدر ثقات مفسرین اور محققین ہیں، سب کے سب متفق ہیں کہ مرجع ضمیر مضاف الیہ کا جو ﴿قَتْلَ مَوْتِهِ﴾ میں ہے عیسیٰ علیہ السلام ہیں الامن شذ، شمس الہدایہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزل فرمائیں گے آخر زمانے میں قیامت سے آگے۔ اور لوگوں کو پروردگار وحدہ

لاہور تک لہ کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔

امام بخاری نے کتاب ذکر الانبیاء میں اپنی صحیح میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ ”قسم ہے اس پروردگار کی مجھ کو جس کے ہاتھ میں کوئی جان ہے البتہ قریب ہے کہ نازل ہوگا تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل بکسر الصلیب (صلیب کو توڑے گا) و یقتل الخنزیر (خنزیر کو قتل کرے گا) و یضع الحربة (جزیرہ موقوف کر دے گا کسی سے سوائے اسلام کے جزیرہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرے گا) و یصلح المال حتی لا یقبلہ احد (اتنا مال لوگوں کو دیں گے یعنی ان کے زمانے میں نہ رترقی برکت اور دولت کی ہوگی کہ بہ سبب استغناء کے کوئی قبول نہ کرے گا) یہاں تک عبادت کا شوق ہوگا کہ ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا اور دنیا کے اسباب سے بہتر جانیں گے اور ہر ایک اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر قتل ان کی موت کے ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان پر روز قیامت کے گواہی دیں گے۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے امام مسلم نے بھی امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”ای عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے روجاء کی وادی میں۔“

(وکنزادوا مسلم)

اور امام احمد نے چند طریقوں سے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور ایسا ہی امام مسلم نے، ابو داؤد وغیرہ نے متعدد طریق سے اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے ابی ہریرہ سے روایت کی۔ حدیث لمبی ہے اس کی آخر میں یہ ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرتے ہیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کو امام کریں گے جب ان کو اللہ تعالیٰ کا دشمن

قال قلت وضع الجزية مشروع في هذه الامة فلم لا يكون المعنى تقر الجزية على الكفار من غير ان يذبحوا فقالوا قلنا مشروع الجزية مفيدة بنزل عيسى وقد قلنا ان عيسى لا يقبل الا الاسلام وقال ابن بطال وانما قبلنا هاجل بنزل عيسى للحاجة الى المال وفي زمانه يكثر المال حتى لا يذبح احد (بخاری بخاری، جلد ۷، ص ۲۵۲، ۲۵۳)

دیکھے گا نمک کی طرح پگھل جائے گا یعنی اگر اس کو چھوڑیں گے تو نمک کی طرح پگھل جائے گا مگر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنے نیزہ میں اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔ تفسیر کبیر میں ہے ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ کے متعلق امام حسین بن فضل بکلی نے کہا کہ کھل ہوگا بعد اترنے کے آسمان سے اور اس وقت لوگوں سے کلام کرے گا اور دجال کو مارے گا اور اس آیت میں نص ہے اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ نازل ہوں گے طرف زمین کی۔ اچھی (صفحہ ۸۵)

اب صرف دو تین حدیثیں عربی زبان میں بھی واسطے تسکین ناظرین کے نقل کیے دیتا ہوں۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عبد الله بن ثعلبة الانصاري عن عبد الله بن زيد الانصاري عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد او الى جانب لد۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ”جب دجال احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا تو فرشتے اس کا مونہ ملک شام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا۔“ چون کہ باب لد بھی ملک شام ہی میں ہے۔ لہذا دونوں روایتوں میں مطابقت ہوگئی۔ رواہ احمد ايضا عن سفیان بن عیینة من حديث الليث والاوزاعي ثلاثتهم عن الزهري عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد۔ وكذا رواه الترمذي عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفي الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابي هريرة وحذيفة بن اسيد وابي هريرة وكيسان وعثمان بن ابي العاص وجابر وابي امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمر بن عوف وحذيفة بن اليمان ؓ ومراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر

الدجال وقتل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام لہ۔ فاما احادیث ذکر الدجال فقط فقہرہ وہی اکثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة روايتها في الصحاح والاحسان والمسانيد وغير ذلك.

حدیث اخر قال الامام احمد حدثنا سفیان عن فرات عن ابی الطفیل عن حذیفۃ بن اسید الغفاری قال اشراف علینا رسول اللہ ﷺ من عرفۃ ونحن نتذاکر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتی تروا عشر آیات فخرج الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج یاجوج وماجوج وزلزل عیسیٰ بن مریم والدجال وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس للناس تبیت معهم حيث باتوا وتقبل معهم حيث قالوا۔ وهكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القزازيه۔ ورواه مسلم ايضا من رواية عبد العزيز بن رفيع عن ابی الطفیل عن ابی شریحة عن حذیفۃ بن اسید الغفاری موقوفا۔ واللہ اعلم۔ فهذه احادیث متواترة عن رسول اللہ ﷺ من رواية ابی هريرة وابن مسعود وعثمان بن ابی العاص وابی امامة والنواس بن سمعان وعبد الله بن عمرو بن العاص ومجمع بن جارية وابی شریحة وحذیفۃ بن اسید ؓ وفيها بيان صفة نزوله ومكانه انه بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلاة الصبح وقد بنيت

یہ حدیث متواترہ ہیں رسول اللہ ﷺ سے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ملک شام ہے بلکہ دمشق شہر میں۔ حمارہ سے بوقت قائم ہونے نماز صبح کے اور اب جو منارہ ہے یہ اس وقت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کے موجود منارہ تھا۔ اس کے علاوہ یہاں بھی آگ لگا دینے کے کہ اس منارہ سے عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو اٹھائیں گے اور کفار انصاری اور یہود وغیرہم سے تازیانہ قبول کریں گے سوائے اسلام کے۔ پس اس منارہ کے عوض میں ۴۰۰ ہادی میں ۴۱۱ میں عید یحییٰ کرکام اور منارہ قائم کیا گیا۔ تاریخ ۱۲۸۵ھ

فی هذه الاعصار فی سنة احدى واربعین و سبع مائة منارة للجامع الاموی بیضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التي هدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنیع النصارى و كان اکثر عما راتها من اموالهم وقوت الظنون انها هی التي ينزل علیها المسیح ابن مریم علیهما السلام فیقتل الخنزیر و یکسر الصلیب و یضع الحزبة فلا یقبل الا الاسلام کما تقدم فی الصحیحین و غیرهما و هذا من اخبار النبی ﷺ بذلک و تشریع و تسویغ له علی ذلک فی هذا الزمان حیث تنزاح علیهم و ترتفع شبهتهم من انفسهم و لهذا کلهم یدخلون فی دین الاسلام و متابعین لعیسی ﷺ و علی یدیه و لهذا قال تعالیٰ ﴿وَ اِنْ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ و هذه الایة کقولہ تعالیٰ ﴿وَ اِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْاِنْسَانَةِ﴾ و قرئ لعلم بالتحریک ای امارۃ و دلیل علی اقتراب الساعة و ذلک لانه ینزل بعد خروج المسیح الدجال فیقتله اللہ علی یدیه کما ثبت فی الصحیح ان اللہ لم یخلق داء الا انزل له شفاء و یبعث اللہ فی ایامہ یاجوج و ماجوج فیہلکهم اللہ تعالیٰ ببرکۃ دعائه و قد قال تعالیٰ ﴿حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوجُ وَّمَاجُوجُ وَهُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَاَقْرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ الْاِیَّہُ﴾

حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار اور نیز پہلے مضمون احادیث کا جو اردو میں بیان ہوا یہ ہے کہ قتل کرنا اور سولی دینا عیسیٰ ﷺ کا ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اس حواری نوجوان کا جس پر شبائت مسیح ﷺ کی ڈالی گئی تھی اور عیسیٰ ﷺ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور دونوں ضمیریں ”بہ“ اور ”موتہ“ کی عیسیٰ ﷺ کی طرف ہیں ﴿وَ اِنْ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ﴾ میں۔ کیونکہ ما قبل میں ذکر عیسیٰ ﷺ ہی کا ہے اور آثار صحابہ و تابعین مثل ابن عباس و ابی ہریرہ و عبد اللہ بن مسعود و مجاہد و قتادہ و غیر ہم کے

اسی پر دال با کمال ہیں اور ضمیر ”بہ“ کی محمد ﷺ یا عیسیٰ ﷺ کی طرف پھیرنی اور ”موتہ“ کی اہل کتاب کی طرف۔ اگرچہ یہ احتمال واقع میں درست ہے کیونکہ اس وقت یعنی نزول عیسیٰ ﷺ کے وقت جو کافر موجود ہوگا اہل کتاب وغیرہ قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ ﷺ پر ایمان لائے گا اور ان پر ایمان لانا بعینہ ایمان لانا ہے محمد ﷺ پر۔ لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں یہ مراد نہیں۔ اور عیسیٰ ﷺ اتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم، عادل۔ توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے، قتل کریں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے تاکہ کوئی اہل کتاب بوجہ ایمان کے بعد میلان اور عادت قدیمہ کے ان خنازیری کی طرف دل میں رغبت تک بھی نہ کر سکے لقمع مادة الفتنة صبح کی نماز کی اقامت ہوتی ہوگی کہ دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور نصاریٰ نے اس منارہ کو گرا دیا تھا۔ پھر ۳۱ یم میں دوسرا سفید منارہ اس جگہ بنایا گیا ہے۔ اہل کتاب سے سوائے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ حسد، بغض، عداوت اور بوقاتی عداوت ذمیرہ نہ رہیں گے۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہ دیں گے۔ عیسیٰ ﷺ حج و عمرہ ادا کریں گے۔ حضرت مسیح سے قبل دجال کے زمانے میں سخت قحط سالی آئی۔ اس زمانے میں طعام کی جگہ تہلیل، تکبیر، تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی ﷺ کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے اور ہلاک ہوگی قوم یا جوج و ماجوج ان کی برکت سے۔

اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ *

”حیوة النبی“ میں بھی ابو داؤد سے اس مضمون کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً معلوم ہو گیا کہ آسمان سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے ورنہ الی الارض کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ ونصہ هذا وفي سنن أبي داود من حديث عبد الرحمن بن آدم وليس له عنده سواه عن أبي هريرة ان النبي ﷺ قال ينزل عيسى بن مريم ﷺ الى الارض وكان رأسه يقطر ولم يصبه بلل (الی ان قال) ثم يبقى في الارض اربعين سنة ثم يموت ويصلي عليه المسلمون ويدفنونه (ج ۱، ص ۲) واخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم ﷺ مع رسول الله ﷺ وصاحبه فيكون قبره رابعا۔ اخرج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبد اللہ بن سلام نے ”دفن کیے جائیں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ساتھ محمد ﷺ اور صاحبین کے پس ہوگی قبر ان کی چوتھی“۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی نے بھی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قلت يا رسول الله ﷺ اني اري اني اعيش بعدك فتاذن لي ان ادفن الي جنبك قال واني لي بذلك الموضع مافيه الا موضع قبوري وقبر ابي بكر وعمر وعيسى بن مريم۔ فرمایا حضرت عائشہ نے کہ ”میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ کیسے دے سکتا ہوں میں یہ جگہ میرے پاس تو ابو بکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔“

اور روایت کیا ابن جوزی نے اپنی کتاب ”وفاء“ کے اندر، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

عنہما سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے ”اتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پاس، کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابو بکر اور عمر کے۔“

سوال: کیا حکمت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں زمین پر؟

جواب: یہود کا رد کرنا منظور ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل لیا اور سولی دیا ہے۔ پس جب خود آکر یہود کو قتل کریں گے تو ان کی تکذیب ہوگی۔

۲..... ان کی موت کا زمانہ قریب ہوگا تا کہ زمین پر فوت ہو کر زمین میں دفن ہوں کیونکہ مٹی کی پیدائش کو مٹی میں دفن ہونا چاہیے۔

۳..... جب رسول اللہ ﷺ کی صفت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو دعا کی تھی کہ پروردگار ان کو حضرت ﷺ کی امت سے کرے۔ پس دعا ان کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو باقی رکھا یہاں تک کہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور اسلام کو تازہ کریں گے جو کہ مست ہو چکا ہوگا اور وہ وقت خروج دجال کا بھی ہوگا پس اس کو قتل کریں گے۔

۴..... عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے ان چند باتوں سے۔ کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ انا اولی الناس بابن مریم لیس بینی و بینہ نبی و ہوا قرب الیہ من غیرہ۔ (یعنی بخاری، ج ۷) اور روایت کیا امام ترمذی نے بعض اس حدیث کا وقد بقی فی البیت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ محقق ابن جزری فرماتے ہیں کہ پاس عمر کے دفن ہوں گے کیونکہ خبر دی ہم کو بہتروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کے جب میں ہے۔ روایات در بارہ

مرفوع ہونے جسم مسیح کے۔ اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام ان کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کا مطالعہ کرے۔ مگر مومن منصف کے لیے تو اس قدر بس ہیں ان روایات متکاثرہ اور احادیث متواترہ سے نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کوسب میں اتفاق ہے۔

زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی نبی ﷺ کو معلوم ہوئے ان کو بیان فرمایا سامع نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا علیٰ هذا القیاس ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات بعض سے صفات اور افعال کے بیان میں کم و بیش ہوا کرتی ہیں۔ اب میں ایک حدیث شیخ اکبر کی بیان کرتا ہوں جن کی جلالت شان اور تحریف الکھف اور غوثیت اور صدق کو خود مرزا بھی مانتا ہے اور ان سے بعض مواضع میں نقل بھی کیا ہے۔ مرزا انہیں کی عبارت پر ایمان لائے اس حدیث میں بھی تاویل بہ مثیل عیسیٰ ممکن نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث و روایات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھے نہ مثیل ان کا۔

قال الشيخ الاکبر قدس سره الاظهر فی الباب السادس والثلاثين من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال كتب عمر بن الخطاب الى سعد بن ابی وقاص وهو بالقادسية ان وجه نضلة من معاوية الانصارى الى حلوان العراق فليغر على نواحيها فوجهه مع جماعة فاصابوا غنيمة وسبيا وانقلبوا يسوقون الغنيمة والسبي حتى زهقت بهم العصر وكادت الشمس تغرب فاجأ نضلة السبي والغنيمة الى صفح

الجبل ثم قام فاذا فقال الله اکبر الله اکبر فقال مجيب من الجبل کبرت کبراً یا نضلة ثم قال اشهد ان لا اله الا الله فقال هي كلمة الاخلاص یا نضلة ثم قال اشهد ان محمداً رسول الله فقال هذا هو الذی بشر نابه عیسی بن مریم وانه علی راس امته تقوم الساعة ثم قال حی علی الصلاة فقال طوبی لمن مشی اليها وواظب علیها ثم قال حی علی الفلاح قال قد الفلاح من اجاب محمداً ﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اکبر الله اکبر قال کبرت کبراً ثم قال لا اله الا الله قال اخلصت الاخلاص یا نضلة حرم الله جسدک علی النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت یرحمک الله ملک انت ام ساکن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتک فارنا شخصک فانا وفداً لله ووفد رسول الله ﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانطلق الجبل عن شخص هامته کالرحی ابیض الراس واللحية علیه طمران من صوف فقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فقلنا وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته من انت یرحمک الله فقال انا زریب بن برتملا وصی العبد الصالح عیسی بن مریم اسکنتی بهذا الجبل ودعا لی بطول البقاء الی نزوله من السماء فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویتبرأ مما تحلته النصرانی ثم قال ما فعل یسعی الله ﷺ قلنا قبض فبکی بکاء طویلاً حتی خضبت لحيته بالدموع ثم قال فمن قام فیکم بعده قلنا ابوبکر قال ما فعل به قلنا قبض قال فمن قام فیکم بعده قال عمر قال اذن فاتنی لقاء محمد ﷺ فافرقه واعمر منی السلام وقولوا له یا عمر سدد وقارب فقد هذا الامر واخبروه بهذه الخصال التي اخبرکم بها وقولوا یا عمر اذا ظهرت

هذه الخصال في امة محمد ﷺ فالهرب الهرب اذا استغنى الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا في غير مناسبتهم وانتموا الى غير مواليهم ولم يرحم كبيرهم صغيرهم ولم يوقر صغيرهم كبيرهم وترك الامر بالمعروف فلم يورثه وترك النهي عن المنكر فلم يثمه عنه وتعلم عالمهم العلم ليجلب به الدنيا والدرهم وكان المطر قيظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واطهروا الرشى وشيدوا البناء واتبعوا الهوى وباعوا الدين بالدنيا واستسفحوا الدماء وانقطعت الارحام وبيع الحكم واكل الربا وصار التسليط فخرا ولغنى عزاء وخرج الرجل من بيته وقام اليه من هو خير منه وركبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فكتب بذلك نضلة الى سعد وكتب سعد الى عمر فكتب عمر اليه اذهب انت ومن معك من المهاجرين والانصار حتى تنزل بهذا الجبل فاذا لقيته فاقرأه مني السلام فان رسول الله ﷺ قال ان بعض اوصياء عيسى بن مريم نزل بهذا الجبل بناحية العراق فنزل سعد في اربعة الاف من المهاجرين والانصار حتى نزل بالجبل وبقي اربعين يوما ينادي بالاذان في وقت كل صلاة فلم يجده - ترجمه: فرمایا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ ”میرے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نعلہ انصاری کو حلو ان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ پس روانہ کیا سعد نے نعلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ پس ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت سال غنیمت کا حاصل کیا اور آدمیوں کو قید کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نعلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے

اور اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ تو پہاڑ کے اندر سے ایک عجیب نے جواب دیا کہ اے نعلہ تو نے عظمت والے کی بڑائی کی، پھر نعلہ نے اشہد ان لا اله الا اللہ۔ کہا تو اسی عجیب نے جواب میں کہا! کہ اے نعلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت اللہ نے اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ اس بی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نعلہ نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو اس نے جواب دیا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت اللہ نے حی علی الفلاح کہا۔ تو عجیب نے جواب دیا۔ کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نعلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ تو وہی پہلا جواب عجیب نے دیا۔ جب نعلہ نے لا اله الا اللہ پر اذان ختم کی۔ تو عجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب اذان سے نعلہ فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب! آپ کو کون ہیں؟ فرشتہ یا جن یا انسان جیسے آواز اپنی ہم کو آپ نے سنائی ہے۔ اسی طرح اپنے آپ کو دکھائیے اس واسطے کہ ہم خدا پاک اور رسول اللہ اور عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکلا جس کا سر مبارک بہت بڑا ہلکی کے برابر تھا۔ اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کہا صحابہ نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ”نزول من السماء“ تک میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور پزار ہوں گے

نصاری کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق محمد ﷺ بالغفل کس حال میں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے نصیب نہ ہوئی پس تم لوگ میرا سلام عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچاؤ اور کہو کہ اے عمر انصاف کیجئے اور عدل کیجئے، کہ قیامت قریب آگئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا، ان سے عمر کو خبردار کیجئے۔ اور کہو کہ اے عمر جس وقت یہ فصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں، تو کنارہ کشی کے سوا مغر نہیں۔ جس وقت مرد شہوت رانی میں مردوں پر قانع ہوں اور عورتیں عورتوں پر اور لوگ اپنا نسب بدل کر اور نسب بنائیں۔ مثلاً کوئی سید بن جائے اور سید نہ ہو، قرشی بن جائے اور قرشی نہ ہو، اور آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کنندہ کے سوا اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت نہ کریں اور امر بالمعروف مٹروک ہو جائے کہ کوئی بھلائی کا حکم نہ کرے اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں کہ کوئی برائی سے نہ روکے اور عالم بغرض حصول دنیا کے علم سیکھے، اور مینہ کا موسم گرم و خشک ہو یعنی بارش کا قحط ہو، اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نفرتی و طلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ یعنی قرآن عظیم و مساجد کی عظمت دلوں سے گھٹ جائے یہاں تک کہ ظاہر زینت سے ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی حاجت ہو۔ اور رشوت علانیہ لیں اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کا اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بچیں اور خونیازیاں کریں اور صلہ رحم منقطع ہو جائے اور حکم دام لے کر ہواور بیاج کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور

اداری عزت بن جائے اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں۔ ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس قصہ کو نہ لکھا۔ سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف، پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اس پہاڑ کے اترو، جس وقت ان سے ملو تو میرا سلام ان کو پہنچاؤ۔ اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کی طرف اس پہاڑ میں اترے ہوئے ہیں۔ پس ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب جا اترے اور چالیس (۴۰) روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے ہیں، مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کچھ کلام ہو۔ مگر اصحاب کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث ”نواس بن سمعان“ کی ذکر فرمائی ہے جس میں یٰٰنزل عیسیٰ بن مریم بالمنارة البيضاء شرقی دمشق..... الخ ہے اور جا بجا شیخ نے اس سے فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر اسی فتوحات میں فرماتے ہیں۔ کہ میں ان مضامین کی تحریر میں بالکل خالی اور معراہوں پروردگار عالم ان مضامین کا عطا فرمانے والا ہے اور نیز فرمایا ہذا ما حدیثی رسول اللہ ﷺ یعنی یہ وہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو عطا فرمائی۔

سوال مرزا: افتقار الناس ابن عباس نے ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی ”ممیتک“ کے لیے ہیں بناء علیہ ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے لانے والا ہوں۔ اسی طرح ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ﴾ میں بھی۔

اور اس کو افتقار الناس کہنا مرزا کا اختراع ہے۔ افتقار الناس خالق ہے اور بعد ہیں پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرقاۃ علی

اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ میں ”رفع“ سے رفع روحانی مراد لیتا پڑے گا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت ﴿فَقِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ اور ﴿فَاذْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ اور بشہادت احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں بعد ازاں جو حسب آیت ﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِخَارِجِينَ﴾ جنت سے نکالی نہیں جاتی۔ بناء علیہ مسیح بن مریم بعد مر جانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آ سکتے۔

جواب: افتخار الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے مگر پہلے مرزا اور مرزائی علی رؤس الاشهاد اقرار کر لیں کہ ہم بھی افتخار الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین باانصاف مرزا کی کتاب ”ازالہ اوہام“ اور ”ایام الصلح“ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کیا مرزا نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعویٰ پر تمسک نہیں پکڑا؟ اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بحمدہ العصری جو مذکور ہے۔ پھر اس سے منحرف نہیں ہوا؟ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب ”اعمال“ میں صراحتہ مذکور ہے منحرف نہیں ہوا؟ یا ﴿تَوَفَّيْ﴾ کے معنی موت لینے میں ابن عباس کو علم بالقرآن سمجھ کر مقتدا بنا کر اور ان کے اتباع کا دم بھر کر بعد ازاں آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ اور ایسا ہی ﴿وَلَكِنْ شِبْهَ لَهُمْ﴾ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ اور ایسا ہی ﴿فَقِيلَ مَوْتِهِ﴾ کے معنی میں جو ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ میں مذکور ہے اور ایسا ہی ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِلْسَّاعَةِ﴾ ان سب میں قول افتخار الناس ابن عباس کو سلام نہیں کیا؟ اور احادیث نزول اور ظہور و جلال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف تو حیدر ٹھہرا کر بعد ازاں کیا انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گیا؟

بعد اس کے مرزا کو اگر عقل سے مس ہوتا، کوچہ علم کی کبھی ہوا لگی ہوتی تو کبھی ایسے استدلال نہ لاتا۔ تمام علماء اہل زبان کا اتفاق ہے کہ ”واذعاطفہ“ مقتضی قریب نہیں۔ یہی زید و عمرو سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ آنا زید و عمرو دونوں کے لیے ثابت ہے۔ ان پر ہرگز دلالت نہ ہوگی کہ دونوں ایک ساتھ نہ آئے، آگے پیچھے آئے، ان میں ایک کا آگے آنا تو دوسری بات ہے اور آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ تو روز قیامت کا بیان ہے اس سے پہلے تو موت واقع ہونا ضرور ہے اس کا کسے انکار ہے؟ کلام تو اس میں ہے کہ ”رفع“ سے پہلے موت واقع ہوئی آیت میں اس کا کیا ذکر ہے؟ تو مرزائی استدلال سے ان فرط الفتاد۔ پھر بھی زیادت ایلام کے لیے معروض:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خود مروی کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت نزول فرمائیں گے۔ قوم شعیب علیہ السلام بنی جذام میں نکاح کریں گے۔ ان کے اولاد ہوگی۔

روى ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان اذ ذاک روح فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الى ان قال وعن ابن عباس روح الی قوم شعيب وختن موسى السلام وھم جذام فیولد له فیھم و یقیم تسع عشرة سنة لایكون امیر او لاشیطا ولا ملکا وعن یزید بن ابی حبیب روح امرأة من الازد لیعلم الناس انه لیس باله وقیل یتزوج ویولد له و یسکت خمساً واربعمائة سنة ویدفن مع النبی ﷺ فی قبره ولیس فی ایامہ احلام ولا قاض ولا مفت وقد قبض الله العلم وخلا الناس عنه فینزل وقد علم الله فی السماء ما یتحتاج الیہ من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس و العمل فیہ فی نفسه فیجتمع المؤمنون ویحکمونہ علی انفسھم اذ لا

یصلح لذلك غيره هـ. (یعنی بخاری، جلد ۵)

اب یاتو "امامت" بمعنی "انامت" لیس یا تسلیم کریں کہ بعد موت نزول و نزول و ولادت سب کچھ ہوگا یہ مرزا کی ساری عمارت و ہادے کا بالجملہ تمام احادیث نزول مرویہ ابن عباس اور ان کے آثار صحیحہ و مستبرہ متعلق کریمہ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ و کریمہ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ و کریمہ ﴿وَأَنَّهُ لَعَلَّمُ لِّلسَّاعَةِ﴾ ضلالت مرزا کے مبطل ہیں ان سے آنکھ بند کر کے ایک محتمل لفظ پر سرمنڈانا کیا ایمان داری ہے؟

ثانیاً اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضرب نہیں کیونکہ ابن عباس لم یطأ نص ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ جس میں موت طبعی کے معنی لینا ممکن نہیں جیسا کہ آتا ہے ﴿يُعِيسِي إِبْنِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ میں بعد ارادہ معنی "ممیتک" کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہیں اسحق بن بشرواہن عساکر من طریق جویر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله ﴿إِبْنِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان۔ (درمثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم و تاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قول باری تعالیٰ ﴿فَقَالُوا ارْزُقْنَا اللَّهُ جَهْرَةً﴾ میں بھی ابن عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقہالو جہرۃ ارنا اللہ اور حضرت مجاہد سے مروی ہے ﴿قَوْلُ بَارِي تَعَالَى﴾ ﴿أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قِيمًا﴾ یعنی انزل علی عبدہ الكتاب قیما ولم يجعل له عوجا اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے ﴿قَوْلُ بَارِي تَعَالَى﴾ ﴿فَلَا تُغْنِيكَ أَمْوَالُهُمْ﴾

﴿وَلَا أُولَادُهُمْ﴾ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ مادہ تقدیم و تاخیر کے الیٰ عیسیٰ یعنی مقصود یہ ہے فلا تعجبک امور الہم ولا اولادہم فی الحیوة الدنیا ﴿لَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْآخِرَةِ﴾ اور قتادہ سے روایت ہے ﴿قَوْلُ بَارِي تَعَالَى﴾ ﴿يُعِيسِي إِبْنِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ اس طور پر انہی رافعک الیٰ رافعک اور عمرہ سے باری تعالیٰ کے قول ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ میں لہم عذاب یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ روایات صحابہ کرام و تابعین عظام کی دربارہ تقدیم و تاخیر ملاحظہ ہو تو بالفصیل "تفسیر اثنان" سے ملاحظہ فرمائیں اور جیسے کہ قول باری تعالیٰ ﴿فَقَالُوا قَاتِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ کا مقصود یہ ہے۔ فکان کفایہ قوس او ادنی۔ اور قول باری تعالیٰ ﴿فَإِطْرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ﴿يَنْدْبِعُ السَّمُوتِ﴾ ﴿وَالْأَرْضِ﴾ ﴿خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ﴿كَذَلِكَ يُوجِي إِلَيْكَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے یونہی میں مابین موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض انہوں نے ابن عباس ؓ کا ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی میں "ممیتک" ہرگز مفید نہیں۔

اب ہم قول ابن عباس کا متعلق ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے جوہال ہو ارادہ معنی غیر ﴿لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قِيمًا﴾ ہیں۔ اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ يُنْفَكُونَ﴾ بقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتهم ﴿وَإِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ﴾ ﴿وَمَنْ يَرْحَمْهُمْ وَمَنْ يَرْحَمْهُمْ وَمَنْ يَرْحَمْهُمْ﴾ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) حتیٰ اہبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقاتلہم و وحدوک و اقرؤا انا

عبید ﴿وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ حیث رجعوا عن مقالہم ﴿فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (جلال الدین سیوطی درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے معنی ”رفعتنی“ مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک اور طریقہ لینا ضروری ہے تو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ جیسا کہ تارک الصلوٰۃ نے آیت ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ﴾ سے سند پکڑی۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا ﴿وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو۔ تو تارک الصلوٰۃ نے کہا کہ سارے قرآن شریف پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو سکے تو بڑی بات ہے۔

پس قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرو پھر دیکھو کہ رفع جسمی کس طرح بشہادت تفسیر ابن عباس کھلے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اب ناظرین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا تتبع کون ہے ہم لوگ یا مرزا اور اس کے اذنا ب؟ ابن عباس کا اتباع تو بجائے خود چھوڑا بلکہ ان پر الٹا بہتان باندھا جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ کہا کہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔

سوال: مرزا نے ”ازالہ اوہام“ میں علمائے اہل سنت و جماعت پر بڑے زور شور سے اعتراض کیا ہے کہ بخاری کی حدیث والذی نفسی بیدہ الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں تو تاویل کرتے ہیں اور اصلی معنی مراد نہیں لیتے یعنی قتل کرے گا نصاریٰ کو جو اسلام قبول نہ کریں گے اور خنزیر کی حرمت کا حکم دیں گے اور خنزیروں کو بھی مار ڈالیں گے تاکہ بوجہ پہلی محبت اور رغبت کے ان کی طرف میلان پیدا نہ

والصنع مادة الفساد“ اور ابن مریم میں مثیل ان کا مراد نہیں لیتے اور تاویل کرنے والے کو فرار و ہرجہ قرار دیتے ہیں۔

جواب: جب کہ علماء نصوص قرآنیہ اور تفسیر ابن عباس وغیرہ احادیث و آثار کے اقتضاء کے بموجب رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل پر ایمان لائے ہیں اور پیشین گوئیاں خلفی اور انجیلی طور پر اسی مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تو اتر معنوی سن چکے جس کا کان تاویل بہ مثیل گنجائش نہیں رکھتا تو اب مرزا کے خانہ زاد اصولوں پر کیسے ایمان لائیں؟ تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ ”شب معراج میں آپ کہ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا کہ مقرر وقت تو میں کہہ نہیں سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یا جوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا۔“ اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔ یہ وعدہ کا بیان حضرت محمد ﷺ سے بات چیت شب معراج میں شاید کہ مرزا ہی نے کیا ہوگا۔ پس مولوی صاحبوں کو کیا غرض ہے کہ ابن مریم سے مثیل اس کا مراد لے کر اپنا دین برباد کریں؟ اور مرزا کا تاویل فائدہ ہوا کہ دنیا میں چند سادہ لوحوں کے آگے شان عیسویت اور مہدویت تو دکھائی گویا ایمان گیا تو گیا۔ فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں اس واسطے تاویل کی کہ ”یعنی حقیقی معذور ہے اور تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجازی کی۔ شاید کہ مرزا کے نزدیک کلام نے ایک فقرہ میں مجاز کا واقع ہونا دلیل ہے کلام کے سب فقرات مجاز لینے کی۔ واہ واہ۔“ خانہ زاد اصولوں کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔

سوال: آیت ﴿يُعِيسِي إِيَّيْ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ میں تقدیم تاخیر کہنا اور

ترتیب قرآنی کو بگاڑنا۔ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی رفع کے مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہیں معنی موت کا التزام ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔ اور ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۳۰۳ میں کہتا ہے کہ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

جواب: جس ابن عباس کو افتہ الناس جانا تھا اس کو اب مع دیگر مفسرین اہل اسلام کے محرف اور ملحد کہہ دیا یہ مرزا کا ایمان اور یہ وعدہ اور اسلام ہے۔ آیات قرآنیہ میں جس جس جگہ میں تقدیم و تاخیر مذکور ہے وہ سب واجب التسلیم ہے بوجہ سیاق معنی کے اور لفظ ﴿تَوَفَّي﴾ سے معنی ”رفع“ اور ”قبض“ کا لینا، شہادت قرآن کریم جب ثابت ہے تو پھر بے اصل اور لغو بات کس طرح ہوئی؟ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت تو خبر دے رہے ہیں مگر جس کے نصیب میں ازلی ہدایت نہ ہو ان کو وعظ اور ہدایت کچھ کارگر نہیں ہوتی۔

مرزا اور مرزائی پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید و قید اسامی تین چار سو تک بیان کریں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دیں گے۔ ارے مکار غدار تم نے ایسے مغالطے اور دھوکے دینے سے اردو خوانوں کو اور عوام کو گمراہ کرنا سمجھا ہے صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ ”ہدیۃ الرسول“ میں تم خود دل بھر کے دیکھ چکے ہو اور اس میں بھی دیکھ لو گے۔ پھر جب تک تم آٹھ، دس کا انکار ثابت نہ کرو گے تو اجماع منقوض نہ ہوگا اور بہت

سہا پے کرام سے جو رفع جسمی کی تصریح نہ ہوئی اس کی وجہ بہت ظاہر اور باہر ہے وہ یہ کہ صحابہ کرام کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ پر ایمان تھا پختہ طریق پر اور وہ حضرات اہل لسان تھے۔ اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا اختال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو کیا ضرورت تھی جو اختلافیات کی طرح ذکر رفع جسمی کا مابین صحابہ کے ہوتا؟ بلکہ ذکر نہ کرنا ہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ مرزا اور مرزائی ہی کسی قصہ میں جو قصص قرآنیہ سے صریح طور پر سمجھا گیا ہو مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی لکھ کر ہیں، پانچ سو کی بات تو بڑی ہے۔ اسی لیے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علمائے کرام تلاش کرتے آئے بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحتہ مذکور تھا اور امر بہت ظاہر ہے۔ جس کسی کو ادنیٰ مہارت علمیہ ہو وہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ہدایت باری تعالیٰ کے فضلہ قدرت میں ہے۔

سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباس آیت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں ”مقدم“ اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے؟ یعنی مقدم ذکر کرنا ”متوفی“ کا جس کا وقوع بعد نزول کے اور نزول بعد ہے رفع کے پس ”متوفی“ فی الواقع رفع اور نزول دونوں کے بعد ہے۔

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ یہود مردود نے جب کہ باہم مشورت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں اور قتل کے سامان مہیا کیے اور دن رات اسی کی فکر میں رہتے تھے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع چند مسلمانوں کے ایک مکان میں بند کر دیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری موت یہودیوں ہی کے ہاتھ سے ہوگی اور میری رسوائی اور ذلت یہودیوں کی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم عیسیٰ علیہ السلام کو دور کرنے کے لیے ان سے محقق کر کے

ضمیر متکلم کو مسند الیہ اور لفظ ”متوفی“ کو مسند بنا کر فرمایا۔ ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِيكَ﴾
 ”اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو وفات دینے والا ہوں“ نہ کوئی غیر اور پھر ﴿وَاَفْعَكَ﴾ سے تلی
 بخشی بلاغت کا یہی منقضي ہے کہ موافق حال مخاطب کے کلام چلایا جائے اور اگر
 ”ساتوفک“ فرماتے تو مطابق حال مخاطب کے نہ ہوتا کیونکہ فعل مضارع فقط حدوث
 فعل ”توفی“ سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ اسم فاعل ”متوفی“ کے کہ مزید براں صفت
 قصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا وفات دینا میرا ہی کام اور صفت ہے۔ مثلاً
 یہ قول کہ میں ہی تجھ کو دوں گا اور یہ قول کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں، دونوں میں فرق ہے
 کیونکہ قول اول فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر مشتمل
 ہے کہ دینا تمہیں میرا ہی کام ہے۔

الفرض ﴿اِنِّي مُتَوَفِيكَ﴾ سے جو اطمینان اور تلی مستفاد ہوتی ہے وہ اور
 صیغوں سے نہیں ہوتی اور ایسا ہی یہود کا کہنا ﴿اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بَنَ مَرْيَمَ
 رَسُولَ اللّٰهِ﴾ یعنی ”تحقیق ہم نے ہی قتل کیا ہے مسیح کو جو کہ عیسیٰ ہے پنا مریم کا اور وہ جو
 رسول ہے اللہ تعالیٰ کا“۔ سمجھو کہ ﴿اَنَا قَتَلْنَا﴾ مفید حصر ہے جو ان کے زعم کے مطابق ان
 کے فخر اور تکبر کا باعث ہے یعنی اتنا بڑا کام کہ قتل ہے یہ ہم ہی سے ہوا ہے نہ کسی دوسرے سے
 ولہذا خالی فعل ”قتلنا“ پر بس نہ کی اور پھر ”قتلنا“ کے مفعول کو معرا اور سادہ ذکر نہ کیا بلکہ
 موصوف کر کے۔ اور ﴿اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ پر اکتفا نہ کیا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ مناظ
 افترا اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل یعنی قتل ہی نہیں بلکہ قتل شخص خاص کا جو موصوف
 برسالت خداوندی ہے۔ پس باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب کے لیے فرمادیا ﴿وَمَا
 قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ماہر ذہین پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ اس آیت نفی کی

مناظ بھی اسی نسبت وقوع پر ہے۔ یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدور ہی پر یعنی
 صدور نفس قتل پر۔

پس دفع ہو گیا مرزا کا کہنا ”ازالہ اوہام“ میں وما قتلوه وما صلبوه کے
 متعلق جو بیان لکھا ہے کیونکہ اس نے مناظ تردید کا نسبت صدور ہی کو سمجھا ہے نیز آیات مذکورہ
 کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تھلیل قرآن شریف انہیں
 آیات سے فرما رہا ہے۔

سوال: بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ نے ”توفی“ سے
 معنی موت کے لیے ہیں جیسا کہ مرزا نے ”ازالہ اوہام“ صفحہ ۳۳۱ میں استشہاد اذکر کیا ہے۔
 جواب: مشتق نمونہ خردارے یہ استشہاد مرزا کا دیا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی
 تفسیر سے کیا تھا اور آخر کار اس سے فرار در فرار کیا اس دھوکے کا بیان بھی عرض کیا جاتا ہے کہ
 ان سب تفاسیر کے ملاحظہ کرنے سے یہ چالاکی مرزا کی بھی معلوم ہو جائے گی۔ ان سب کا
 غلاف یہ ہے کہ یہ سب صاحب مفسرین آیت ﴿جَلَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے حکم کو زیر نظر رکھ کر
 ﴿اِنِّي مُتَوَفِيكَ وَرَاَفْعَكَ اِلٰی﴾ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔

ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنی ”ممیتک“
 کے لفظ ﴿مُتَوَفِيكَ﴾ سے مطلب یہ ہوا اس مسلک پر ”اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے
 والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں“۔

دوسرا لفظ ﴿مُتَوَفِيكَ﴾ سے معنی قبض اور رفع کے لینا۔ اور اس بنا پر یہ مطلب
 ہوا کہ ”اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں“ اور بعض مثل صاحب
 کشاف کے ﴿مُتَوَفِيكَ﴾ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے۔ اور اس بنا پر یہ

مطلب ہوا کہ ”اے عیسیٰ میں تجھے یہودی ایداء سے بچانے والا ہوں۔“ پس مرزا نے قول باری تعالیٰ ”ممیتک“ کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشف کے قول میں واقع ہے معنی ”متوفیک“ کا سمجھ لیا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اس احتمال کو یعنی ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ سے معنی ”ممیتک“ لینے کو تو خود صاحب کشف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے اور عبارت کشف کی یہ ہے۔ ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبہ لک وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیہم ﴿وَرَأْفِعْکَ اِلَیَّ﴾ الی سمانی ومقرملانکتی ﴿وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الدِّینِ کَفَرًا﴾ من سوء جوارہم وخبث صحتہم وقیل ﴿مُتَوَفِّیکَ﴾ قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیتہ وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن وقیل متوفی نفسک بالنوم من قوله ﴿وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا﴾ ﴿وَرَأْفِعْکَ﴾ وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء۔ اچھی۔

اب عرض ہے کہ رفع جسی کا چونکہ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ﴾ سے صراحتاً اور ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ﴾ الخ اور ﴿وَإِنَّہٗ لَعَلِّمَ لِّلْسَاعَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت ﴿یُعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیکَ وَرَأْفِعْکَ اِلَیَّ﴾ منافی اس کے معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس آیت کا یہ نکلتا ہے کہ ”اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں۔“ لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم و تاخیر کا قول کیا یعنی ”اے عیسیٰ میں تجھ کو اول اٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعد ازاں نازل کر کے زمین پر تجھ کو

ہانے والا ہوں“ اور باقی مفسرین کسی نے تو ”توفی“ سے معنی قبض کے لیے اور کسی نے پند کے۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ﴾ کے۔ جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بوضاحت تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے ”صاحب کشف“ نے ان سب مسائل کو ضعیف سمجھ کر حتیٰ کہ ”ممیتک“ کو بھی جیسا کہ قبیل ممیتک فی وقتک الخ سے تریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ لیا۔ وہ کیا ”انی متوفیک“ کنایہ ہے عاصمک سے۔ یعنی میں ”تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے۔“ کیونکہ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں ”توفی“ کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستقار ہے تمیز متکلم کے مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی انکا مارنے والا ہے بغیر ہر اغلت یہود اور ان کی ایداء کے تو ضرور معنی استیفاء اجل اور عصمت کے متحقق ہوں گے۔ اس معنی کنائی کی تشریح میں ”صاحب کشف“ نے ومعناہ انی عاصمک ذکر کیا۔

اب قول اس کا وممیتک حتف انفک یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ اس کی تو خود ”صاحب کشف“ وقیل ممیتک فی وقتک الخ سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور مسیح کے آسمان پر زندگی کر کے کا نہیں ہے بخلاف ”ممیتک“ کے کہ بغیر انضمام قیود خارج عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافات میں مفید نہ ہوگا۔

پس معنی اس بناء پر بھی یہ ہوئے کہ ”اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو بچانے والا ہوں کفار کے ہاتھ سے تا تمام ہونے تیری عمر کے اور بعد ازاں میں تجھ کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں بعد نزول کہ آسمان سے اور بعد قتل کرنے دجال کے۔“ ”متوفیک“ کا لفظ کچھ

اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیک فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا بلکہ اگر بعد دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی ”متوفیک“ کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یعیسیٰ انی متوفیک الآن اوبعد سنة وغیر ذلک اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ”اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا اب یادس دن یا برس سو برس کے بعد“، بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا۔ ”انی متوفیک“ صادق ہو جائے گا، اور یہ بات تو خوب ظاہر ہے ہر شخص جان سکتا ہے۔ اگرچہ منصف کو اس تقریر سے کفایت ہے مگر تائید اور تاکید اور تجدید فوائد کے لیے ایک اور تفسیر سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

نقل از تفسیر کبیر الامام الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ قال اللہ تعالیٰ ﴿يَعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعْكَ اِلٰى وَمُطَهِّرْكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.....﴾ المسئلة الاولى اعترفوا بان اللہ تعالیٰ شرف عیسیٰ فی هذه الاية بصفات (الصفة الاولى) ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ ونظيره قوله تعالى حكاية عنه ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ واختلف اهل التاويل فى هاتين الآيتين على طريقين. (احدهما) اجراء الاية على ظاهره من غير تقديم ولا تاخير فيها. (والثانى) فرض التقديم والتاخير فيها اما الطريق الاول فيبانه من وجوه الاول معنى قوله تعالى ﴿اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ اى انى متم عمرک فحينئذ اتوفاک فلا اترکهم حتى يقتلوک بل انا رافعک الى سمانى ومقربک بملائکتى واصونک عن ان يتمكنوا من قتلک.

وهذا تاويل حسن۔ (اقول) لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهى (الوجه الثانى) ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ اى ”میتھک“ وهو مروى عن ابن عباس ؓ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لا يصل اعداؤه من اليهود والى قتله ثم انه بعد ذلک اکرمه بان رفعه الى السماء ثم اختلفوا فى هذا الوجه على وجهين. (احد هما) قال وهب توفى ثلاث ساعات من النهار ثم رفع اى بعد احيائه (وثانيها) قال محمد بن اسحق توفى سبع ساعات من النهار ثم احياء الله تعالى ورفعه اليه ومن الوجوه فى تاويل الآية ان الواو فى قوله ﴿مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعْكَ اِلٰى﴾ لاتفيد الترتيب فالآية تدل على انه تعالى يفعل به هذه الافعال فاما كيف يفعل ومتى يفعل فالامر فيه موقوف على الدليل وقد ثبت بالدليل انه حي وورد الخبر عن النبىؐ انه سينزل ويقتل الدجال ثم انه تعالى يتوفاه بعد ذلک۔

غرض کہ نفس واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا ہے کہ ایسا ہوگا باقی یہ کہ کیسا ہوگا اور سب؟ یہ بطرف پروردگار کے اس روایت کے بموجب سپرد کیا جائے اور اس کی تفصیل سے بحث نہ کی جائے بہت ایسی باتیں ہیں کہ ان کا ہونا حق ہوتا ہے اور وجہ کیفیت اور تسمیہ امان و مکان و اسم میں احتمال اور اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے کہ ”یعنی“ جلد ساتویں صفحہ ۳۱ میں ہے کہ ہابیل کا قاتل آدم علیہ السلام کا بیٹا تو ہے مگر اس کے نام میں اختلاف ہے کہ قاتل ہے یا کہ قین بن آدم علیہ السلام یا کہ قان بن آدم۔ اور ایسا ہی قتل کرنے کے سبب

میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قابیل کے ساتھ کے بطن کی ہمیشہ جس کا نام اقلیم یا اقلیم تھا وہ بائیل کو شادی ہو گئی اور بائیل کے ساتھ کے بطن والی ہمیشہ اس کی جس کا نام لیو لیا دیا یا لیو اور تھا وہ قابیل کو شادی ہو گئی اور اس وقت اس قدر جائز تھا بسبب ضرورت کے کہ ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے کو شادی ہو جاتی تھی کیونکہ دنیا میں اور کوئی عورت اور مرد نہ تھا۔

اور بعض نے کہا کہ یہ بہن اور بھائی کا نکاح ہونا آدم علیہ السلام کی اولاد میں غلط بات ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ حکایت کیا ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے کہ میں نے سوال کیا صادق رحا اللہ سے اس بات کا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پناہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس بات سے وہ بلکہ ایسا ہوا کہ جب آدم علیہ السلام اترے طرف زمین کی تو اماں کے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام رکھا 'عناق' اور اسی نے سب سے اول زمین پر بغاوت اور بدکاری اور گناہ شروع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کوئی مقرر کر دیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوا جب وہ جوان ہوا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ایک عورت جنہ قوم جن میں سے اس کا نام 'ہمامہ' تھا۔ پس آدم علیہ السلام نے بحکم پروردگار قابیل سے اس کا نکاح کر دیا اور جب بائیل جوان ہوا تو اس کے لیے جنت سے حور آئی نام اس کا بذلہ تھا۔ پس بحکم پروردگار اس کا نکاح

۱۔ یہ روایت باطل ہے اور ثعلبی نے طلب الملل میں قرآن عظیم اس کے بطلان پر شاہد ہے کہ ﴿خَلَقْنَاهُ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ جنہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا (حضرت حوا) اسی سے بنایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پٹائی سے بنائی گئیں تو ہر طرح سلسلہ تخلیق بنی آدم صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر مشتمل ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جنہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور یوں بنی آدم کا نسب مادری جیہ یا حور سے جائے گا تو دو جانوں سے تخلیق ہو جائے گی نہ صرف ایک سے ۱۲۔

بائیل سے کر دیا۔ پس قابیل خفا ہوا آدم علیہ السلام پر اور کہا کہ میں بائیل سے عمر میں بڑا ہوں اور اس سے بہتر ہوں پس میرا نکاح 'بذلہ' کے ساتھ کیوں نہ کیا؟ جو کہ جنت کی حور ہے۔ پس آدم علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی تھا پس تم دونوں قربانی کرو کہ کس کی قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے دیکھا جائے۔

پس بعض نے کہا کہ قابیل کے قتل کرنے کا سبب بائیل کو یہ تھا کہ اس کی ہمیشہ اقلیم سے جو خوبصورت تھی بائیل کا نکاح ہو گیا تھا۔ پس آسمان سے سفید آگ نے آکر بائیل کی قربانی کو جلا دیا اور کھالیا اور یہ قبول ہونے قربانی کی نشانی تھی اور قابیل کی قربانی کو نہ جلا دیا اور نہ کھالیا۔ پس قابیل نے بائیل کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ حسد کی دوسری بات ہے یعنی بائیل کو جنت کی حور مل گئی تھی اور اس کو جنہ عورت ملی تھی۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ وہ قربانی ان دونوں کی کس جگہ میں ہوئی تھی؟ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ملتی۔ بعض کہتے ہیں منی کے پہاڑ میں ہوئی تھی اور بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ کس طریقہ سے بائیل کو مارا؟ ابن جریر نے کہا کہ قابیل اسی فکر میں تھا کہ سو گیا اور شیطان ایک صورت بن کر آیا اور اس نے ایک پرندہ پکڑ کر ایک پتھر پر اس کا پردہ کھا اور دوسرے پتھر سے اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ پس قابیل نے بائیل کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پتھر مار کر مار ڈالا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ سخت ڈھیلیوں سے یعنی مٹی کے کلوخ سے سر اس کا پھل ڈالا۔ اور ربیع سے روایت ہے کہ دھوکا دے کر اس کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا گلا گھونٹ ڈالا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو لوہے کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ پر اس کو قتل کیا؟ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جبل ثور پر قتل کیا۔ اور

جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں۔ اور امام طبری سے روایت ہے کہ حراء کی وادی میں۔ اور مسعودی سے روایت ہے کہ دمشق میں۔ اور ایسا ہی کہا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جس میں دمشق کا بیان ہے پس کہا کہ قاتیل باہر رہا کرتا تھا باب جابیہ سے اور اس نے قتل کیا اپنے برادر کو جیل قاسیون پر نزدیک 'مفارقة الدم' کے۔ اور کہا حضرت کعب نے کہ جو خون قاسیون کے پہاڑ پر ہے وہ خون آدم علیہ السلام کے بیٹے ہاتیل کا ہے۔

اور کہا ابن جوزی کے پوتے نے کہ عجیب ہے ان اقوال سے اور حالانکہ متفق ہیں تواریخ اور صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے والے لوگ اس بات پر کہ یہ قتل کا واقعہ ہندوستان میں ہوا ہے۔ اور قاتیل نے غنیمت جانا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ پس ہند میں اس کو قتل کر ڈالا اور جیل ثور اور حراء پر اس کو کون لایا وہ دونوں پہاڑ تو مکہ میں ہیں اور بصرہ شہر کی تو خود اس وقت بنیاد تک بھی نہ تھی اور کہاں تھا ہند اور دمشق اور باب جابیہ؟ اے میرے پروردگار میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ روایت ہے ابن عباس سے کہ قتل کیا ہے اس نے ہاتیل کو جیل 'نوذبا' پر ہند میں اور یہی قول صحیح ہے۔ اچھی

(مافی العینی لایمام بدرالدین علی البخاری، جلد ۷)

خیال کرو کہ واقعہ سچا مگر اس کے اسباب و وجوہ میں کس قدر خلاف ہے۔ پس ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ ضرور نازل ہوں گے زمین پر اور مرے گے۔ مگر کس طور پر اور کب؟ سو اس کی بحث ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان اس وجہ تاویل میں تھا کہ آیت کریمہ میں ترتیب مفید نہ مانی جائے۔ ومنہا فی التاویل ما قالہ ابو بکر الوسطی وھو ان المراد ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ عن شہواتک وحوظوظ نفسک۔ ثم قال

﴿وَرَفَعَكَ إِلَيْنَا﴾ وذلك لان من لم يصرفانيا عما سوى الله لا يكون له وصول الى مقام معرفة الله تعالى وايضا فعيسى لما رفع الى السماء صار حاله كحال الملكة في زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذميمة ومنها ما هو في اخذ الشيء وافيا ولما علم الله ان من الناس من يخطر بباله ان الله رفع الله هو روحه لاجسده كما زعمت النصارى ان المسيح رفع لاجسده يعني روحه وبقي في الارض ناسوته يعني جسده فرد الله عليهم بقوله ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافَعَكَ إِلَيْنَا﴾

جیسا کہ صفحہ ۴۷۳، طبع مفسر تفسیر کبیر، جلد ۳ میں ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ مِنَ الرَّقِيبِ عَلَيْهِمْ﴾ والمراد منه وفاة الرفع الى السماء من قوله ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافَعَكَ إِلَيْنَا﴾ اور جیسا کہ تفسیر خازن جزء اول صفحہ ۵۰۹ میں ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما رفعتني الى السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت فذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وجسده ويدل على صحة هذا التاويل ﴿وَمَا يَضُرُّكَ مِنْ شَيْءٍ﴾ ومنها ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ ای اجعلک کالمتوفی لانہ اذا رفع الی السماء وانقطع خبره واثره عن الارض کان کالمتوفی واطلاق اسم الشئ علی ما يشابه فی اکثر خواصه وصفاته جائز حسن ومنها ان التوفی هو ان یقال وفانی فلان در اہمی ووفانی وتوفیتها منہ کما یقال سلم فلان لرفعتنی الی وتسلمتھا منہ. وقد یكون ایضا توفی بمعنی استوفی وعلی الاحتمالین کان اخر ارجح من الارض واصعادہ الی السماء توفیالہ. فان

قيل فعلى هذا الوجه كان التوفى عين الرفع اليه فيصير قوله ﴿وَرَأَفَعَكَ إِلَى﴾ تكرار قلنا في متوفيك يدل على حصول التوفى وهو جنس تحته انواع ولم يكن تكرار بعضها بالموت وبعضها بالايجاد الى السماء فلما قال بعد ﴿وَرَأَفَعَكَ إِلَى﴾ كان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكرار.

ومنها ان يقدر فيها حذف المضاف والتقدير متوفى عملك بمعنى مستوفى عملك ﴿وَرَأَفَعَكَ إِلَى﴾ اي ورافع عملك الى وهو كقوله تعالى ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ والمراد من هذا الآية انه تعالى بشره بقبول طاعته واعماله وعرفه ان ما يصل اليه من المتاعب والمشاق في تمشية دينه واظهار شريعة من الاعداء فهو لا يضيع اجره ولا يهدم ثوابه. ومنها المراد من التوفى النوم ومنه قوله عز وجل ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ فجعل النوم وفاة وكان عيسى عليه السلام قد نام فرفعه الله وهو نائم لئلا يلحقه خوف فمعنى الآية اني منيكم ورافعك الى فهذه الوجوه المذكورة على قول من يجرى الآية على ظاهرها الطريق الثاني وهو قول من قال لا بد في الآية من تقديم وتأخير تقديره اني رافعك الى ومظهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزلك الى الارض وقيل بعضهم هل تجد نزول عيسى الى الارض في القرآن قال نعم قوله تعالى ﴿وَكَهَلًا﴾ وذلك لانه لم يكنهل في الدنيا وانما معناه وكهلا بعد نزوله من السماء ومثله من التقديم التأخير كثير في القرآن. واعلم الوجوه الكثيرة التي قدمنا ها تغني عن التزام مخالفة الظاهر. والله اعلم

الصفة الثانية من الصفات التي ذكرها الله تعالى لعيسى عليه السلام قوله ﴿وَرَأَفَعَكَ إِلَى﴾ والمشبهة يتمسكون بهذه الآية في اثبات المكان لله تعالى وانه تعالى في السماء وقد دللنا في المواضع الكثيرة من هذا الكتاب بالدلائل القاطعة على انه يمتنع كونه تعالى في المكان فوجب حمل اللفظ على التاويل وهو من وجوه:

(الاول) ان المراد الى محل كرامتي وجعل ذلك رفعاً اليه تعظيم والتعظيم ومثله قوله "اني ذاهب الي ربي" وانما ذهب ابراهيم عليه السلام من العراق الى الشام. وقد يقول السلطان ارفعوا هذا الامر الى عيسى. وقد يسمى الحاج زوار الله تعالى ويسمى المجاورون جيران الله والمراد من كل ذلك التفخيم والتعظيم فكذا ههنا

(الوجه الثاني) في التاويل ان يكون قوله ﴿وَرَأَفَعَكَ إِلَى﴾ معناه ان يرفع الى مكان لا يملك الحكم عليه فيه غير الله لان في الارض قد يولى الخلق انواع الاحكام. فاما السموات فلا حاكم هناك في الحقيقة الى الظاهر الا الله تعالى

(الوجه الثالث) ان بتقدير القول بان الله في مكان لم يكن ارتفاع عيسى الى ذلك سببا لارتفاعه وفرحه بل انما ينتفع بذلك. لو وجد هناك مطلوبه من الثواب والروح والراحة والريحان فعلى كلا القولين لا بد من حمل اللفظ على ان المراد ورافعك الى محل ثوابك ومجازا لك. واذا كان لا بد من اضمار ما ذكرناه لم يبق في الآية دلالة على اثبات المكان لله تعالى. وبقي من مباحث هذه الآية موضع مشكل. وهو ان نص

القرآن دل علی انه تعالیٰ حین رافعه القی شبهه علی غیره علی ما قال ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ والاحبار ایضا وارده بذلك الا ان الروایات اختلفت. فتارة یروی ان الله تعالیٰ القی شبهه علی بعض الاعداء الذین دلو الیہود علی مكانه حتی قتلوه وصلبوه. وتارة یروی انه علی الصلوة والسلام رغب بعض خواص اصحابه فی ان یلقی مشیه علیہ حتی یقتل مكانه وبالجملہ فكیف ما كان ففی القاء شبهه علی الغیر اشکالات.

الاشکال الاول: انا لو جوزنا القاء شبه انسان علی انسان آخر لزوم السفسطة. فانی اذ ارایت ولدی ثم رأیتہ ثانیاً فحینئذا جوز ان یکون هذا الذی رأیتہ ثانیاً لیس بولدی بل هو انسان القی شبه علیہ وحينئذ یرتفع الامان عن المحسوسات وایضا فالصحابہ الذین رأوا محمد ﷺ یمرهم وینہامهم وجب ان لا یعرفوا انه محمد لاحتمال انه القی شبهه علی غیره وذلك یفضی الی سقوط الشرائع وایضاً فمدار الامر فی الاخبار المتواترة علی ان یکون المخیر الاول انما اخبر عن المحسوس فاذا جاز وقوع الغلط فی المبصرات كان سقوط خبر التواتر اولی وبالجملہ ففتیح هذا الباب اوله سفسطة و آخره ابطال النبوات بالکلیة.

والاشکال الثانی: وهو ان الله تعالیٰ كان قد امر جبرئیل عليه السلام بان یکون معه فی اکثر الاحوال هكذا قاله المفسرون فی تفسیر قوله تعالیٰ ﴿اِذْ اَیَّدُکَ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾ ثم ان طرف جناح واحد من اجنحة جبرئیل عليه السلام كان یکفی العالم من البشر فكیف لم یکف فی

١. وقال بعض المفسرین كان معه لازماً فی جمیع الاحوال رفع مع ینسب الی السماء کما فی التفسیر الحسینی والعزیزی والمطهری والمعالی وابن کثیر دفع البیان ٢ منه حفظه ربه

مع اولئک الیہود عنه. وایضاً انه عليه السلام لما كان قادراً علی احياء الموتی عليه السلام ولم أ عليه السلام الا کفۃ والابصر فكیف لم یقدر علی امانة اولئک الیہود الذین قصدوه بالسوء وعلی اسقامهم والقاء الزمانة والفالج علیهم حتی صبر واعاجزین عن التعرض له.

والاشکال الثالث: انه تعالیٰ كان قادراً علی تخلصه من اولئک الاعداء بان یرفعه الی السماء فما الفائدة فی القاء شبه علی غیره بل فیہ الالقاء مسکین فی القتل من غیر فائدة الیه.

والاشکال الرابع: انه اذا لقی شبه علی غیره ثم انه رفع بعد ذلک الی السماء. فالقوم اعتقدوا فیہ انه هو عیسیٰ مع انه ما كان عیسیٰ لهذا كان القاء لهم فی الجهل والتلبیس وهذا لا یلیق بحکمة الله تعالیٰ.

والاشکال الخامس: ان النصاری علی کثرتهم فی مشارق الارض ومغاربها وشدة محبتهم للمسیح عليه السلام وغلوهم فی امره اخبروا بهم شاهده مقتولا مصلوباً فلوانکرنا ذلك كان طعناً فیما ثبت بالتواتر والطعن فی التواتر یوجب الطعن فی نبوة محمد عليه السلام ونبوة عیسیٰ عليه السلام بل فی وجودهما ووجود سائر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام وکل ذلک باطل.

والاشکال السادس: انه ثبت بالتواتر ان المصلوب بقى حیا طویلاً فلو لم یکن ذلک عیسیٰ بل كان غیره لاطهر الجزع ولقال عليه السلام لست بعیسیٰ بل انما انا غیره ولبالغ فی تعریف هذا المعنی ولو ذکر ذلک لاشتهر عند الخلق هذا لمعنی فلما لم یوجد شی من هذا علمنا ان

ليس الامر على ما ذكرتم فهذا جملة ما في الموضوع من السوالات.
والجواب عن الاول: ان كل من اثبت القادر المختار سلم انه تعالى قادر على ان يخلق انساناً آخر على صورة زيد مثلاً ثم ان هذا التصوير لا يوجب الشك المذكور فكذا القول فيما ذكرتم.

والجواب عن الثاني: ان جبريل عليه السلام لو دفع الاعداء عنه او اقدر الله تعالى عيسى عليه السلام على دفع الاعداء عن نفسه لبلغت معجزته الى حد الالغاء وذلك غير جائز

وهذا هو الجواب عن الاشكال الثالث: فانه تعالى لو رفعه الى السماء وما لقي شبهه على الغير لبلغت تلك المعجزة الى حد الالغاء.

والجواب عن الرابع: ان تلامذة عيسى كانوا حاضرين وكانوا عالمين بكيفية الواقعة وهم كانوا يزيلون ذلك التلبس.

والجواب عن الخامس: ان الحاضرين في ذلك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهة على الجمع القليل جائز والتواتر اذا انتهى في آخر الامر الى الجمع قليل لم يكن مفيداً للعلم.

والجواب عن السادس: ان بتقدير ان يكون الذي القي شبه عيسى عليه السلام عليه كان مسلماً وقبل ذلك عن عيسى عليه السلام الجائز ان يسكت عن تعريف حقيقة الحال في تلك الواقعة ليثبت العزم والصبر على البلاء، وكذلك العزم على الصبر والكف عن اظهار المحن من طريقة الكبراء من محبي الله تعالى وبعيد بل ابعد عن شكايه الله لدى العباد وليس فيه

مع للشاكي. وبالجملة فالاسئلة التي ذكروها امور تنطرق الاحتمالات اليها من بعض الوجوه ولما ثبت بالمعجز القاطع صدق محمد عليه السلام في كل ما حبر عنه امتنع صيرورة. هذه الاسئلة المحتملة معارضة للنص القاطع والله ولي الهداية انتهى. ما في التفسير مفاتيح الغيب للامام الرازي مخلوطا معاني بعض المواضع.

وانا الفقير الحقير اقول: في تمته الجواب عن الاشكال الخامس ان ادعاء هم قتل عيسى عليه السلام وصلبهم اياه واثباته بالتواتر وانتهاء التواتر الى امر محسوس وهو القتل والصلب في حق عيسى عليه السلام ادعاء مجرد واشتباه وهمي ناش من الاجتماع على حمية قومية ونصرة دينية وتحفظ مسلكي كما ادعى الشيعة تواتر نص جلي من حضرة الرسالة على خلافة امير المؤمنين سيدنا علي ابن ابي طالب يوم غدیر خم مع انه لم يثبت باخبار الاحاد ايضاً فضلاً عن المشاهير فضلاً عن المتواتر على ان التجربة والتواتر من قوم لا يكون حجة ملزمة على قوم آخر ما لم يصل اليهم على ذلك النمط كما تقرر في موضعه ولمنع هذا التواتر وجوه:

(الاول) ان من شرائط التواتر وجود هذا المبلغ المحيل للكذب في كل طبقة ولذا قالوا له اوله كاخوه واوسطه كطرفيه ووقت حدوث تلك الواقعة لم يتجاوز عدد المخبرين سبعة انفار الذين دخلوا عليه وزعموا انهم صلبوه كانوا ستة اوسبعة والغالب في هذا العدو عدم بلوغهم حد العلم والقطع بخبرهم.

(والثانی) ان دعوی اہل الاسلام لیس نفی مطلق المصلوبية والمقتولية بل مدعاہم ان المصلوب هو من صور علی صورة عیسیٰ علیہ السلام فی اللون والشکل وتوجه لانفس جثة المقدسة ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ والثابت بالتواتر لو سلم مصلوبية من هو علی صورته وهو کلی یصدق علیہ وعلى غیرہ فهو غیر مضر لنا لان الدلیل اعم من دعواہم فلا یتم التقرب فمبنی الامر علی غلط الحس او علی عدم تمیزہ او علی عجزہ وکلالہ عن ادراک الشخص الواقعی وهذا واقع کثیر فی المتشابهات کما یوردہ اہل المعقول فی نقض الکلیة ببديلة البیضات.

(والثالث) انه قد انقطع عرق اليهود فی عهد بخت نصر فانه قتلہم واعدم عن الارض بذرہم وکسرا صنامہم فلم یبق الا واحد بعد واحد غیر بالغ حد التواتر وکان ملکا قبل البغضة قابضاً لمشارك الارض ومغاربہا فانقطعت الطبقة الوسطی فلا یصدق حد التواتر علی قولہم ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾.

(والرابع) ان من شرائط التواتر ان لا یكون معارضاً لامر قطعی وهو قول اللہ تبارک وتعالی ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا تَبَاعُ الظَّنِّ﴾ انتخبت هذا من کلام الفاضل محمد حسن السنہلی من تعلیقاتہ علی العقائد السعد الفتازانی مزیداً منا بمواضع للایضاح.

تفسیر خازن میں سورہ البین شریف کے اس قول پاک پر ہے ﴿وَاضْرِبْ لَهُم

مدیۃ اصحاب القریۃ اذ جاءها المرسلون﴾ آخر آیت تک ایک قصہ طول طویل ان آیت کریمہ کے متعلق ذکر کیا اور آخر میں کہا کہ کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور ان میں نے ایک جوان خوبصورت ان تینوں شمعوں اور دو قاصدوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دعا کر رہا ہے..... الخ اس جوان سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اول قصہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پورا قصہ دیکھنے سے اشتباہ نہیں رہتا۔

الحل: جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر۔ حضرت شیخ امام اجل ابو نصر محمد بن عبدالرحمن اہلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب سبعیات میں فرمایا ہے کہ ”یوم السبت“ یعنی سبت کے روز سات شخص نے ساتھ شخصوں کے ساتھ مکر کیا ہے نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا مکر ان سے، قریش کے سرداروں کا مکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، بنی اسرائیل کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے، بروز ہفتہ کے یعنی شنبہ کے روز اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا اور عبارت اس امام اجل کی یہ ہے اعلم ان صاحب البراق وسید یوم الميثاق ورسول الملك الخلاق لم یسم یوم السبت یوم مکر وخديعة وانما سماه یوم المکر والخديعة لان سعة نفر مکروا فی هذا الیوم بسبعة نفر.

الاول قوم نوح علیہ السلام مکروا بنوح علیہ السلام قوله تعالی ﴿وَمَكُرُوا مَكْرًا كَبِيرًا.....﴾ الایہ ”فاستحقوا الطوفان والمحنة قوله تعالی ﴿فَقَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ.....﴾ الایہ“ الثانی قوم صالح علیہ السلام مکروا بصالح علیہ السلام

قوله تعالى ﴿وَمَكْرُؤًا مَّكْرُؤًا مَّكْرُؤًا هُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ الثالث اخوة يوسف عليه السلام مكروا بيوسف عليه السلام قوله تعالى ﴿فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا﴾ الرابع قوم موسى عليه السلام مكروا بموسى عليه السلام قوله تعالى ﴿فَاجْمَعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ أَتَوَصَّفًا﴾ الخامس قوم عيسى عليه السلام مكروا بعيسى عليه السلام ﴿وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا لِلَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ السادس صناديد قريش مكروا برسول الله ﷺ قوله تعالى ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الآية﴾ السابع بنو اسرائيل مكروا بنهى الله تعالى قوله تعالى ﴿وَأَسْأَلُهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ﴾ وهى ايلة التى كانت حاضرة اى مجاورة البحر بحر القلزم ﴿إِذْ يُعَذِّبُونَ﴾ اى يعتدون فى السبت فاستحقوا المسخ واللعة۔

پھر دو (۲) ورق کے بعد ہر ایک قوم کے مکر کو تفصیلاً بیان کرنا شروع کیا تو قوم یہود کا جو مکر عیسیٰ عليه السلام سے ہوا اس کا قصہ بیان فرمایا (وقصة) ان اليهود قالوا عيسى ساحر واحياؤه الموتى وغير ذلك كله من السحر فسمع عيسى عليه السلام ذلك فاغتم وقال الهى انك اعلم بافتراهم فاتهم المسخ فجعلهم الله القردة والخنازير فبلغ الخبر ملك اليهود فخاف ان يدعو عليه ايضاً فامر بقتل عيسى عليه السلام فاجتمع اليهود وجاؤا الى عيسى وكان فى البيت فادخلوا عليه واحداً منهم ليقتله فنزل جبرئيل عليه السلام فصعد بعيسى الى السماء من سقف البيت وحول الله صورة الرجل الذى دخل عليه على صورة عيسى عليه السلام فاخذ اليهود ذلك الرجل وقتلوه فظنوا انهم قتلوا عيسى عليه السلام ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ كما قال الله تعالى ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ

الآية) ويقال ان اسم الرجل الذى شبه بعيسى عليه السلام اشبوع..... الخ مطلب یہ ہے کہ یہودی قوم نے جو کہ عیسیٰ عليه السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب کہ عیسیٰ عليه السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور سخت بیماروں کو شفا دینا وغیرہ سے بڑے معجزے دیکھے تو یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ عليه السلام جادوگر ہے۔ پس عیسیٰ عليه السلام کی بددعا سے وہ یہودی خنزیر اور ہنڈر بن گئے۔ جب یہ خبر ان کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ڈرا کہ شاید میرے اوپر بھی عیسیٰ عليه السلام بددعا کریں گے۔ پس اس نے قتل کا حکم دیا اور قتل کے واسطے ایک مکان میں ان کو بند کیا۔ پس جب ایک شخص کو واسطے قتل کرنے عیسیٰ عليه السلام کے مکان کے اندر داخل کیا۔ جس کا نام اشبوع تھا۔ اس پر عیسیٰ عليه السلام کی صورت ڈالی گئی اور یہود نے اس کو عیسیٰ عليه السلام جان کر قتل کر دیا اور عیسیٰ عليه السلام کو پروردگار نے آسمان پر طلب فرمایا..... الخ

دلیل: ہونے عیسیٰ عليه السلام کے آسمانوں پر یعنی بخاری، جلد گیا رہویں، صفحہ ۳۷۱ میں ہے وان عيسى يقتله بعد ان ينزل من السماء فيحكم بشريعة محمدية..... الخ یعنی وہاں کی باتوں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ عليه السلام قتل کریں گے، آسمان سے نازل ہونے کے بعد، پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

یعنی بخاری نے جلد ۲، صفحہ ۵۹۸ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث (ان النبی ﷺ قال يخرّب الكعبة ذو السويقتين من العجبة) کے متعلق فرمایا کہ کعبہ کے خراب ہونے کے ذکر میں جو جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابوداؤد طحاہی نے صحیح سند کے ساتھ فرمایا کہ جبشی لوگ آ کر خانہ کعبہ کو ایسا خراب کریں گے کہ بعد اس کے پھر اس مکان متبرک کی تعمیر نہ ہوگی اور وہی لوگ نکالیں گے خزانہ اس کا۔ اور ذکر کیا طحاہی نے کہ یہ

بات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی اور ایک حبشی ذوالسویقتین آئے گا اور بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔ پس اس کے آنے کے بعد آٹھویں برس سے نویں برس کے درمیان میں عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گا اس کی طرف ایک جماعت کو ذوالسویقتین کے معنی صاحب دو چھوٹی پنڈلیوں کا یہ اشارہ بطرف باریک ہونے پنڈلیوں کے ہے۔ کیونکہ قوم حبش کی پنڈلیاں باریک ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے گا ایسا ایک شخص جو کہ قوم حبشہ کا ضعیف ہے۔ اور وہ عبارت عربی یہ ہے عینی کی۔ ومنہا ما رواہ ابو داؤد الطیالسی بسند صحیح فی بیایع لرجل بین الرکن والمقام واول من يستحل هذا البيت اهله فاذا استحلوه فلا تسنال عن هلكة العرب ثم تجنى الحبشه فيحربونه خرابا لا يعمر بعده وهم الذين يستخرجون كنزه وذكر الحلیمی ان ذلك فی زمن عیسیٰ علیہ السلام وان الصریح یاتیہ بان ذاللسویقتین قدسار الی البيت یهدمه فیبعث الیه عیسیٰ علیہ السلام طائفه بین الثمان الی التسع..... الخ

اور ”اسی یعنی“ کے دوسرے صفحہ میں ہے کہ امام غزالی سے مذکور ہے کہ ہر روز مغرب کے وقت طواف کرتا ہے ایک شخص ابدال میں سے خانہ کعبہ کا اور ہر صبح کو طواف کرتا ہے اس کا ایک شخص اوداد سے جب یہ بات تمام ہو جائے گی تو یہ سب ہوگا خانہ کعبہ کے اٹھ جانے کا زمین سے۔ پس ایک روز ایسا ہوگا کہ جب صبح کو لوگ اٹھیں گے تو خانہ کعبہ کا کوئی نام و نشان اس جگہ اپنی پر نہ ہوگا اور یہ امر اس کے غائب ہو جانے کا اس وقت ہوگا کہ پہلے سے سات برس تک کوئی شخص حج اس کا نہ کرے گا۔ پھر قرآن شریف اٹھ جائے گا اپنی تختیوں سے، (یعنی لوگوں کو اس کے لکھنے اور خریدنے کا شوق نہ رہے گا) پھر قرآن شریف دلوں سے

اٹھ جائے گا۔ (یعنی نہ کوئی عمل کرے گا اور نہ کوئی پڑھے گا) پھر لوگ متوجہ ہو جائیں گے طرف شعرا شعرا اور غزل خوانی اور مرثیہ خوانی اور گانے بجانے اور جاہلیت کے قصوں کے۔ پھر نکلے گا دجال اور نازل ہوگا عیسیٰ علیہ السلام اور امام قرطبی نے فرمایا کہ اٹھ جانا قرآن شریف کاسینوں سے اول ہوگا اور خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد اس کے ہوگا اور یہ بعد موت حضرت علیہ السلام کے ہوگا اور یہی بات صحیح ہے..... الخ من العینی۔ غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس وقت ضرور ہے۔ خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد ہورفع قرآن شریف کے یا قبل ہو۔ اور پہلی روایتوں میں مطلق جمع مراد ہے سوائے ترتیب مذکور کے یعنی یہ سارے امور ہوں گے قطع نظر تقدیم و تاخیر مذکور فی العبارة سے۔ پس ان روایات میں تطبیق بھی ہوگی اور بالتبع گانے بجانے کی برائی اور اس کا موجب النہی ہونا بھی پایا گیا۔

”یعنی، بخاری، جلد ثانی ۲۱۰“ میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام جنت سے رسول اللہ ﷺ کے واسطے براق لائے اور حضرت محمد ﷺ براق پر سوا ہونے لگے تو گھوڑے نے تیزی کی۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا! کہ کیا تو محمد ﷺ ہی سے سختی کرتا ہے؟ یہ حصر کے کلمہ کے ساتھ اس واسطے کہا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس براق پر سوار ہو چکے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وجہ یہ تھی کہ ”پہلے انبیاء علیہم السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ بہت گزر چکا تھا۔ اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تو خود زمانہ دراز تھا“..... الخ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس گھوڑے پر مثل انبیائے سابقین کے سواری کی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ چونکہ بہت گزر چکا تھا لہذا وہ گھوڑا موافق دنیا کے گھوڑوں کے ذرا تیزی کرتا تھا جیسے کہ دنیا کے گھوڑے کہ اگر زمانہ دراز تک ان

پر سواری نہ کی جائے تو ذرا تیزی دکھاتے ہیں اور سوار کے آگے سوار ہونے کے وقت اچھلتے کودتے ہیں۔ وھذا ظاہر جدا۔

”یعنی بخاری، جلد دوم، صفحہ ۲۰۷“ میں ہے بطور سوال و جواب کے۔ سوال: یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فقط پانچ انبیاء آدم وادریس و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یا آٹھ انبیاء اور یحییٰ و یوسف و ہارون علیہم السلام ہی کا نام لیا؟ کہ ان سے میری ملاقات ہوئی اور حالانکہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی تھی شب معراج میں۔ پس جواب: سب کے نام لینے اور خاص کرنے کے وجوہ بیان کیے کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے مناسبت زیادہ تھی بہ نسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت اور یسٰی علیہ السلام کے بیان میں فرمایا کہ اور یسٰی علیہ السلام آسمان چہارم پر اٹھائے گئے جب کہ ان کی عمر ۶۵ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ ارادہ کیا ان کے قتل کا یہود نے۔ پس پروردگار نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ایسا ہی نبی ﷺ کو جب کہ یہود نے بکری میں زہر ملا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پروردگار نے حضرت کو نجات دیدی۔۔۔۔۔ الخ

اسی ”یعنی“ کے اسی جلد، اسی صفحہ میں ہے سوال: انبیاء علیہم السلام کی جائے قرار زمین میں ہے۔ پس کس طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آسمان میں دیکھا؟

کسی نے جواب: اس کا اس طرح دیا ہے کہ ان انبیاء کی ارواح کو پروردگار نے جسم کی شکل پر متشکل کیا تھا ذکرہ ابن عقیل و کذا ذکرہ ابن التین اور ابن التین نے کہا ہے کہ ارواح بدن کی طرف بروز قیامت لوٹیں گی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے اور وہ حضرت نازل ہوں گے بطرف زمین کے۔ چونکہ ابن التین کے کلام سے فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی کی حقیقی حیات معلوم ہوتی تھی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات اس

جسم کے ان کی ارواح طیبہ متشکل شکل اجسام ہو گئی تھیں اور ان کی اصلی حقیقی حیات اور جسم ان کی اس روز ہوگا کہ جب بروز قیامت ان میں روح ڈالی جائے گی۔ پس علامہ یعنی نے فرمایا کہ سارے انبیاء کو رسول اللہ ﷺ نے حقیقتہً دیکھا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ لے گئے اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا ان کو ششم آسمان پر اٹھ کر مثل دیگر اہل اسلام کے ابن التین بھی اس کا قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہی ہوئے بلکہ زندہ تشریف لے گئے ہیں۔۔۔۔۔ الخ (مفصل)

قادیانی دجال اور بھال نے جس جلیل الشان پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ﷺ حضرت عیسیٰ روح اللہ کو گالیاں دی ہیں اور طرح طرح کے عیب اور طعن ان پر اور والدہ ماجدہ عابدہ متقیہ بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے ہیں، میں تھوڑا قدر ان کے اوصاف حمیدہ سے ہدیہ اہل اسلام کرتا ہوں تاکہ جان لیں کہ قادیانی مسلمان تھا یا کیا؟ اور ان اوصاف کے ذکر کو اپنی نیک بختی ذریعہ شمار کرتا ہوں۔ پس بعد حمد رب الغلیمین اور صلوة علیہم السلام عرض کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صاحبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ہیں درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام اور بی بی مریم صاحبہ کی ۲۴ پشتیں ہیں۔ بی بی مریم کے باپ کا نام عمران بن مائمان، اور بعض نے کہا کہ مریم ہے، سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام عمران ہے مگر وہ بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے اور ہر دو عمران کے درمیان مدت ایک ہزار آٹھ سو برس کی تھی۔ (خازن صفحہ ۲۲۹)

حدیث شریف میں ہے کہ بی بی مریم جب پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ حنہ نے مسجد نبویہ کی خدمت کے لیے مسجد میں ان کو دے دیا اور ایک ساعت بھی اپنی والدہ نے

ان کو خوراک نہیں دی بلکہ مسجد کے چوبارہ میں جنت سے بے موسم میوہ ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کی پرورش کا انتظام کیا کرتے تھے۔ خور و سالی میں بی بی مریم صاحبہ نے پروردگار سے سوال کیا ایسے گوشت کھلانے کا جس میں خون نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو طعام کھلایا نڈی، ملخ۔ بی بی مریم کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پروردگار نے اپنی عبادت کے لیے خاص کر لیا دن رات بیت المقدس میں مسجد کی خدمت کرتی تھیں اور روہرو اس کو فرشتوں نے کلام سنایا۔ یہ بات اور کسی عورت کو نہیں حاصل ہوئی اور باوجود کہ مردوں سے بیت المقدس میں اختلاف نہ تھا مگر باجماعت نماز ہر وقت ادا کرتی تھیں یہ بات بھی کسی دوسری عورت کو نہیں ہاتھ آئی اور جماعت کی نماز کا ان کو امر تھا اس آیت کریمہ کے ساتھ ﴿وَاسْجُدْ وَاقْبَعْ مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ جب یہ کلمات فرشتوں سے بی بی مریم نے سنے رو برو ہو کر تو کھڑی ہوئیں نماز میں یہاں تک کہ دم کر گئے قدم ان کے اور خون اور پیپ ان سے جاری ہو گیا۔ اور بی بی مریم ہر روز اتنی بڑھا کرتی تھیں جس قدر کہ برس روز میں اور لڑکے بڑھتے ہیں۔ اور جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ مریم کے پاس دیکھ کر کہا کہ ”اے مریم کہاں سے یہ میوہ آتا ہے؟“ تو اس وقت بی بی مریم تو صغیرہ تھیں کہا ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ یہ میوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مریم صاحبہ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں بحالت طفلی کلام کیا اور اس وقت قابل بات کے نہ تھیں اور بے خاوند کے ان کو پروردگار نے بیٹا دیا اور کسی عورت کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ (تفسیر خازن، جلد چہارم)

عرائس میں ذکر کیا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ اور ایک شخص یوسف نام تھا اور مریم کا چچا زاد بھائی تھا دونوں مسجد میں جو کہ جبل صہیون کے پاس تھی نو بہت بہ نو بہت پانی ڈالا کرتے

یہ یوسف مریم کا چچا زاد بھائی ہے بعد ضعیف ہو جانے زکریا یغیر کے مریم اسی کی حاملہ میں رہی۔ بوجہ قسط سالی کے کوئی شخص بنی اسرائیل سے مریم کو نہیں لینا تھا اور قرعہ والا تو یوسف کا قرعہ نکلا۔ پس مریم کی دعا سے اس کو رزق کافی ملتا گیا۔ (خازن) ایک روز بی بی مریم عمامہ کے کرتے کے گریبان میں جبرائیل علیہ السلام نے آدمی کی صورت بن کر وہ مٹی پھونک دی جو کہ آدم علیہ السلام کے قالب سے بچی تھی۔ اس مٹی کے لگنے کے سبب حمل قرار پا گیا تھا جس سے زہ یعنی پیدائش اولاد کا درد جب شروع ہوا تو گئیں جامع مسجد میں اپنی ہمشرہ کے پاس اور برا جانا اس بات کو اس یوسف نجار نے اور کہا کہ اے مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوتی ہے؟ افرمایا بی بی صاحبہ نے کہ ہاں ہوتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے کھیتی کو پیدا کیا تھا تو بغیر بیج کے پیدا کیا تھا۔ اور ان کی ہمشرہ زوجہ تھی حضرت زکریا علیہ السلام کی اور وہ بھی اس وقت حاملہ تھیں ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جن کو ”یوحنا“ بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ”اے مریم میرے پیٹ میں جو ہے تیرے پیٹ والے کو سجدہ کرتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے“ ابن عباس نے کہا ہے کہ بی بی صاحبہ کو حمل اور وضع عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی ساعت میں ہوا تھا مگر ”تفسیر کبیر“ میں ابن عباس کا قول ۹ ماہ کا ذکر کیا ہے اور ایک ساعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ دوسرا قول عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں ۸ ماہ ہے۔ تیسرا قول ”عطاء اور ابو العالیہ“ اور شحاک ۶ ماہ کا ہے۔ چہارم ۶ ماہ کا۔ پانچواں قول تین ساعتوں کا ہے ایک ساعت میں حمل ہوا اور دوسری ساعت میں صورت بنی اور تیسری ساعت میں پیدا ہوئے۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۵۳۲، جلد ۵)

عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں بعد زوال کے ایسا کہا ہے علامہ نیشاپوری نے۔ اور بی بی صاحبہ حیض و نفاس سے پاک رہیں کمافی الکبیر لفخر الرازی وغیرہ۔ اور بی بی مریم کے ساتھ فرشتوں نے رو برو ہو کر باتیں کی ہیں یہ بزرگی کسی دوسری عورت کو نہیں دی گئی۔ اور

پروردگار نے بی بی کو برگزیدہ کیا اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو عنایت کیا بغیر باپ کے۔ حدیث شریف میں ہے کہ چار عورتیں بڑے مرتبہ والی ہیں۔ مریم اور فرعون کا فری عورت آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور حضرت محمد ﷺ کی بی بی خدیجہ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

فرمایا ”امام رازی“ نے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ ”امام برماوی“ نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل کے وقت بی بی مریم کی عمر تیرہ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہیں اور اپنی موت کے وقت عمر بی بی صاحبہ کی ایک سو بارہ (۱۱۲) برس کی تھی۔ مگر یہ روایت تفصیل چاہتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کا نام الیشاء اور خالہ کا نام حنہ بنت فاقوذ ہے۔ اور بی بی مریم روزہ کی حالت میں جہدہ میں گری پڑی تھیں کہ انتقال ہوا۔ بعد کو عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں والدہ اپنی کو دیکھا کہ جنت دارالسلام میں اکرام اور عزت کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پس کہا کہ ”اے میرے بیٹے جنت میں آ کر پروردگار کے انعام کی شراب پر میں نے افطار کیا ہے۔“ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے والدہ کی ناف مبارک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ”تفسیر حسینی“ میں ہے کہ بعد تولد کے ملائکہ نے ان کو غسل دے کر بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر بی بی مریم کے کنار میں رکھ دیا۔ ہر مولود کو اس کی پسلی میں شیطان دو انگلیوں سے دبا کر درد دیتا ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو درد پہنچانے لگا تو وہ انگلیوں سے دباناس کا حجاب میں پایا گیا۔

”امام علانی“ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے بیت لحم میں۔ اور بعض نے فرمایا کہ پیدا ہوئے ناصرہ میں جو قریہ ہے صیون کے قریبوں میں سے اور چونکہ

حضرت زکریا علیہ السلام بی بی مریم کے پاس آیا جایا کرتے تھے لہذا قوم یہود نے ان کو زنا کی عیب دہی اور کہا کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اور یہود نے زکریا علیہ السلام کو جب پکڑنا چاہا تو ہاتھ بھاگ کر ایک درخت کی طرف دوڑے اور وہ درخت پھٹ گیا اور زکریا علیہ السلام اس کے اندر گھس گئے۔ پس شیطان نے قوم یہود کو بتایا کہ وہ درخت میں ہے۔ پس یہود نے آ رہ رکھ کر چیرنا شروع کیا اس درخت کو۔ یہاں تک کہ زکریا علیہ السلام کے جسم سے پتے چیرتے چیرتے جانچے۔ پس یہود نے زکریا علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے چیر ڈالا۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا بعد اس کے پروردگار کے حکم سے ملائکہ نے غسل اور کفن کر کے مقام نابلس میں دفن کر دیا۔

”امام قرطبی“ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے یہود نے اسے اب کہ بی بی مریم کو آ کر طعن و تشنیع کرنا شروع کیا تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ اسی لڑکے نے ہمارا حال دریافت کرو۔ کفار نے کہا کیا ہم اس سے دریافت کریں جو کہ مہد میں بچہ پڑا ہے؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا ترک کر کے بائیں کرٹ پر تکیہ کر کے ان کو طرف ہو کر اپنے دہنے ہاتھ کی نرائگی سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ پس پہلا کلام ان کا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی کیا ہے یعنی روز ازل میں مجھ کو نبی کر دیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو لڑکپن ہی میں اسی ساعت میں کتاب پڑھائی گئی اور آپ اللہ تعالیٰ کا اعلان فرمایا۔ ”تفسیر حسینی“ میں غلابی سے منقول ہے کہ والدہ کے شکم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کی تعلیم دے دی۔ اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جب کہ میں مکلف لائق نماز اور زکوٰۃ کے ہو جاؤں اور اتنے کلام کے بعد پھر اور

کوئی کلام نہیں کیا جب تک کہ اتنی عمر کو پہنچے ہیں کہ لڑکے بخشنی عمر میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ ابو السعد فی قولہ تعالیٰ انی عبد اللہ و نسیب خازن اور اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے اور ”اسی خازن“ میں اس کے متصل یہ بھی ہے کہ کہا مریم صاحبہ نے کہ جب میں اور عیسیٰ تنہا ہوتے تو مجھ سے باتیں وہ کرتے اور میں ان سے کرتی تھی اور جب کسی اور سے میں مشغول ہوتی تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام تہنیت کرتے تھے اور جب کہ نو ماہ کے ہوئے تو بی بی صاحبہ نے ان کو مکتب میں داخل کیا واسطے تعلیم کے۔

فائدہ: مہر میں سات لڑکوں نے باتیں کی ہیں:

۱..... عیسیٰ علیہ السلام اور

۲..... یوسف علیہ السلام کا شاہد جو لڑکا تھا۔

۳..... اور وہ لڑکا جس نے اپنی والدہ، بیٹی فرعون سے کہا تھا کہ آگ پر صبر کر جب کہ فرعون نے اس کو ڈالنا چاہا۔

۴..... اور اصحاب اشدود کے قصہ میں ایک لڑکا۔

۵..... اور یحییٰ علیہ السلام۔

۶..... اور ایک عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور کہا کہ یہ لڑکا جرتیج کا ہے اور وہ عابد تھا مگر والدہ اپنی کو نماز پڑھتے جواب نہیں دیا تھا اس واسطے ماں کی بددعا سے تہمت زنا کی اس پر لگائی گئی تھی اس لڑکے نے کہا کہ میں چرواہے کا بیٹا ہوں جرتیج کا نہیں ہوں۔

۷..... اور ساتواں وہ کہ بنی اسرائیل کی عورت لڑکے کو دودھ دے رہی تھی اور ایک سوار گزرا عورت نے کہا ”یا اللہ میرے لڑکے کو ایسا کر دے“۔ لڑکے نے مونہ سے پستان نکال کر کہا کہ ”یا اللہ مجھ کو ایسا نہ کر“ پھر ایک باندی کینر گزری عورت نے کہا ”یا اللہ میرا لڑکا اس کی مثل

کے لئے کہا ”یا اللہ مجھ کو اس کی مثل کر“۔ پس ماں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ وہ باندی کینر کو چوری اور زنا کی تہمت دیتے ہیں حالانکہ یہ اس سے پاک ہے۔

(یعنی بخاری، جلد ساتویں، صفحہ ۴۲۲، مصری)

امام بخاری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب لڑکوں سے زیادہ دانا اور عاقل تھے۔

معلم نے کہا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کہو بسم اللہ، تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معلم نے کہا کہ کہو ابجد، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کے معنی جانتے ہو؟ معلم نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ:

۱..... اللہ سے مراد اللہ ہے۔

۲..... اللہ سے مراد ہجرت اللہ کی۔

۳..... اللہ سے مراد جلالت اور بزرگی اللہ کی۔

۴..... اللہ سے مراد دین اللہ کا۔

۵..... اللہ سے مراد ہاویہ جہنم۔

۶..... اللہ سے مراد دویل اور افسوس اہل دوزخ کا۔

۷..... اللہ سے مراد زہیر اور آواز جہنم کی۔

۸..... اللہ سے مراد خطیایا عن المستغفرین۔ دور کیے گئے گناہ تو بہ کرنے والوں سے اللہ کا نام اللہ کی قدیم غیر مخلوق ہے۔

۹..... اللہ سے مراد صاع بدلہ صاع کا یعنی زیادہ سود ہے۔

۱۰..... اللہ سے مراد ای تحشوہم جمیعاً۔ اٹھائے گا اے پروردگار تو سب لوگوں کو۔ پس معلم نے کہا کہ اے بی بی صاحبہ اپنے لڑکے کو لے جا اس کو استاد معلم کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بی بی صاحبہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معلم کے پاس روانہ کیا تو معلم نے کہا کہ کہو بسم اللہ۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا معنی ہیں بسم اللہ کے؟ معلم نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے الباء بھاء اللہ والسمین سناء اللہ والمیم ملک اللہ۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک شہر کے پاس پہنچے وہاں کے لوگ بادشاہ کے دروازہ پر جمع تھے۔ انہوں نے سب پوچھا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ کی عورت پر لڑکا پیدا ہونے کی سختی ہے۔ اپنے بتوں سے یہ لوگ آسانی کے لیے سوال کر رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں اس عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھوں تو لڑکا جلدی نکلے گا۔ پس لوگ بادشاہ کے پاس ان کو لے گئے۔ بادشاہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں خردوں کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اس کے شکم میں لڑکا ہے جس کے رخسارہ پر سیاہ داغ ہے اور اس کی پشت پر سفید نشان ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لڑکے میں تم کو پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ جلدی نکل آ۔ پس پیدا ہوا لڑکا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ بتایا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس بادشاہ نے ایمان لانا چاہا مگر اس کی قوم نے اس کو منع کر دیا اور کہا کہ مریم جادوگر عورت ہے اس کو بیت المقدس سے لوگوں نے نکال دیا ہے یعنی اس کے بیٹے کا خرد دینا تا ثیر ہے جادو کی۔

حضرت وہب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اول معجزہ یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص مالدار مسکین سے محبت کرتا تھا اور غریب لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پس اس کا مال چوری ہو گیا اور اس نے مسکینوں کو ملامت کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس کو کہو کہ سارے مسکینوں کو جمع کرے اپنے مکان میں۔ پس جب اس نے سب کو جمع کیا تو

اس شخص نے ایک شخص بے دست و پا یعنی لنگڑے لوے، شل کو ایک مردانہ کی طرح پر تھا دیا اور اندھے سے کہا کہ اس کو اٹھا، اس نے کہا کہ میں ضعیف کمزور ہوں۔ پس اس شخص نے کہا کہ لڑکا گزشتہ رات میں اس پر کیسے قوی ہو گیا تھا۔ یعنی اے اندھے اس شل کو رات کے وقت کیسے اٹھا کر اپنے ہمراہ کر کے چوری کر لی؟ اور حالانکہ ان دونوں نے مل کر چوری کی تھی۔ بعد ازاں اس صاحب خانہ نے لڑکے کی خوشی اور شادی شروع کی مگر پینے کی کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے وہ غمناک تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے مکان میں جا کر جس وقت پر ہاتھ لگاتے وہی برتن شربت سے پُر ہو جاتا اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ برس کی تھی۔ بارگاہی تعالیٰ نے فرمایا قرآن پاک میں ﴿وَإِذْ نَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ﴾ اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مضبوط کیا ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے۔ تفسیر حسینی تفسیر مظہری و تفسیر عزیزی یہ عالم دہن کثیر نے لکھا ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام ہر وقت قرین اور رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے۔ ”فتح البیان“ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سے ایک دم بھی جدا نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گئے۔

حکایت: حضرت کلاباذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ایک بار عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے سلطان آیا رستہ میں اہل حق وادی میں قریب بیت المقدس کے۔ پس اہلیس نے کہا کہ کون ہے تو؟ فرمایا کہ میں بندہ اللہ کا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کنیز اور اس کی بندی کا بیٹا ہوں۔ یعنی بی بی مریم کا فرزند ہوں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ساری زمین کا خدا ہے کیونکہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مریضوں کو اچھا کرتا ہے اور کوڑھی اور اندھے مادر زاد کو اچھا کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب فخر اور شان اور بڑائی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ میں اس کے اذن اور حکم سے بیماروں کو اچھا کرتا ہوں میرا کوئی اختیار نہیں وہ اگر چاہے

تو مجھ کو مریض کر دے۔ شیطان نے کہا کہ صبر کریں میں شیطانوں کو تیرے آگے سجدہ کروانا ہوں۔ پس بنی آدم بھی دیکھ کر تم کو سجدہ کریں گے اور تو زمین کا خدا ہو جائے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت کرنا شروع کر دی اور شیطان کی بات کو رد کر دیا۔ بعد ازاں حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام تینوں فرشتے آئے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے۔ پس میکائیل علیہ السلام نے شیطان کو پھونک مار کر ایسا مشرق کی طرف اڑایا کہ سورج سے جا لگا اور اس کی گرمی اور تپش سے جل گیا۔ بعد ازاں اسرافیل علیہ السلام نے شیطان کو مغرب کی طرف پھونک مار کر ایسا اڑایا کہ جس چشمہ میں سورج جا گرتا ہے وہاں جا پڑا۔ جب نکلتا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کو پھر اسی میں دھکیل دیتے تھے اس طور پر سات روز اس میں رہا۔ پس بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام سے بہت خوف کرتا تھا۔

حکایت: لڑکپن کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکوں کو خبر دیا کرتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کے لیے کیا کیا رکھا ہے۔ پس لڑکے آ کر مکان میں وہ چیزیں طلب کیا کرتے تھے۔ ماں باپ دریافت کرتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا ہے؟ تو وہ کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے الگ کر کے ایک مکان کشادہ میں کر دیا تاکہ ان کی ملاقات لڑکوں سے نہ ہو کرے اور لڑکے ان سے حال اپنے گھر کی چیزوں کا سن کر ماں باپ کو تنگ نہ کیا کریں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے لڑکے کیا اس مکان میں ہیں؟ ان لوگوں نے عذر کیا اور کہا کہ اس میں تو بندر اور سوڑ ہیں اور کچھ نہیں۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ایسے ہی ہوں گے۔ پس جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو بے شک بندر اور سوڑ ہی تھے۔ ”کبیر و ابوالسعو د خازن“ نے کہا کہ ایسی خبریں دینا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سبب سے تھا کہ پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ نبی کر کے بعض امور کا علم غیب عطا

فرمایا تھا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ کو ساتھ بتانے پروردگار کے ہوا کرتا ہے۔ کما صرح بہ غیر واحد۔ نہ اس سبب سے کہ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ وہ اقنوم تھا اقنوم ثلثہ سے۔ یعنی بخاری، جلد اول، صفحہ ۶۵ میں ہے والنصارى لا يقولون فى عيسى انه نبي ياتيه جبرئيل والى انما يقولون ان اقنوما من الاقانيم الثلاثة الملاهوتية حل بنا سبت المسيح على اختلاف بينهم فى ذلك الحلول وهو اقنوم الكلمة والكلمة عندهم عبارة عن العلم فلذلك كان المسيح فى زعمهم يعلم الغيب ويخبر بما فى الغد فى زعمهم الكاذب..... ربح. لفظ زعم کاذب کا تعلق اعتقاد عدم اتیان جبرئیل اور حلول اقنیم سے ہے نہ اخبار بالغیب سے۔ فانہ صحیح

”امام رازی“ نے سورہ آل عمران میں کہا کہ سب سے اول عیسیٰ علیہ السلام ایمان لائے حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح نام ہونے کی وجہ:

اول: تو یہ کہ جب پیدا ہوئے تھے تو بدن پر ان کے تیل ملا ہوا تھا۔ وہن مبارک سے جس تیل کے ساتھ انبیاء لوگ ملے جاتے تھے خاص اور یہ تیل علامت ہوگا اس بات کی کہ ملائکہ جان لیں کہ جو تیل ملا ہوا پیدا ہوتا ہے۔ وہ نبی ہوتا ہے پس مسیح بمعنی ”ممسوح“ ہوا فاعیل بمعنی ”سہل“۔ (تفسیر کبیر)

دوم: شہابیوں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

سوم: اور یہ کہ وقت پیدا ہونے کے جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پروں سے ان کو ملا تھا شیطان سے بچنے کے لیے۔

چہارم: اور یابہ کہ زمین کی سیاحی کیا کرتے تھے اور مقیم نہ ہوتے تھے۔
پنجم: اور فقیر کو بعض دوسری کتابوں میں یاد ہے کہ بیماروں پر تندرستی کے لیے ہاتھ پھیرنا بھی ایک وجہ ہے۔

”تفسیر کبیر، رازی“ میں ہے کہ لفظ مسیح اسم مشتق ہے یا موضوع۔ پس اس میں دو قول ہیں۔ ابو عبیدہ اور لیث نے کہا کہ اصل اس کا مشیحا ہے عبرانی زبان میں اور عرب والوں نے مسیح بنا لیا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصل یثوع ہے جیسا کہ موسیٰ کا اصل موسیٰ اور یثا ہے عبرانی میں۔ فعلى هذا القول لا يكون له اشتقاق. اور دوسرا قول اشتقاق کا ہے۔ پانچ وجوہ توبہ جو گزرے ہیں۔

ششم: یہ کہ انہ مسح من الاوزار والافام یعنی گناہوں سے پاک تھا۔
ہفتم: یہ کہ بوجہ ننگے پاؤں چلنے کے ان کے قدم ملے گئے تھے۔ چہارم معنی پریمم زائد ہے مسیح بمعنی ’سیاح‘ ہے۔ وعلى هذا المعنى يجوز ان يقال عيسى مسيح بالتشديد على المبالغة كما يقال للرجل فسيق وشرب اور دوسرے معنی پر مسیح بمعنی ’ماج‘ ہے، فعيل بمعنى فاعل ہے جیسے رحيم بمعنی راحم۔ (تفسیر کبیر)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ’وجیہ‘ فرمایا ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں موسیٰ علیہ السلام کو ’وجیہ‘ فرمایا اور وجیہ کے معنی صاحب جاہ کے۔ اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں مگر اس معنی سے کہ وہ مسوح العین ہے یعنی ایک آنکھ اس کی بیٹھی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ناک نہیں ہے۔ پس وہ امسح الوجه والانف۔ اور سوائے اس کے ہزاروں معجزات ان کے کتابوں میں مذکور ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر کیا فخر ہوگا کہ جن کے بارے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”کیسے ہلاک ہوگی وہ امت کہ جس کے اول میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوں

”۔ (قوت القلوب لابی طالب المکی) اور امام یافعی کے ’روض الریاحین‘ میں ہے۔ ”کس خوف کروں میں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام اس کے“۔۔۔۔۔ الخ هذا الكل من الكتاب المستطاب نزهة المجالس ومنتخب المعانيس للشيخ عبدالرحمن الصقوري رحمة الله تعالى عليه۔ خوشخبری امت محمد ﷺ کہ دو دنوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ سبحان اللہ باوجود اتنے بڑے مرتبہ کے پھر بھی محمد ﷺ کے تابع اور پیرو ہی ہوں گے۔ وصلى الله عليه وعلى سائر النبيين والهم واصحابهم اجمعين۔

علامات امام مہدی علیہ السلام

سب مسلمانوں کو واضح ہو کہ کاذب مکار مہدی بہت گزر چکے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ۸۲ یا ۸۳ شخصوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بعض بعض کو لوگوں نے خوب مانا اور لاکھوں خلقت تابع ہو گئی مگر آخر امر میں پر وہ کھل گیا اور جب کہ سچا مہدی آئے گا تو روز بروز اسلام کا چرچا کفر کی تباہی ہوتی جائے گی۔ جمیع روئے زمین کی بادشاہی کرے گا اور ہر کس و ناکس اس سے خبردار ہوگا نہ ایسا کہ قادیانی غلام احمد مرزا چند روز کے بعد قبر میں چپ چاپ جا گھسا اور کوئی کام مہدی کا نہ کیا۔

پس فقیر کتب اسلام سے ان کے اوصاف اور علامات ذکر کرتا ہے۔ امام مہدی صاحب خوبصورت جوان عمدہ بال والا، بال ان کے نکتے ہوں گے دونوں شانوں پر، قد ان کا میانہ ہوگا، ناک انکی دراز اور بلند، کشادہ پیشانی، دہنے رخسارہ پر سیاہ خال ہوگا۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کی پیشانی فراخ اور بنی بلند اور دراز ہوگی، پر کر دے گا زمین کو عدل اور انصاف سے جیسا قبل اس سے ظلم کے ساتھ پر

حضرت ابو عبد اللہ نے روایت کیا ہے اپنی کتاب میں علیؑ سے مرفوع کر کے کہ اگر زمانہ کا ایک روز باقی رہے گا جب بھی امام مہدی میرے اہل بیت سے آئے گا اور زمین کو عدل سے ایسا پُر کرے گا جیسا کہ ظلم سے ہو گئی تھی۔ (ابوداؤد) سات برس تک بادشاہی کرے گا۔ اور ”نظم الفرائد بر شرح عقائد“ صفحہ ۲۵۴ میں ہے کہ بیس برس تک بادشاہی کرے گا۔

ابونعیم نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگر چہ گھٹنوں کے زور پر۔ کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔“ حضرت حذیفہؓ سے دہلی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”امام مہدی میرے قبیلہ سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ”امام مہدی جس قریہ سے ظاہر ہوں گے اس کا نام کریمہ ہے۔“ (ردہ ابو نعیم) اور امام مہدیؑ اس وقت موجود نہیں ہیں بلکہ اسی زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی وہ ابوالقاسم محمد جتہ بن حسن عسکری ہے۔ ۲۵۵ میں پیدا ہوئے ہیں سرمن رانی میں اور ان کے باپ کے دوسرا سوا ان کے بیٹا نہیں تھا۔ جب ان کا باپ فوت ہوا تو عمر امام مہدی کی پانچ برس کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہے جیسے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو۔ اور وہ مدینہ میں دشمنوں کے خوف کے سبب سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اس فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ شریعت کے نطفاء ساتھ ہیں یعنی سات بیغیر ہیں جو کہ ناطق بالشریعت ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ محمد و محمد مہدی علیہم السلام اور ہر دو نطفاء کے درمیان میں سات امام ہوتے ہیں۔ جو

بیت کی ہر زمانہ میں تنمیم کرتے ہیں اور اس اعتقاد والے فرقے کو اسماعیلیہ اور سبعیہ اور اولیہ کہتے ہیں۔ الخ۔ (شرح المواقف ۷۵)

اور شیخو بت دو قسم ہے ایک صغریٰ دوسری کبریٰ۔ مگر یہ صاف غلط ہے کیونکہ علامہ نے جمہور شیعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی ولد نہیں ہوا۔ انصاف یہ ہے کہ اس کی اولاد ثابت کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ شیعہ لوگوں کے میں قول ہیں اس میں کہ بعد حسن عسکری کے کس کا امام ہے؟ اور کون کون امام ہے؟ اور شیعہ غیر امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو امام کا لقب کے لقب سے مشہور کیا ہوا ہے وہ مہدی نہیں سوائے مہدی کے کوئی اور ہے اور ہم امت و الجماعۃ سے شیعہ لوگوں کا چند باتوں میں اختلاف ہے۔ اول یہ کہ ہمارے نزدیک امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہیں اور امام حسینؑ کی اولاد سے کہنا بڑی واہیہ روایت ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا یہ کہ امام عسکری کے اولاد ہی نہ تھی کیونکہ ان کے بھائی جعفر نے ان کے ترکہ سے میراث لی ہے۔ واما نفس وجود الامام المہدی الخلیفۃ الحق فمتفق علیہ تواترت بہ الاخبار اخر جہا احمد والخمسۃ والحاکم ونصیر بن حماد وابونعیم والروایانی والطبرانی وابن حبان وغیرہم عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة امام الطبرانی اور رویانی وغیرہما نے کہا کہ فرمایا ”رسول اللہ ﷺ نے کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا۔ اس کا منہ دہان ہوگا مثل ستارہ روشن کے۔ رنگ اس کا عربی ہوگا اور بدن اس کا اسرائیلی ہوگا۔ اس کی بادشاہی اور خلافت پر زمین اور آسمان اور ہوا کی چیزیں راضی ہوں گی۔“ اور ابن عساکر نے علیؑ سے روایت کیا ہے کہ ”جب مقیم ہوگا لوگوں میں وہ شخص جس کا لقب قائم

ہے (مہدی) آل محمد ﷺ سے، تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کے لوگ سارے جمع کر دے گا۔ رفتاء ہوں گے اہل کوفہ سے اور ابدال لوگ اہل شام سے۔“ قال الطبرانی مرفوعاً قالوا لفاطمة نبینا خیر الانبیاء ہوا بوبک وشہیدنا خیر الشہداء وهو عم ابیک حمزة ومعنا من لدن جناحان بطیر بہما فی الجنة حیث شاء وهو ابن عم اسک جعفر ومننا سبطا هذه الامة الحسن والحسين وهما ابناک ومننا المہدی وفيہ اخبار کثیرة متواترة المعنی. واما کونہ من العباسیین او خیر لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم فضعیف لا یسمع نظم الفرائد۔

بعض لوگ بے علم کہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی نہیں بلکہ فقط عیسیٰ ہی ہوں گے حدیث میں ہے ”لا مہدی الا عیسیٰ“ مگر اس کا جواب چند وجہ سے ہے۔ اول تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا کہ محتمل التأویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماؤل ہے کیونکہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کے اوصاف میں تغائر ظاہر ہے تو معنی حقیقی اس کا معذور ہے یعنی نفی وجود امام مہدی ﷺ کی اور وقت تعذر معنی حقیقی کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جاتے ہیں پس یہاں مجاز متعین ہوا اور وہ معنی اول ہیں۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی الہد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور ابن جریج کی حدیث سے اب یہ معنی مخدوش نہ ہوں گے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے فرد کامل مراد ہوگا لان المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہی ہوتا ہے لہذا معنی یہ ہوئے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد پورا اور کامل مہدی اور ہدایت یافتہ نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ ﷺ ہوں گے۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ”لانی بعدی“ اس عموم سے کہ میں ہوں، تا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگرچہ انبیائے سابقین میں سے کسی حضور اس وہم کی نفی فرماتے ہیں کہ میرے بعد نبی جو نہ آئے گا تو مراد یہ ہے کہ یہ نبی نہ ہوگا کہ کسی کو نہ دی جائی گی نہ مستقلہ، نہ تابعہ ہاں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی کی شریعت کا تابع ہو کر آئے گا، وہ عیسیٰ ﷺ ہیں۔ آیت کریمہ یا احادیث متواترہ یا امت یا مسئلہ ضروریہ دینیہ کہ حضور ﷺ کا ختم نبوت ان چاروں وجوہ سے آفتاب کی طرح بیکاس سے ہزار ہا درجہ زائد واضح و روشن ہے اس سے اس قدر ثابت ہے کہ اب کسی کو نبوت عطا کیے جانے کا دروازہ بند فرما دیا گیا۔ اصلاً مطلقاً ہرگز اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور یہ کیسا ہی تابع وغیرہ مستقل ٹھہرایا جائے۔

ہم پوچھتے ہیں وہ نبی کی شریعت جدید نہ رکھتا ہو شرائع میں دوسرے نبی کا تابع ہو، حضرات حاملان تو راست تھے علیم الصلوٰۃ والسلام وہ نبی ہیں یا نہیں؟ اگر نبی نہیں تو ہمارا مطلب حاصل کہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا نہ تابع، نہ مستقل۔ اور اب اسے نبی کہنا غیر نبی کو نبی کہنا اور اللہ عزوجل پر افتراء ہوگا اور اگر نبی ہے تو قرآن مجید نے جملہ نمبین کا ہی خاتم فرمایا ہے استقلال کی قید نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ اجماع میں، نہ ضروریات دین میں۔ توحید نبی تابع کا آنا ان سب کے خلاف ہوا۔

ہاں کسی سابق کا تشریف لانا وہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہو سکتا کہ اس کو نبوت پہنچل چکی، نہ کہ جدید۔ اور ”فتاویٰ کا ملیہ“ میں کہا ہے کہ اگرچہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ مگر درجہ ان کا اول سے زیادہ ہوگا بوجہ زندہ کرنے کے دین محمدی ﷺ کو۔ کہ اس وقت دین میں بہت کمزوری اور ضعیف ہوگا اور یا تو آسمان سے احکام شریعت کے سیکھ

آئے گا یا یہاں آ کر قرآن شریف اور حدیث کو معائنہ کرے گا اور پوری مراد شریعت واقف ہو جائے گا اور تجاہات علمیہ دور ہو جائیں گے اور یا اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا یا بواسطہ وحی کے، جو جو نبی ﷺ کی شریعت سے جانتے ہیں اس پر حکم کریں گے اور یا رسول ﷺ سے علم شریعت کا حاصل کریں گے اور یہ جو بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے غلط ہے کہ حکم کریں گے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر۔ اور خواجہ خضر نے امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علم سیکھا ہے بارہ برس میں اور ان سے امام ابوالقاسم قشیری نے سارے علوم تین برس میں جان کر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے صندوق میں رکھ کر اپنے کسی مرید سے دریائے جھون میں ڈالوا دی ہیں۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کتابوں کا نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے۔ پس یہ کلام بالکل باطل ہے اور بے اصل ہے اس کا نقل کرنا بھی درست نہیں سوائے رد کرنے کے۔ اول تو اس میں علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز نے سخت غلطی کی اور بعد کے لوگ اس کی متابعت کرتے گئے۔ یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر مجتہد غیر نبی کی تقلید کریں گے اور خواجہ خضر علیہ السلام جن کا مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چند مرتبہ زیادہ ہے یقیناً اور وہ استاد موسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ انہوں نے کیسے بارہ برس امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا؟ اور پھر اسی علم کو خواجہ خضر علیہ السلام سے امام ابوالقاسم نے تین برس میں حاصل کر لیا۔ پس شاگرد استاد سے زیادہ ذہین ہے اور اس بناء پر تو عیسیٰ علیہ السلام امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سخت رد کیا ہے۔

فتاویٰ کا ملکہ میں ہے: سئل عن السيد عيسى ابن مريم اذا نزل اخر الزمان هل يكون كواحد من هذه الامة واذا قلت ان يكون كواحد من

وله الامة هل ينزل عن مرتبة الرسالة الجواب: مافي حواشي شيخنا العلامة علي وسطى الشيخ السنوسي وهذا نصه قوله كواحد من امة. ان يكون كواحد منهم في المشي على شريعة ﷺ. وأما نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل يزيد الله تعالى رفع درجات وعلوم مقامات حيث احبب الله تعالى به هذا الدين وكاد يضمنحل لما يقع في هذا الدين من محو آثار الحق والقيم الحن وزلازل الضلال فيكون عيسى عليه السلام حاكما بنصوص الكتاب والسنة ويكشف الله له الغطاء عن المراد من احكام كتاب الله ﷺ رسول الله ﷺ وبهذا تعلم بطلان ما تقول بعض الجهلة من الاحناف المتأخرين من ان عيسى عليه السلام اذا نزل يحكم بمذهب الامام الاعظم ابي حنيفة رحمۃ اللہ تعالیٰ. وقد رد ذلك القول محققا المتأخرين من الحنفية السيد احمد الطحطاوى والسيد محمد امين في حواشيهما على الدر المختار وشنعوا على القائل بذلك. اقول: قال الشامي على قول الدر المختار في مدح الامام الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ وقد جعل الله الحكم لاصحاب الامام الاعظم واتباعه من زمانه الى هذه الايام الى ان يحكم بعقيدته عيسى عليه السلام تبع فيه القهستاني. لكن لادليل في ذلك على ان رسول الله عيسى علي نبينا وعليه الصلوة والسلام يحكم بمذهب ابي حنيفة رحمۃ اللہ تعالیٰ وان كان العلماء موجودين في زمانه فلا بد له من دليل ولهذا قال الحافظ السيوطي في رساله سماها الاعلام ما حاصله ان ما يقال انه يحكم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لا اصل له وكيف يظن بنبي انه

یقلد مجتهدا مع ان المجتهد من آحاد هذه الامة لا يجوز له التقليد والما
الحکم بالا جتہاد اوبما کان یعلمہ قبل من شریعتنا بالرحی اوبما تعلی
منہا. وهو فی السماء او انه ينظر فی القرآن. فیفہم منہ کما کان یفہم لہما
علیہ الخ. واقصر السبکی علی الاخیر.

و ذکر ملا علی القاری ان الحافظ ابن حجر العسقلانی سنل مل
ینزل عیسیٰ علیہ السلام حافظاً للقرآن والسنة. او یلقاھما عن علماء ذلک
الزمان فاجاب لم ینقل فی ذلک شی صریح. والذی یلیق بمقامہ علیہ السلام انه
یتلقى ذلک عن رسول اللہ ﷺ فی حکم فی امتہ کما تلقاه منہ لانه فی
الحقیقة خلیفة عنہ اه. وما یقال ان الامام المہدی یقلد اباحیفة رواہ ملا
علی القاری فی رسالۃ المشرب الوردی فی مذهب المہدی وقرر فیہا انه
مجتہد مطلق ورد فیہا ما وضعہ بعض الکذابین من قصة طويلة حاصلہا ان
خضر علیہ السلام تعلم من ابی حنیفة الاحکام الشرعیة ثم علمہا للامام ابی
القاسم القشیری وان القشیری صنف فیہا کتباً وضعہا فی صندوق وامر
بعض مریدی بالقائه فی جیحون. وان عیسیٰ علیہ السلام بعد نزولہ یخرجہ من
جیحون. ویحکم بما فیہ. وهذا کلام باطل لا اصل لہ. ولا یجوز حکایتہ
الالردہ کما اوضحہ الطحطاوی واطال فی ردہ وابطالہ فراجعہ الخ

(شامی جلد اول)

چونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع نبی میں مہدی
ہونے کی شان غالب ہے۔ حتیٰ کہ اس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونے کی شان سے

اور ہادی ہونا مہدی تعبیر فرمایا پس معنی یہ ہوئے کہ میرے بعد میرے تابع ہو کر حضرت
علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تیسری تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ایسی ترکیب دو
ہی ہے کہ کمال اتحاد پر مشعر ہوتی ہے۔ گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ایک
ہی شخص ہیں مہدی موضوع اور عیسیٰ علیہ السلام محمول ٹھہرا اور موضوع و محمول میں اتحاد کا حکم
کمال پر حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ آپس میں بہت
قريب ہو اور ایک چیز کے واقع ہونے سے دوسری چیز کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہو، تو اس لحاظ
پر دونوں کو موضوع و محمول بنا کر حکم اتحاد کا کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر کتب عربیہ میں
موجود ہیں اور خود حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں موجود ہیں۔ جو ابوداؤد وغیرہ
شیخ ابی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ عمران بیت المقدس
غراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج فتح قسطنطنیة
فتح قسطنطنیة خروج الدجال ثم ضرب بیدہ علی فخذ الذی حدثہ
وسکبہ ثم قال ان هذا ملحق کما انک ہما او کما انک قاعد یعنی معاذ
بن جبل الخ

غور کرو کہ اس حدیث میں اسی صورت کے چار قضایا ایسے ہیں کہ جن میں ثبوت
امامیہ کے موضوع اسی معنی سے ہے۔ فتح ابوداؤد حاشیہ ابوداؤد میں ہے اس حدیث کے متعلق
والمعنی ان کل واحد من هذا الامور اشارة لوقوع ما بعده وان وقع هناک
مہدی، پس مانحن فیہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی کے آتے ہوئے تھوڑا سا تاخیر ہوگا
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے۔

اصلاح امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی خبر پر اجماع جمہور ہے اور خلاف جمہور کے نہایت اشد

اور اندر اور اقل ہیں اور پُر ظاہر کہ غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابتدا سے لے کر آج تک برابر بڑے بڑے علمائے مستندین و آئمہ معتبرین فقہاء و محدثین و مفسرین اسی پر متحد ہیں اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ ابو ہریرہ و انس سعید الخدری و ثوبان و ام سلمہ و ام حبیبہ و ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر و حضرت طلحہ امام بزار و ابن ماجہ و الحاکم و ابویعلیٰ الموصلی و طبرانی نے بطریق مختلفہ نقل کیا۔

سوال: صحیح بخاری میں امام مہدی کے ظہور کی حدیث نہیں۔ پس یہ نہ ہونا صحیحین میں موجب ضعف ہے اور قادیان اجماع ہے۔

جواب: بخاری اور مسلم میں مذکور نہ ہونا اس خبر کا اجماع کو مضرب نہیں ہے۔ دو وجہ سے اول تو یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ خبر مذکور نہیں بلکہ مسلم میں یہ خبر موجود ہے۔ اگرچہ مبہم طور پر کسی۔ و نصہ فی منزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرہم تعالٰی صل لنا اللہ مگر مبہم کو جب کہ مفسر پر محمول کیا جاتا ہے تو وہ اس کا عین ہو جاتا ہے۔ پس صحیحین خبر مہدی سے خالی نہ رہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی امر کے اجماع کے لیے ہر ایک کا قول جدا جدا نقل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ کسی قول کا مشہور ہو جانا اور اس میں کسی کا انکار منقول نہ ہونا اس کے مجمع علیہ کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ محدثین اور اصولیین نے اس پر تصریح کر دی ہے پس جب تک کہ امام مسلم اور امام بخاری سے اس خبر مہدی کا انکار نقل نہ ہوا اجماع میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ علاوہ یہ کہ یہ خبر امام بخاری اور امام مسلم سے پیشتر متقدمین میں مشہور بلکہ مشہور تھی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ پس اجماع منعقد ہو گیا اور یہ مسئلہ کتب فقہ شافعی، حنفی و حنبلی و علم اصول میں مبرہن ہے کہ ”خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہیں ہوتا۔“

ایضا اگرچہ اہل اصول علم حدیث نے حدیث متواتر کے متعین ہونے میں کلام کیا

بعض نے تین حدیثیں صرف اتنی لاکھوں احادیث سے معین کیں اور بعض علماء نے ۱۰۰۰۰ حدیثیں لاکھوں احادیث کو پورے طور پر معائنہ کیا جائے اور بتائے تلاش کی جائے اور احادیث کے طرق اور اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جائے۔ تو بہت احادیث ایسی نظر آئیں گی جو متواتر ہوں گی۔ کما حقہ بہ المحققون و صرحوا بہ۔ پس اگر اسی خبر مہدی کے ظہور کو دیکھا جائے کہ اس کی طرق مختلفہ اور اسانید متکثرہ اور روادے متوفرہ ہیں۔ تو بے شک متواتر کی مصداق ہے اور کسی حدیث کے متواتر ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ سارے راوی اس کے عادل ہی ہوں۔ کہا ہو مسلم۔ پس اگرچہ بعض راویوں کی وجہ سے بعض طریقوں میں ضعف معلوم ہوتا ہے مگر ضعف اختلافی ہے اور محدثین نے تصریح کر دی ہے اتفاقاً ضعف بھی کثرت طرق سے محصور ہو جاتا ہے۔ پس ضعف مختلف فیہ کا انبار بطریق اولیٰ ہوگا لہٰذا دس ایسی کثرت، کہ حد متواتر تک ہو۔

سوال: امام مہدی کی خبر میں جو راوی ہیں ان میں سے بعض راویوں کو بعض نقاد حدیث نے ضعیف و مجروح کہا ہے۔

جواب: اگرچہ بعض علماء سے ان کی تضعیف نقل ہے۔ مگر دوسرے آئمہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ پس یہ جرح ضعیف مختلف فیہ ہوئی۔ اور حالانکہ متواتر میں روادے کا ثقت و عادل ہونا اہم شرط نہیں، اگرچہ یہ جرح قوی ہو۔ پس جس جگہ میں کہ جرح قوی بھی مضرب نہ ہو وہاں پر اس ضعیف مختلف فیہ کیا ضرر دے گی؟

سوال: کیوں ضرر نہ دے گی حالانکہ جرح مقدم ہے تعدیل پر؟ پس مؤلفین کی توثیق اور تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

جواب: جرح کا مقدم ہونا تعدیل پر یہ قاعدہ خود ظنی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں کلام طویل

ہے۔ تیسرا یہ کہ مسلمان میں اصل عدالت ہے اور یقینی امر ہے اور جبکہ اختلاف ہو کسی شخص میں کہ عادل ہے یا غیر عادل۔ تو بقاعدہ الیقین لایزول بالشک تعدیل کو مقدم کرنا مسوغ ہے۔ **دوسرا جواب:** یہ کہ خبر مہدی میں جو کہ بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ جرح مضمر نہیں۔ کیونکہ اس جرح کا انجبار ہو چکا ہے تو اثر اور اجماع سے۔

سوال: امام مہدی کی ایک حدیث میں ایک راوی سلیمان بن عبید بھی ہے اور اس سے صحاح ستہ میں کسی نے روایت نہیں کی۔

جواب: یہ استخراج نہ کرنا علت قاصر نہیں ہے کیونکہ کسی راوی کے مجرد ہونے کی علت کسی نے آج تک یہ نہیں بیان کی کہ اس کی حدیث فلاں محدث نے نہیں لی۔ بلکہ سلیمان بن عبید ثقہ ہے، اس کو ذکر کیا ہے ابن حبان نے ثقات میں اور کہیں مذکور نہیں کہ اس میں کسی ثقہ نے کلام کیا ہو۔

سوال: بعض اخبار مہدی میں عمار ذہبی ہے اور اس میں تشیع کا شبہ ہے۔

جواب: یہ امام مسلم کا راوی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہیں اور امام مسلم اعلیٰ درجہ کے متقدم ہیں علم حدیث کے مجرد لوگوں سے روایت نہیں کرتے۔ پس جب کہ امام مسلم نے عمار ذہبی سے روایت کی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کی جرح کو صحت حدیث کا قاصر نہیں سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ جب کسی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو اس کے صدق اور حفظ پر پورا اطمینان کر کے نقل کرتے ہیں اور بڑا مدد اس باب میں صدق اور حفظ ہی پر ہے۔ پس عمار ذہبی کے سبب سے صحت حدیث میں کوئی قدر نہ ہوا۔ بشر بن مروان نے فقط تشیع کا قول اس میں کیا ہے۔ ورنہ احمد اور ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کو "ثقہ" کہا ہے اور امام حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مطین نے کہا ہے کہ ۱۳۳ میں فوت ہوا ہے یہ

امام معاویہ ذہبی ہے اور اس کو ابن ابی معاویہ اور ابن صالح بھی کہتے ہیں اور اس سے حدیث بڑے بڑے زبردست فاضلوں نے روایت کیا ہے۔ (تہذیب المعذیب، صفحہ ۲۰۶)

سوال: امام مہدی کے بارے میں امام طبرانی نے حدیث نقل کی اور آخر اس کے کہا ہے **رواہ جماعة عن ابی الصدیق ولم یدخل احد منهم بینہ و بین ابی سعید احد الا بالواصل فانہ رواہ عن الحسن بن یزید عن ابی سعید۔ اور ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ میں امام ذہبی ناقد حدیث سے نقل کیا ہے کہ حسن بن یزید قول ہے اس سبب سے اس حدیث میں ضعف ہوا۔**

جواب: یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے مکمل ہے۔ خود مورخ مذکور کے کلام میں مذکور ہے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ جیسے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث "خمر بالرطب" میں فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین اور نقاد حدیث نے جواب میں کہا کہ زید بن عیاش کذا و کذا فان لم یعرفہ ابو حنیفۃ فقد عرفہ غیرہ۔ اور ابوالواصل سے اگرچہ صحاح ستہ میں روایت نہ ہونا اسی مقدمہ میں مذکور ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ وجہ جرح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ ثقات میں سے ہے جیسے کہ خود مورخ نے کہا ہے و ذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقة الثانية۔

ثم اقول بڑے بڑے محققین علماء اور مدققین فضلاء نے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کا حکم ہے۔ کما قال الشافعی فی غیر موضع۔ اور اگر مجتہد کسی بات کا امر کرے یا نفی اخبار کسی شے سے دے تو وہ بھی مانی جاتی ہے، چہ جائے کہ حدیث سے سند پکڑنا۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کا امر اور اخبار شارع کے امر اور اخبار سے ناشی ہوتا ہے شامی ج ۱، صفحہ ۳۷۶، فصل و مجر الامام میں ہے ولا یخفی ان

اموال المجتهد ناشی عن اصرال شارح فکذا اخبارہ..... الخ اور آخر زمانہ میں اگر کسی وجہ سے اس حدیث میں ضعف لاحق ہو گیا ہو تو وہ ضعف استدلال مستند کمومضرنہیں ہے۔ پس جب کہ متقدمین نے ان رواۃ مجروحین سے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کے مضمون کے کہ امام مہدی علیہ السلام کا آنا فلاں فلاں صفت کے ساتھ ہے، معتقد رہے تو انہوں نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کر دیا اور ضعف سند میں بعد اس کے عارض ہوا اور یہ ضعف احتیاج مستند کمومضرنہیں ہو سکتا۔ اب علمائے متاخرین کے لیے اس حدیث کا قابل استدلال ہونا وہ اس اس طور پر ہے کہ متقدمین کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ صحیح کہہ دیا۔ اور اس تصحیح کی ان کی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیقات امام بخاری کے حجت ہو گیا کہ بخاری بعض احادیث کو بلا سند ذکر کرتے ہیں۔ مگر بوجہ اس کے کہ انہوں نے التزام صحت کا کر لیا ہے۔ لہذا لوگ ان کی سند نہیں ڈھونڈتے۔ اور بخاری کی اس تصحیح ضمنی پر اکتفا کرتے ہیں۔ فکذا فیما نحن فیہ۔

دوسرا یہ کہ متاخرین کو متقدمین کی اتباع ضروری و واجب ہے۔ کیونکہ ہر دور والوں پر اپنے ماقبل کا اتباع ضروری ہے ابلاغ احکام و تفصیل اجمال میں اور ہر دور کے علماء کے کلام میں جو اجمال ہوگا ان کے بعد والے اس اجمال کی تفصیل اور اس مبہم کی تفسیر کر دیں گے۔ پس لوگوں کو ان کی تفصیل اور تفسیر پر عمل کرنا ہوگا جیسا کہ اس مطلب کو کتاب ”انوار ساطعہ“ میں معتبر کتابوں کے حوالے دے کر واضح طور پر مع عبارات کے لکھا ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا غیر کسی سے۔ فرمایا حضرت علیہ السلام نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کر دے گا۔ (رواہ الطبرانی)۔ ورواہ ابو نعیم فی الحلیۃ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ مہدی علیہ السلام جب ظاہر ہوں گے ان کے سر پر دستار ہوگی۔ اور ان کے ساتھ منادی ہوگا اور یہ آواز دے گا کہ یہ مہدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی تابعداری کرو اور یہ منادی فرشتہ ہوگا۔

خطیب ابو نعیم اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسا جوان پیدا ہوگا جو زمین کو عدل اور انصاف سے پر کر دے گا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تا بعداری کرو۔ اور تحقیق یہ کہ وہ مشرق سے آئے گا اور یہی مہدی ہوگا۔ (رواہ الطبرانی) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کے ملک سے ظاہر ہوئے ہیں تو تم بھی ان لوگوں میں آملو۔ اگرچہ تم کو برف پر چلنا پڑے ہاتھ اور شکم سے، کیونکہ ان نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا ہے اس کو ابو نعیم اور حاکم اور امام احمد اور نعیم بن داؤد نے اور جب امام مہدی کی شہرت ہوگی۔ اس وقت سفیانی کا فر بہت لشکر جمع کر کے ان کے مقابلہ کے لیے لائے گا اور لشکر اس کا خشک زمین میں دھنس جائے گا اور یہ خوشخبری امام صاحب کو پہنچے گی، ماہ شعبان کے نصف میں سورج سیاہ ہو جائے گا اور آخر مہینہ میں چاند سیاہ ہو جائے گا۔ برخلاف اپنی عادت کے اور حالانکہ نجومیوں کا حساب یہ ہے کہ چاند سیاہ نہیں ہوتا۔ مگر تیرہویں تاریخ یا چودھویں یا پندرہویں میں وقت تقابل نیرین کے بیت مخصوصہ پر اور سورج سیاہ نہیں ہوتا مگر مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ تاریخ میں، یمانی کا خروج اور مغربی کا ظہور مصر میں، مشرق سے ایسا ستارہ نکلے گا جس کی روشنی چاند کی طرح ہوگی اور دہرا ہو جائے گا ایسے کہ دونوں طرفیں اس کی قریب ملنے کی ہو جائیں گی۔ آسمان میں سرخی ظاہر ہو کر دیر تک رہے گی، آسمان کے اطراف میں اور پورب سے ایک آگ ظاہر ہوگی، لمبی اور باقی رہے گی درمیان زمین اور آسمان کے، تین روز یا سات روز تک عرب کے لوگ خروج کریں گے عجم کی بادشاہی سے، اور مالک ہو جائیں گے عرب کے لوگ ان شہروں کے، قتل کرنا اہل مصر کا اپنے امیر کو، قیس اور عرب کے نشان چلیں گے بطرف مصر کے اور ساتھ کذاب نکلیں گے جو پیغمبری کا دعویٰ کریں گے،

اور ذریعہ کی موت، ملک شام کے دیہات میں سے قریہ جابیہ کا خشک زمین میں غرق ہو جانا۔

روایت کیا ابو نصر نے ابو عبد اللہ سے کہ خارج ہوگا امام مہدی طاق برسوں پر مثلاً پہلا، تیسرا، پانچواں، ساتواں، نواں۔ شاید کہ صدی کے طاق برس مراد ہیں اور رمضان کی تیسویں رات میں ندا کرے گا ساتھ اسم قائم کے اور محرم کی دسویں تاریخ عاشوراء کے روز مکہ شریف میں خانہ کعبہ میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا ایک شخص کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اس وقت زمین کی رگیں کھینچی جائیں گی اور زمین تنگ ہو کر لپٹ جائے گی۔ پر ہر ملک سے مددگار مسلمان آکر اقرار کریں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور مکہ سے کوفہ تک آئیں گے اور وہاں سے لشکر کو تقسیم کر کے ملکوں کی طرف روانہ کر دے گا اور کوفہ کی مسجدوں کو کشادہ کرے گا اور دور کرے گا ہر گناہ کو اور بدعت کو، اور قائم کرے گا سنت کو اور فتح کرے گا قسطنطنیہ کو اور صین اور پہاڑوں کو اور ولیم کو اور نیز اسی ابو نصر نے ابو عبد اللہ سے روایت کیا کہ مہدی علیہ السلام قیام کرے گا سات برس اور جب خارج ہوگا اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور جمع ہوں گے اس وقت ان کے پاس تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمی ان کے تابع اور اول کلام ان کا یہ آیت ہوگی ”بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین۔“ یعنی میں خلیفہ پروردگار اور حجت اس کی ہوں اور بہتر ہوں تمہارے لیے اگر تم لوگ ایماندار ہو۔ اور جو کوئی امام مہدی علیہ السلام دے گا۔ تو اس طور پر کہے گا السلام علیکم بقیۃ اللہ فی الارض جب کہ وہاں ہزار مسلمان جمع ہوں گے اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی سوائے ایمان کے باقی نہ رہے گا اور اس کو سچا جانے گا۔ اہی۔

(عرائس النواضح)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زوراء میں ایک واقعہ ہوگا لوگوں نے عرض کی کہ دل اللہ ﷺ زوراء کیا ہے؟ فرمایا کہ پورب کے ملک میں دریاؤں کے درمیان میں ایک شہر ہے کہ اس میں بڑے شہریر اور سرکش لوگ میری امت کے ہوں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ چار ماہ میں جہنم کرے گا۔ ”تلوار میں اور خشک غرق ہو جانا زمین میں اور پتھر پڑنا ان پر اور صورت ان کی بدل جانا۔“ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت خارج ہوں گے سودان اور تلاش کریں گے عرب کو اور وہ ظاہر ہوں گے۔ پس ناگاہ ایک بادشاہ ظاہر ہوگا تین سو ساٹھ (۳۶۰) سواروں میں اور دمشق کو آئے گا۔ پس قبل گزرنے ایک ماہ کے قبیلہ بنی کلب کے تین ہزار آدمی ان کے تابع ہو جائیں گے اور بعد اس کے روانہ کریں گے لشکر کو طرف عراق کے اور قتل کریں گے زوراء میں ایک لاکھ آدمی کو اور ان کو خارج کر دیں گے اور کوفہ کے قیدی لوگ ان کے ہاتھ سے نجات پائیں گے۔ اور خارج ہوگا ایک اور بادشاہ سفیانی لشکر لے کر بسوئے مدینہ منورہ کے۔ پس غرق کر دے گا زمین میں ان کو اللہ تعالیٰ فقط دو (۲) آدمی غرق ہونے سے باقی رہیں گے جو کہ سفیانی کو ایک ان میں سے جا کر اس بات کی خبر دے گا اور دوسرا امام مہدی کو۔ اور قریش کے لوگ بھاگ کر قسطنطنیہ کو چلے جائیں گے، اور سفیانی روم کے سردار کو لکھے گا، کہ ”یہ لوگ میری طرف روانہ کر دو۔ پس وہ سردار روم کا ان کو سفیانی کی طرف روانہ کر دے گا اور زیادہ اجتماع کریں گے یہ لوگ دروازہ دمشق پر۔“

کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی، کہ اے لوگو ظالموں اور منافقوں کا ظلم تم سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور تمہارا مددگار ایسے شخص کو کیا ہے کہ جو اس وقت امت محمدی میں سے بہتر ہے۔ جاؤ مکہ میں اور اس سے مل جاؤ کہ وہ

مہدی ہے اور نام اس کا احمد بن عبد اللہ ہے۔ حذیفہ نے کہا کہ عمران بیٹا جعین کا کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہم کس طور پر اس کو شناخت کریں گے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”وہ ایک مرد ہے میری اولاد میں سے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس پر دو چادریں صوف کی ہوں گی۔ مونہ اس کا ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کے مونہ پر دائیں رخسار پر کالاق ہوگا اور اس کی چالیس (۴۰) برس کی عمر ہوگی۔ شام کے ملک سے ابدال اور مصر سے نجاء وغیرہ اس کی قسم بزرگی اور غوثیت کے مرتبے والے لوگ اور مشرق وغیرہ ملکوں سے لوگ اس کے پاس آکر بیعت کریں گے۔ مکہ شریف میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے بعد شام کی طرف جائے گا۔ اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے لشکر کے سپہ سالار ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس لشکر کے ساقی ہوں گے۔ پس خوش ہوں گے اس سے اہل آسمان و زمین اور پرندے اور جنگلی وحشی جانور اور دریا میں مچھلیاں۔ اور ان کی حکومت میں پانی بہت ہوگا اور زمین سے خزانے خارج کرے گا۔ بعدہ ملک شام میں جا کر سفیان کا فر کا زنج کرے گا۔ اس درخت کے نیچے جس کی شاخیں بحیرہ طبریہ کی طرف کو ہیں اور قتل کرے گا

قبیلہ کلب کو..... راج

اور روایت کیا ابو نعیم نے کہ فرمایا ﷺ نے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سردار کہیں گے کہ آئیے اور امت کیجیے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو، اس امت کی کرامت کے سبب سے۔ یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔ ابو عمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس

نی رہے گی کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اتریں گے وقت طلوع فجر کے بیت المقدس میں امام مہدی سے پاس۔ پاس اس سے کہا جائے گا کہ اے نبی اللہ کے آگے ہو کر نماز پڑھائیے۔ پس میں گئے کہ اس امت کے بعض لوگ امیر ہیں بعض کے اوپر۔ ایک روایت میں آیا ہے امام مہدی (علیہ السلام) کی ایک علامت یہ ہے کہ منابازار کے حاجی لوگ سخت لوٹے جائیں گے

روایت میں عصر کا وقت مذکور ہے، جیسا کہ عقرب بیان ہوگا اور یہی قوی ہے، اور امام نماز کی جگہ سیدھے پہنچنے کو چاہیے۔ رجعت اقفری کریں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام غرانیس کے امام مہدی کے کاہنوں پر پتھر رکھ کر آپ ہی نماز پڑھائیں گے۔ آپ کے لیے اقامت لگائی گئی ہے۔ میں امام مہدی علیہ السلام نماز پڑھا میں گئے۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اس وقت کہ نبی ﷺ ان کے اذان سے پڑھا میں گئے اور پھر امام مہدی امامت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد کی امت ماننے کا فخر کریں گے۔ ایسا کتب سرحدیث میں ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت کی نماز پڑھا کر گئے۔ مگر آج بھی ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھیں گے اور شریعت محمدی کی ناعادری کریں گے۔ کیونکہ ان کی اپنی شریعت آج ہوئی ہے۔ شرح عقائد ہے لکنہ بنایع محمد ﷺ لا ن شریعتہ لد ساحت فلا یكون الیہ وحی ونصب حکام بل یكون خلیفہ رسول اللہ ﷺ ثم الاصح انہ یصلی بالناس ویومئذ یقتدی بہ المہدی لانہ الفضل الاولی۔۔۔۔۔ الفتح میں کہتے ہوں: اگر بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی حکم دہیہ خارج از شریعت مصطفویہ کی وہی نہ ہوگی اور اس طور پر بطریق نبوت جدید ہوگی حکم نہ دیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام کا امامت کرتا ہو یا ان کے افضل ہونے کی یہ قول ضعیف کیونکہ قیاس اولیٰں کے ہوتے ہوئے قیاس بے کار ہے۔ کہنا قالہ صاحب نظم الفرائد قولہ ثم الاصح..... الخ

نصحيح من طريق القياس لكنه يترك إذا لاح الاثر. فالاحاديث كلها على خلافه منها. حديث ابي سعيد
 فيه هنا الذي يصلي عيسى بن مريم خلفه أخرجه نعيم في مسنده ومنها حديث جابر وفيه مطولا في آخره.
 قول عيسى بن مريم فيقول اميرهم صل لنا فيقول لان بعضكم على بعض امير أخرجه ابونعيم ومنها حديثه
 وهو كيف انتم اذا نزل عيسى ابن مريم وامامكم اميرهم احمد وصليهم وابن جوير وابن حبان ومنها
 حديث ابي امامة الجاهلي مطولا مرفوعا في آخره. وامامهم المهدي رجل صالح أخرجه ابن ماجه والروائي
 ابن خزيمة وابوعروة والحاكم في صحيحهم وابونعيم في الحلية ومنها حديث حذيفة مرفوعا ومنها حديث
 ابو مرفوعا أخرجه ابو عمرو الدرامي في سننه ومنها اثر عبد الله بن عمرو ومنها اثر ابن سيرين أخرجه ابن ابي
 شيبة في مصنفه ففي كلها تصريح بامامة المهدي في الصلوة وانكار عيسى بن مريم. ومنها اثر كتب مطولا وفيه
 تمام الصلوة فيرجع امام المسلمين المهدي فيقول عيسى تقدم لك اقيمت الصلوة فيصلي بهم تلك الصلوة
 ويكون اماما بعده وبهذا وفق على الفاري بين قول الشارح والآثار. وفيه. اولاً انه لا يعارض المرفوعات وليس
 هذا اثر صحابي ايضا. وثانياً ان المتقدمه اخبار صحيحة الاسانيد. وثالثاً ان كلها مشهوره بالاحد عن
 الاسانيديات فلا تقوم به حجة كاملة. ورابعاً ان ضمير بعده في قوله اما بعده يرجع الى المهدي اي بعد موته
 والى الصلوة ويؤيده تعليقات المسيح بقوله لك اقيمت وبعضكم على بعض امير. وخامساً انه لو مسلم
 الكلام في الصلوة عند نزوله لا فيما بعده انتهى بتغير يسر. ٢٠٠١

اور قبائل جنگ آپس میں زور سے ہوگا اور اس قدر خون جاری ہوگا کہ جہزات پر پڑے گا۔ پس امام مہدی علیہ السلام کو لوگ خلیفہ وقت اور بادشاہ بنائیں گے درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے اور وہ انکار کریں گے یہاں تک کہ ایک منادی غیب سے ندا کرے گا کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی اتباع کرو اس وقت آپ بیعت لیں گے اور ابوامامہ علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز خطبہ پڑھ کر ذکر دجال کا کیا اور فرمایا کہ مدینہ سے شر اور پلیدی اس طور پر نکالی جائے گی جیسے کہ لوہار کی بھٹی میں لوہے کا میل دور کیا جاتا ہے اور اس روز کو ”روزِ خلاص“ کہا جائے گا۔ ام شریک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس روز عرب لوگ یہاں ہوں گے فرمایا کہ وہ تھوڑے ہوں گے اور اکثریت المقدس میں جارہیں گے اور ان کا امام اور بادشاہ ایک مرد صالح ہوگا جو مہدی ہے۔ الخ (مختصر)

ابن جوزی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سارے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوئے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر پس مومن سکندر و ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور کافر نمرود اور بخت نصر۔ اور قریب ہے کہ مالک ہوگا ساری زمین کا پانچواں میری اولاد سے یعنی امام مہدی۔ اچھی

ترمذی اور ابو داؤد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا نبی ﷺ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہو لے عرب کا ایک مرد میرے اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا میرے باپ کا نام ہوگا زمین کو عدل سے پر کر دے گا جیسے کہ ظلم سے پر تھی قبل اس کے جب مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو اس پر ایک شخص اپنا لشکر جنگ کے لیے روانہ کرے گا اور اس شخص کے ماموں، نانا قبیلہ بنی کلب سے ہوں گے اور امام مہدی علیہ السلام بھی اس پر لشکر روانہ کریں گے۔ پس مہدی علیہ السلام اس پر غالب ہوں گے اور مہدی

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں گے اور ان کے وقت میں اسلام آرام لے گا۔ اور وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے اور مہدی علیہ السلام مال دونوں ہاتھ سے تقسیم کریں گے اور ان کے زمانہ میں مال بہت ہوگا سب مسلمان دولت مند ہوں گے مالدار زکوٰۃ کا مال دے گا اور فقیر قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ (صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات رسالہ میں جا بجا ذکر ہو چکے ہیں اور ان میں چنداں بیان کی ضرورت نہیں کہ ان کا آنا موقوف ہے بعد آنے امام مہدی کے۔

مؤلف رسالہ کی طرف سے آخری عرض مسلمانوں کی خدمت میں یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ خروج بے شک قریب ہے مگر یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور کوئی آج کے موجودہ لوگوں سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے یا کوئی شخص امام مہدی ہو چکا ہے یہ سب غلط اور خطبہ ہے اور یہ اعتقاد خلاف شرع ہے۔ صاحب ”مجمع بحار الانوار“ فرماتے ہیں کہ بڑے بے قوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو حراج سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعوے کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کے اوصاف اور خواص اور علامات اس میں نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض ایسے بے دین ہوتے ہیں کہ اس کو رسول اللہ ﷺ پر افضل جانتے ہیں اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابو بکر صدیق اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی علیہ السلام اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رکھتے ہیں اور بعض بے قوفوں نے ملک سندھ کے ایک شخص کا ذب غدار کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کیے گئے اور بعض قتل کیے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد بد سے توبہ کر لی اور عبارت ”مجمع بحار الانوار“ کی یہ

ہے۔ ومنہ مہدی آخر الزماں راى الذی فی زمن عیسیٰؑ ویصلیٰ معه
 ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملک العرب والعجم ویملأ
 الارض عدلا وقسطا ویولد بالمدينة ویكون بیعته بین الرکن والمقام
 کرها علیه ویقاتل السفیانی ویلجأ الیه ملوک الهند مغفلین الی غیر
 ذلك وما اقل حياء واسخف عقلا واجهل دینا وديانة قوما اتخذوا دینهم
 لهوا ولعبا کالعاب الصبیان بالخذف والحصا فیجعل بعضها امیرا وبعضها
 سلطانا ومنها فیلاء افراسا وجنودا فهكذا هولاء المجانین جعلوا واحدا
 من غرباء المسافرین مہدیا بدعواه الکاذبة بلا سند وشبهه جاهلا متجهلا
 بلا خفاء لم یشم نفحة من علوم الدین والحقیقة فضلا من فنون الادب
 یفسرلهم معانی الکلام الربانی وینبؤابه مقاعد فی النار ویسفہم با
 لا حتجاج بایات المثانی بحسب ما یأولها لهم فیما شرع لهم عن عقائد
 ظهرت فسادها عند الصبیان واذا اقیم الحجج النبویة الدالة علی شروط
 المہدوی یقول هی غیر صحیح ویعلل بان کل حدیث یوافق اوصافه هو
 صحیح وما ینخالفه فغیر صحیح ویقولہ انہمفتاح الاسمان بسدی فکل من
 یصدقنی بالمہدویة فهو مو من ومن ینکرها فهو کافر ویفضل ولا یتہ علی
 نبوة سید الانبیاء ﷺ وینسبہ الی اللہ عز وجل ویستحل قتل العلماء واخذ
 الجزیة وغیر ذلك من خرافاتهم ویسمون واحدا ابابکر الصدیق واکثر
 بآخر وبعضهم المهاجرین والانصار وعائشہ وفاطمة وغیر ذلك وبعض
 اغبیانهم جعلوا شخصا من السند عیسیٰ فهل هذا الا لعب الشیطان

وہم اعلیٰ ذلك مدوا کثیرة وقتلوا فی ذلك من العلماء عدیة الی ان
 یقتلہ علیہم جنود لم یروہا فاجلی اکثرہا وقتل کثیر وتوب اخرین
 وبقوا وبقوا ولعل ذلك بسعی هذا المذنب الحقیرواستجابة لدعوة
 اللہ الموفق لكل خیر فالحمد للہ الذی بنعمته تتم الصالحات۔ اُمّی
 (صفحہ ۱۸، تذکرہ مجمع بحار الانوار)

حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے ادلہ

قوله تعالیٰ: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ جملہ اقسام قصر الموصوف
 کے ایک قسم ہے یعنی قصر قلاب۔ کلمہ بل کا مفرد میں اشراب یعنی اعراض کے لیے
 ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف
 کا مابعد اس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ قائم زید بل عمرو۔ لیقم بکر بل
 خالد۔ نمر

لہ اکن فی مربع بل فیہا لا تضرب زیدا بل عمرو
 اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ
 کے لیے ہوگا۔ قوله تعالیٰ: ﴿بَلْ عِندَ مُكْرِمُونَ﴾ یا انتقال من غرض الی غرض آخر پر وال
 کے لیے ہوگا۔ قوله تعالیٰ: ﴿بَلْ تُولَوْنَ الْخُبْرَةَ الدُّنْيَا﴾ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ ﴿بَلْ﴾ دونوں
 جملوں میں مفرد اور جملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عند انہما کا عطف
 اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ
 میں صرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور ﴿بَلْ﴾ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں اور ظاہر ہے زکی

ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جواب دیا۔ درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرف پاتے ہیں تو ان کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ پاتا ہے۔ بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع نہ سمجھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ ”موفی“ میں دھوکا لگا ہوا ہے بیان اس کا عنقریب آئے گا۔ کلمہ ”بل“ موضوع نہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی علیٰ ہذا القیاس۔ ابطال ذات پہلی کی یا انتقال غرض سے یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنی وضعی ہیں۔ (۱۲۰ بحر العلوم سلم الشیخ)

الغرض کلمہ ﴿بَل﴾ کا بنا بر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی ”قتلوہ“ کے لیے اور مجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المہبت والمشی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیزا بین الخطاء والصواب کے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو غلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جائے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ مانحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا۔ یعنی ﴿إِنَّا قَتَلْنَاهُ﴾ سے تعبیر تاکید کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ سے رد کیا۔ وجہ دوسری کو ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ سے۔ اب اگر ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ کو کنایہ اعزاز و اکرام سے کہا جائے جیسا کہ مرزا قادیانی ورافعک الہی میں کہتا ہے تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ ما بعد ”بل“ یعنی اعزاز اور ما قبل یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے ظلم اعلیٰ درجہ کا معزز

مقتول ہو جاتا ہے۔ قصر قلب میں اگر چہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر مقتول کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد صحیح رہے کہ مقتول کے منظور ہوا اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرضہ ملزوم مرزا کے لی جائے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیثاً ثم توقفہ اور دفعہ الیہ کے ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز کے لیے ہے خلل واقع ہوگا۔ متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہوں کہ مرزا سے کیونکہ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ سے تحقیق رفع در واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مشہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بل جاء ہم بالحق۔ کو جو بعد ام

اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم بین الحقیقۃ والجازما ہو مزموم قادیانی۔ کیونکہ مرزا بصورت ہونے کلمہ الہی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی القرب قرار دیتا ہے۔ پس یہ ارادہ مرزا کا قول باری تعالیٰ بل دفعہ اللہ الیہ سے مع ذمہ تحقیق اس کے بل از واقع صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الہی میں و العیاذ باللہ۔ لا انشاء الخ کی عنہ ما اخلہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ما قبل ”بل“ کے اور ظاہر کہ ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول نخل ہے فصاحت میں بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں لہذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چوں کہ محکم ہے رفع جسمی میں تو تخصیص ہوگی

واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مشتمل ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اور مَا مِنْ نَفْسٍ مُنْفُوسَةٍ..... الخ وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے ”توفیتی“ سے اور ”متوفیک“ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ اور یہی آیت باواز بلند کہہ رہی ہے کہ ﴿شَهِدْنَا مَا دَخَلْنَا فِيهِمْ﴾ میں حیا ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث فاقول كما قال العبد الصالح..... الخ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو كان موسى وعيسى حيين..... الخ میں بر تقدیر حیات کے حیات فی الارض مراد لینے کے۔ اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو دوبارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بحسدہ العصری آسمان پر تھاز اکل کر رہی ہے۔ هذه الآية تكفي جوابا لجميع السوالات وان اجبنا عن كل سوال تبرعاً من بعده اور نیز معلوم ہو کہ مرزا جو بڑے زور شور سے کہتا ہے کہ ”انی متوفیک“ سے معنی ”ممیتک“ کا بشہادت محاورہ قرآنیہ لیا جائے گا اور ایسا ہی ”فلما توفیتی“ میں بھی معنی موت کا تحقق یعنی ”انی متوفیک“ سے وعدہ موت اور ”فلما توفیتی“ سے تحقق موت کا اور بل رفعہ الله الیہ سے رفع روحانی مراد ہوگا جیسا کہ ”ازالہ اوہام“ میں کہہ ہے۔ لفظ ”توفی“ میں مرزا اور اس کے اذنا ب کو سخت دھوکا لگا ہوا ہے لہذا اس میں قدرے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مرزائی جان لیں کہ ”توفی“ کے معنی سوائے موت کے قرآن اور لغت سے ثابت ہے اور اسی سے تطبیق بین الایات بھی ہاتھ آئے گی۔

توفی ماخوذ ہے ’وفا‘ سے وفا کے معنی ’پورا ہونا‘۔ کہتے ہیں فلانی چیز دانی و کانی ہے۔ ایفا کے معنی پورا کرنا اور توفی تفعل ہے بمعنی استفعال کے۔ یعنی استیفاء جس کا ترجمہ

پورا ہونا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح، صراح، قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب اس معنی پر متفق ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ لغت اور تفاسیر میں معنی مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں اگرچہ موضوع لہ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس موضوع لہ کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے لکھا ہو۔ جیسا کہ لفظ ”الہ“ جس کا معنی معبود مطلق ہیں واجب ہو یا ممکن اور ”الہیہ“ بمعنی حیات مطلقہ کو کتب ہوں یا بت یا آدمی حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین لفظ ”الہیہ“ کی تفسیر اصنام کے ساتھ کر دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت میں ظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس میں متعلق اموات غیر احياء کے لکھا ہے ”اموات اصنام“۔ وہیں پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت لفظ ”الہیہ“ کے معنی وضعی نہیں ہیں بلکہ اس معنی موضوع لہ کا ایک فرد ہے جو کہ معبودات مطلقہ ہیں۔ بے علم مولوی اردو خواں زعمی مولوی ایسے الفاظ کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو صحر کے طور پر نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں بوجہ اس کے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔

الغرض الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتے ہیں اور معنی مستعمل فیہ اور ہوتے ہیں۔ پس مانحن فیہ میں بھی مرزا اور اس کے اذنا ب کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفی کے معنی موت کے بھی ہیں اور صحیح بخاری میں ”متوفیک“ کی تفسیر ”ممیتک“ کے ساتھ کی ہے تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ”الہ“ اور اموات کے معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ورنہ توفی سے معنی موت ہی کے لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔

تفصیل یہ ہے کہ ”توفی“ نے جس سے تعلق پکڑا ہے وہ شے کیا ہے یا روح ارکی یا غیر روح؟ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک تو اس کا پکڑنا

مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اس کا نام تو موت ہے۔ پس موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے زیادہ اعتبار کیے گئے ایک روح دوسرا امساک۔ اور دوسری قسم پکڑنے کی نیند ہے۔ جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہیں توفی کے۔ (تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر شرح کرمانی صحیح بخاری)

اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا جیسا کہ ”انہی متوفیک“ یا اور چیز ہوگی جیسا کہ توفیت مالی (قاموس بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی ”توفی“ کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے عام ہے اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بتقدیر روح ہونے کے متعید بار سال ہو یا بامساک۔ نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی آیت سے پروردگار اپنی قدرت کا تصرف ظاہر فرماتا ہے اس طور پر کہ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاصِبِهَا.....﴾ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں۔ فقط فرق اتنا ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیت میں تو استعمال لفظ ”توفی“ کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض۔ اور ارواح مدلول ہے لفظ ”انفس“ کا اور آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ.....﴾ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا اور آیت ﴿وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ.....﴾ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو جملہ افراد اسی توفی کے ہے۔ پس ﴿يُعِيسِيْ اَنۡفِیْ مُتَوَفِّیْكَ وَزَافِعُكَ اِلَیْ﴾ میں اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ﴾ میں بھی معنی موت کے مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیرہ قرآنیہ جیسا کہ توفی اللہ زیدا۔ توفی اللہ بکرا۔ وغیرہ وغیرہ لیا جاتا بشرطیکہ نص ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ کی رفع

جیسی عیسیٰ علیہ السلام پر شہادت نہ دیتی یا آیت ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ اور ﴿وَأَنَّهُ لَعَلَّہُمُ لِلْإِسْآغَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں اسی واسطے معنی موت کے نہیں لیے جاسکتے۔ کیونکہ جب ایک شخص کا مخصوص کسی نص سے حکم معلوم ہو جائے تو جو آیات کہ برخلاف اس کے عام ہوتی ہیں ان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ اس لفظ کو ہمارے نظائر پر محمول کیا جاتا ہے۔

مثال اس کی سنو! حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب کہ نص ﴿خَلَقَہُ مِنْ تُرَابٍ﴾ سے معلوم ہو چکا تو پھر ﴿أَلَمْ نَخْلُقْکُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ﴾ اور ایسا ہی ﴿خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ ذَافِقٍ یُّخْرَجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾ سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے کردار یا نظائر پر خلق اللہ زیدا۔ خلق اللہ بکرا۔ خلق اللہ خالد۔ وغیرہ پر یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا یہ دلیل نہیں ہو سکتا کہ بروقت قائم ہونے قرینہ مانع اس معنی کے بھی وہ معنی مستعمل فیہ مراد ہو۔ جیسا کہ متوفی اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ میں معنی موت کے نہیں لے سکتے ہیں بجز اس کے کہ آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ بوجہ افادہ دینے اس کے رفع جسمی کو معنی موت سے روک رہی ہے۔ پس اب منصف ایماندار پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ﴿يُعِيسِيْ اَنۡفِیْ مُتَوَفِّیْكَ﴾ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ میں معنی موت کے لے کر اس پر بطور شہادت کے ﴿وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ﴾ وغیرہ وغیرہ کو پیش کرنا محض عناد و حد یا جہالت ہے۔ مرزا اپنے ازالہ میں اور اپنی کتاب ”ایام الصلح“ میں لفظ توفی بحسب مادہ قرآن شریف کے موت ہی کے معنی میں منحصر کہتا ہے اور کسی جگہ وجہ اطلاق توفی کے نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو یہ دھوکا کھایا کہ موضوع لہ کے فرد کو عین

موضوع نہ سمجھ گیا اور دوسرا یہ دھوکا کھایا کہ اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد فہم کر لیا اور پھر بعد دعوائے حصر مذکور کے قائل بھی ہوا کہ توفی کے معنی باستعمال محاورہ قرآن شریف نیند ہے۔ واہ واہ

پس صاف معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی میں استعمال زیادہ ہو تو بوقت قیام قرینہ مانعہ و صارفہ استعمال اس کا دوسرے معنی میں بھی کیا جائے گا اگرچہ وہ قرینہ صارفہ حدیث ہے اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔

خیال کرو قرآن شریف میں ہر جگہ ”اسف“ کے معنی غم ہیں مگر غضب کے معنی بھی آئے ہیں۔ فلما اسفونا کے معنی فلما اغضبونا ہیں۔ انہوں نے غضب دلایا ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کے معنی زوج ہیں مگر باری تعالیٰ کے قول ا ندعون بعلا میں بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن پاک میں مصباح کے معنی کوکب ہیں مگر سورہ نور میں مصباح سے مراد چراغ ہے اور ہر جگہ قرآن شریف میں قنوت سے مراد طاعت ہے مگر قولہ تعالیٰ کل لہ قانون میں مراد اقرار کرنے والے ہیں اور ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر قولہ تعالیٰ فی بروج مشیدہ میں مراد گل پختہ ہے قرآن شریف میں صلوة سے مراد رحمت یا عبادت ہے مگر بیع و صلوات و مساجد میں مراد صلوات سے مقامات ہیں۔ ہر جگہ قرآن شریف میں کنز سے مراد مال ہے مگر سورہ کہف میں جو لفظ کنز ہے اس سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ نظائر ان کے اور بھی موجود ہیں تفسیر اتقان میں ملاحظہ کرو۔ علیٰ ہذا لقیاس اکثر جگہ قرآن شریف میں توفی کے معنی موت یا نیند ہیں مگر فلما توفیتی میں قبضتني یا رفعتني یا اخذتني و افیا مراد ہے بقرینہ بل رفعہ اللہ المیہ کے اور ایسا ہی متوفیک سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ (مس الدریہ)

الغرض آیۃ یعیسیٰ انی متوفیک میں بعد تقدیم و تاخیر کے معنی موت کے لیے جائیں اور فلما توفیتی سے رفع کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح پر لینا پڑے گا اور یا ہر دو جگہ میں معنی قبض کے لیں گے سوائے موت کے اور اس دوسری صورت پر تقدیم و تاخیر کی ضرورت نہ پڑے گی۔ واضح ہو کہ یہ مطلب عام فہم کرنے کے لیے کئی بار صراحتہ اور ضمناً بیان ہو چکا۔

اب مرزا اور مرزا کے بڑے مددگار فاضل حکیم نور الدین کے معنی بھی اس آیت کے متعلق سنا دوں۔ فاضل نور الدین اپنی کتاب ”تصدیق براہین احمدیہ“ میں لکھتا ہے۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی..... الخ ”جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف“۔ (ملفوظ صفحہ ۸، کتاب تصدیق ”براہین احمدیہ“) اور خود مرزا لکھتا ہے۔ انی متوفیک ورافعک الی اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ (ملفوظ صفحہ ۵۵، براہین احمدیہ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے انی متوفیک ورافعک الی میں تجھے کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ بلطف

اب خیال کرنا چاہیے کہ مرزا نے دو دفعہ یہ ترجمہ الہام کے ذریعے سے لکھا ہے کون سے ترجمہ کو صحیح کہا جائے گا؟ پس خود ہی اس نے فیصلہ تو کیا ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر تو خود اس کو جزم اور یقین نہیں ہے مگر بیچارہ ایک بار جو کہہ چکا ہے اسی کو شرم کے مارے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور ”براہین احمدیہ“ صفحہ ۳۶۱ میں خود اقرار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بہتر و کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔

اور ”براہین احمدیہ“ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں لکھتا ہے ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کلہ“ یہ آیت جسمانی اور سیاست منگی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کا ملکہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ بلطف

خیال کرو کہ اب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا دنیا میں اظہر من الشمس بیان کر دیا۔ پس کونسی بات اس کی مانی جائے؟ موافق دین و اسلام کے یہی بات ہے۔ ہم یہی مانتے ہیں۔ الحمد للہ کہ حق بات اس کی زبان پر جاری ہوگی۔ پس مرزائیوں کو بدل و جان یہ فیصلہ مرزائی کا ماننا چاہے۔ غرض کہ ایسے تناقض ہزاروں اس مجنون اور بے علم کے کلام میں موجود ہیں۔ عوام کا خیال کر کے چند ورق اس کے رد میں لکھ گئے۔ ورنہ اہل علم کے مخاطبہ کے قابل نہیں ہے۔ و بس مسلمان اس کی ہر ایک بات کو ایسا ہی بے قرار جانیں۔ فقط

وفیه کفایۃ لذوی الدرایۃ واللہ یمہدی من یشاء الی صراط مستقیم.

احوال قیامت اور اس کی نشانیاں

قیامت کے علامات دو قسم کے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے۔ پس چھوٹے علامات یہ ہیں کہ علم اٹھ جائے گا اور جہالت زیادہ ہو جائے گی اور علم کے ہوتے ہوئے علماء اس پر عمل نہ کریں گے۔ زنا اور شراب بہت ہوگا۔ عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم۔ یہاں تک کہ ایک

مرد بیس عورتوں کی پرورش کرے گا۔ صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے کہ جاہل لوگ سردار ہوں گے اور حکم کریں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ امام احمد وغیرہ آئمہ محدثین نے زیادہ بن لبید سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ علم کیسے نہ ہوگا؟ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ پھر اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے۔ پس قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ پس حضرت محمد ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ میں تم کو دانا مرد چانتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں؟ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی ایسا ہی میری امت میں ہوگا کہ لوگ علم پڑھیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ نالائق لوگوں کے ذمہ لیاقت کے کام سپرد کیے جائیں گے اور بوجہ خنثی اور مصیبت کے لوگ موت کی آرزو کریں گے۔ ترقی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کے مال کو یعنی غنیمت کے مال کو جو غازیوں اور فقیروں کا حصہ ہے سردار اور امیر لوگ اپنا مال سمجھیں گے، امانت میں خیانت کریں گے، زکوٰۃ دینے کو ناوان اور نقصان جانیں گے، علم دنیا کمانے کے لیے سیکھیں گے، مرد اپنی عورت کی تابعداری ہر بات میں کریں گے، دوست اور یار کو نزدیک اور ماں باپ کو دور کریں گے، مسجدوں میں زور سے آواز بلند کریں گے، بد معاش فاسق لوگ سرداری کریں گے، رذیل اور کمینے لوگ بڑے مرتبے میں جائیں گے اور بد معاش لوگوں کی عزت کریں گے، بوجہ خوف کے، ڈھول طبلہ، باجا، دوتارا، سارنگی، ستار، رباب، چنگ وغیرہ اسباب گانے بجانے کے ظاہراً استعمال کریں گے، اس امت کے لوگ پچھلے اگلے لوگوں کو ملامت اور طعن کریں گے، لواطت بہت ہوگی، بے حیائی بہت ہوگی، سود حرام خوری بہت ہوگی، مسجدیں بہت ہوں گی اور پختہ خوبصورت مگر لوگ ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہ کریں گے اور جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا۔

غرض کہ اس قسم کی علامات قیامت کی بہت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں ایسے ایسے عذابوں کے منتظر رہو کہ سرخ آندھنی آئے اور بعض لوگ زمین میں دفن جائیں اور آسمان سے پتھر برسیں اور صورتیں آدمی کی سوڑ، کتے کی ہوجائیں اور بہت سی آفتیں پے در پے جلدی آنے لگیں۔ جیسے کہ بہت سے دانے کسی تناگے اور ڈورے میں پر در رکھے ہوں اور وہ تناگا ٹوٹ جائے اور سب دانے اوپر تنے گرنے لگیں۔ کفار کا سب طرف زور ہو جائے گا اور چھوٹے چھوٹے طریقے نکلتے لگیں گے۔ ان نشانیوں کے بعد اس وقت میں سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی عملداری ہو جائے گی اور اسی زمانہ میں ابوسفیان کی اولاد سے ایسا ایک شخص پیدا ہوگا کہ بہت سیدوں کا خون کرے گا۔ ملک شام اور ملک مصر میں اس کے احکام چلنے لگیں گے۔ اس عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہو جائے گی اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے صلح بھی ہو جائے گی۔ پس دشمن کی جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا دخل کر لے گی۔ اور وہ روم کا مسلمان بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور محبت ہوگی۔ اس جماعت کو ہمراہ کر کے اس دشمن کی جماعت سے بھاری لڑائی ہوگی۔ مگر اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔

ایک دن بیٹھے بٹھلائے جو نصاریٰ کی جماعت موافق ہوگی۔ اُس میں سے ایک نصرانی ایک شخص مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب یعنی دین عیسوی کی برکت سے فتح ہوئی ہے اور مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی ہے اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے طرف داروں اور مذہب والوں کو جمع کر لیں گے اور آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔ اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور شام کے ملک میں بھی نصاریٰ کا عمل ہو جائے گا اور نصاریٰ اس دشمن کی

جماعت سے صلح کر لیں گے اور باقی رہے سب مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے اور گھیر کے قریب تک نصاریٰ کی عمل داری ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو لگے ہوگی کہ امام مہدی تلاش کریں تاکہ ان مصیبتوں سے امن پائیں۔ اُس وقت حضرت امام مہدی ﷺ مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں مجھ کو حاکم اور بادشاہ نہ بنادیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے بزرگ ولی لوگ جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں۔ سب امام مہدی ﷺ کی تلاش کریں گے اور بعض اس وقت چھوٹے مہدی بننا شروع ہوں گے غرض کہ امام مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان میں ہوں گے۔ کہ بعض نیک لوگ ان کی شناخت کر لیں گے۔ اور ان کو زبردستی گھیر گھار کر حاکم بنادیں گے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے ایسی آئے گی، جس کو سب لوگ جتنے وہاں موجود ہوں گے، سنیں گے۔ وہ آواز یہ ہوگی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہوا، امام مہدی ﷺ ہے۔ اور اس وقت سے ہی بڑی نشانیاں قیامت کی ظاہر ہوں گی اور جب امام مہدی ﷺ کی بیعت کا قصہ مشہور ہوگا تو مسلمانوں کے لشکر کی جو فوجیں مدینہ منورہ میں ہوں گی وہ مکہ معظمہ کو چلی آئیں گی اور ملک شام اور یمن اور عراق والے ابدال، نجباء، غوث لوگ سب امام مہدی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ملک عرب کی فوجیں اور جگہ سے بھی بہت آجائیں گے جب یہ خبر مسلمانوں میں خوب مشہور ہوگئی تو ملک خراسان یعنی افغانستان جس میں کابل، سوات، پشاور، غزنی، قندھار وغیرہ ہیں۔ ایک بڑی فوج لے کر امام مہدی ﷺ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا اور اس کے لشکر کے آگے چلنے والے کا نام منصور ہوگا اور وہ راہ میں چلتے چلتے بہت ہمدینوں کی صفائی کرتا جائے گا اور وہ ظالم جو ابوسفیان کی اولاد میں سے ہوگا اور سید لوگوں کا قاتل ہوگا چونکہ امام مہدی ﷺ بھی سید ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ان کے

لڑنے کے لیے ایک فوج روانہ کریں گے یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے تلے ڈیر الگائے گی پس سب فوج اس زمین میں دھنس جائے گی صرف دو آدمی بچیں گے ان میں سے ایک تو امام مہدی علیہ السلام کو خوشخبری جا کر سنا دے گا اور دوسرا اس ظالم سفیانی کو جا کر خبر دے گا۔ پھر نصاریٰ لوگ ہر ملک سے لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنا چاہیں گے۔ اس لشکر میں اس روز تعداد اسی (۸۰) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ پس کل آدمی لشکر کا نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگا۔ امام مہدی علیہ السلام مکہ سے چل کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آجائے گی۔ پس امام مہدی علیہ السلام کی فوج تین حصہ ہو جائے گی ایک حصہ تو بھاگ جائے گی اور ایک حصہ لڑ کر شہید ہو جائے گی اور ایک یہاں تک لڑے گی کہ اس کو نصاریٰ پر فتح ملے گی اور اس فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام نصاریٰ سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے تو بہت سے مسلمان آپس میں قسمیں کھائیں گے کہ بے فتح کیے ہوئے ہرگز نہ بنیں گے۔ پس سارے آدمی شہید ہو جائیں گے صرف تھوڑے سے رہیں گے ان کو لے کر امام مہدی علیہ السلام اپنے لشکر میں چلے آئیں گے دوسرے دن پھر اسی طرح سے قسم کھا کر لڑائی شروع کریں گے اکثر آدمی شہید ہو جائیں گے اور تھوڑے آدمی بچ جائیں گے اور تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوگا آخر چوتھے روز یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور بعد اس کے کافروں کے دماغ میں حکومت کا شوق نہ رہے گا۔ پس اب امام مہدی علیہ السلام ملک کا بندوبست کرنا شروع کریں گے اور سب طرف کو مسلمانوں کی فوجیں روانہ کریں گے اور خود امام مہدی علیہ السلام ان سب کاموں سے فراغت پا کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کو چلے جائیں گے جب کہ دریائے روم کے

پر پہنچیں گے اس وقت بنو اسحاق قبیلہ کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھائیں گے اور ان کے اس شہر کے فتح کرنے کے واسطے روانہ فرمائیں گے جب یہ لوگ قسطنطنیہ کے قریب پہنچیں گے اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا شروع کریں گے اس نام کی وجہ سے شہر پناہ کے سامنے کی دیوار پھٹ جائے گی اور گر پڑے گی اور مسلمان لوگ حملہ کر کے شہر کے اندر گھس پڑیں گے اور لڑکر کفار کو قتل کریں گے اور عمدہ طور سے ملک کا انتظام کریں گے اور ابتدائی بیعت سے لے کر اس شہر کی فتح تک چھ یا سات سال کی مدت گزری گی کہ امام مہدی علیہ السلام اس طرف انتظام کرتے ہوں گے کہ یکا یک ایک بے اصل اور بے ثمر مشہور ہو جائے گی کہ یہاں کیا بیٹھے ہو وہاں شام کے ملک میں تو دجال آگیا ہے اور وہاں مسلمانوں کے خاندان میں کر رکھا ہے۔ اس خبر کے سننے سے امام مہدی علیہ السلام شام کی طرف جا کر اس حال کے معلوم کرنے کے لیے پانچ یا نو سو اوروں کو اپنے آگے روانہ کر دیں گے ان میں سے ایک شخص واپس آکر خبر دے گا کہ وہ بات دجال کے آنے کی غلط ہے امام مہدی علیہ السلام کو سن کر تسلی ہو جائے گی اور پھر خوب بندوبست کے ساتھ درمیان کے ملکوں اور شہروں کا حال دیکھتے بھالتے تسلی کے ساتھ ملک شام جا پہنچیں گے بعد پہنچنے کے تھوڑے روز گریں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔

دجال سے پہلے تین برس سخت قحط ہوگا۔ اول برس میں تیسرا حصہ بارش کا آسمان سے گرا دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم کر دے گی۔ دوسرے برس سے زمین و آسمان میں دو حصے کم کر دیں گے اور تیسرے برس میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ برے گا اور زمین سے کوئی سبزی نہ ہوگی، مال مویشی ہلاک ہوں گے اور مسلمان لوگوں کے لیے طعام و لہذا اللہ کی تسبیح، تہلیل، حمد و ثناء ہوگی اور دجال کی صورت مثل عبد العزیز بن قطن کے ہوگی

اور دجال کے ماں باپ کے گھر میں قبل پیدا ہونے دجال کے تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ شرح السنۃ وغیرہ کتب حدیث اور صحیح مسلم میں تمیم داری کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے مگر دریائے شام یا دریائے یمن کے جزیرے میں بند ہے۔ باذن پروردگار اول شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور پیغمبری کا دعویٰ کرے گا۔ جب شہر اصفہان میں جا پہنچے گا وہاں کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) یہودی مرد اور عورت اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور مسلمان طرف وادی النیق کے چلے جائیں گے پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔ حلیہ اس کا یہ ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور بعض روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا نشی ہو یا غیر نشی اور دجال جوان ہوگا پریشان بال ہوں گے چالیس (۴۰) روز زمین پر رہے گا۔ ایک روز برس کی مثل، ایک روز مہینہ کی مثل اور ایک روز ہفتہ کی مثل اور سوائے ان تین دنوں کے باقی دن ہارے دنوں کی طرح ہوں گے ان دنوں میں جو سال اور ماہ اور ہفتہ کے برابر ہوں گے نمازوں کا حساب کر کے پڑھنا ہوگا فقط پانچ ہی نمازیں کافی نہ ہوں گی۔ آسمان سے کہے گا بانی برساتو برسائے گا جب زمین سے کہے گا کہ بنری نکال تو زمین بنری نکالے گی۔ جو لوگ اس کے تابع ہوں گے ان کا مال کھیتی خوب ہوگا اور بیل گائے موٹے ہوں گے اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کا مال و اسباب خراب ہوگا، غیر آباد زمین سے خزانہ نکالے گا، جنت اور دوزخ کی صورت اس کے پاس ہوگی فی الواقع اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہے۔ ایک شخص سے کہے گا کہ مجھ کو خدا جان۔ وہ انکار کرے گا پس آ رہے کے ساتھ دو ٹکڑے کر دے گا پھر دونوں پارے کے درمیان سے گزرے گا اور اس سے کہے گا کہ زندہ ہو جا اور اٹھ۔ جس نے وہ زندہ ہوگا پھر اس سے وہی بات کہے گا۔ وہ کہے گا کہ تو دجال ہے اب مجھ کو خوب یقین

ہاں اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اس کی گردن تانبے کی ہو جائے گی تلوار اس پر تا شیر نہ کٹے گی۔ پس اس کو پاؤں سے پکڑ کر پھینکے گا لوگ جانیں گے کہ دوزخ میں پھینک دیا مگر جہنم میں چلا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص شہادت کے درجہ میں نزدیک ہے۔ دجال کے بہت بزرگ ہوگا۔ صحابی لوگ سمجھتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اب وہ فوت ہو گئے تو وہ گمان جاتا رہا اور بعض حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے تھے۔ اسی شخصیت ملکوں سے پھرتا ہوا ملک یمن کے کنارے پر جا پہنچے گا اور ہر جگہ سے بد دین، بد معاش، شیطانی کام کرنے والے ساتھ ہوتے جائیں گے اور تند باد کی طرح تیز آتے آتے آتے مکہ معظمہ سے باہر قریب جا بھرے گا لیکن فرشتوں کی چوکیداری کے تحت سے شہر مکہ معظمہ کے اندر نہ جاسکے گا۔ فرشتے تلوار لے کر آگے ہو جایا کریں گے۔ پھر مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا وہاں پر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے اندرون شہر نہ گزرے گا۔ مدینہ منورہ کے جانے نہ پائے گا بلکہ کوہ احد کے بعد قیام کرے گا۔ مگر پروردگار کی یہ آزمائش ہوگی کہ مدینہ منورہ کو تین دن لے لے ہوں گے جتنے آدمی کمزور اور ست دین میں ہوں گے وہ اس کے سبب سے ڈر کر باہر مدینہ سے جا کھڑے ہوں گے اور دجال کے جال اور مکر میں گرفتار ہو جائیں گے اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ نیک شخص ہوں گے وہ دجال سے بحث کریں گے۔ دجال آ کر ان کو قتل کر دے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ اب بھی خدا ہونے پر قائل ہوتے ہو یا نہیں؟ وہ بزرگ صاحب جواب میں کہیں گے کہ اب خدا میرا یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال العین ہے۔ پھر اس بزرگ صاحب کو مارنا چاہے گا مگر اس کی ہمت نہ ہوگی اور اس بزرگ پر کچھ تاخیر نہ کر سکے گا۔ پس وہاں سے دجال ملک شام کو روانہ ہوگا جب دمشق شہر کے قریب جا پہنچے گا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ تو آگے ہی سے وہاں پہنچ

چلے ہوں گے اور جنگ و جدال کا سامان کرتے ہوں گے۔ کہ عصر کی نماز کے لیے مہمان
اذان کہے گا اور نماز کی تیاری میں لوگ ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرشتوں
کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے، آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ جب سر نیچے کریں
گے تو اس سے قطرے نکلیں گے اور جب سر کو بلند کریں گے تو مردار پیدموتی کی طرح دالے
گھریں گے اور صورت ان کی مثل صورت عروہ بن مسعود صحابی کے ہوگی۔ (مسلم) اور سینا
کا چوڑا ہوگا۔ (بخاری) اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے منارے سفید پر آکر ٹھہریں گے
اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام ٹرائی کا سامان
سامان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کرنا چاہیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام انہیں گے کہ ٹرائی کا
سامان اور انتظام آپ ہی رکھیں میں فقط دجال کے قتل کرنے کو آیا ہوں۔ جب رات گزرتی
کر صبح ہوگی امام مہدی علیہ السلام لشکر کو تیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار
ہو کر ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر دجال کی طرف جائیں گے اور مسلمان لوگ دجال کے لشکر پر
حملہ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس یعنی دم
کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس جگہ تک نظر جائے گی اس جگہ تک سانس بھی جائے گی اور جس کا فرار
ان کے سانس کی ہوا چاہے گی اسی وقت وہ کافر ہلاک ہو جائے گا۔ دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ
کر بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے جائیں گے۔ لد کے دروازہ
شرقی پر جا کر اس کو نیزہ مار کے قتل کر دیں گے۔ بتیختی نے روایت کیا کہ گدھے پر سوار ہوگا
اس کے دونوں کانوں میں فاصلہ دو سو اسی (۲۸۰) گز ہوگا اس قدر بڑا وہ خرد جال ہوگا۔ پس
اگر قتل نہ کرتے جب بھی ان کو دیکھ کر ایسا پانی ہو جاتا جیسا کہ پانی میں نمک گھل جاتا ہے مگر
لوگوں کو اس کا خون نیزے پر دکھائیں گے اس لیے قتل کریں گے۔

”لد“ وہاں ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک گاؤں ہے قریب بیت المقدس کے اور بعض
محلے کہا کہ ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا کہ موضع فلسطین ہے۔
محققان کتاب عرض کرتا ہے کہ بہر صورت وہ ”لد“ مخفف لدھیانہ کا نہیں پنجاب میں،
بلکہ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ بعد قتل ہونے دجال کے مسلمان لوگ اس کے لشکر کو قتل
کریں گے اور حضرت شہر بشیر تشریف لے جائیں گے اور مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور
بیت بہشت کی خوشخبری سنائیں گے۔ پس اس وقت کافر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت
امام مہدی علیہ السلام کا انتقال ہو جائے گا اور سب بند و بست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔
پھر وردگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام روانہ کرے گا کہ اب میں نے اپنے ایسے
بھائی ظاہر کیے ہیں کہ کسی کو لڑائی کرنے کی طاقت ان کے ساتھ نہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام
بندوں کو تو کوہ طور میں لے۔ جا پس خارج ہوں گے یا جوج و ما جوج اور ان کے
بھائی جگہ شمال کی طرف کی آبادی ختم ہونے سے بھی آگے ساتھ ولایت سے باہر ہے اور
یادہ سردی کے اس طرف کا دریائی سمندر ایسا جما ہوا ہے کہ کشتی جہاز بھی اس پر نہیں چل
سکتی۔ یا جوج و ما جوج میں سے کچھ لوگ جو آگے ملک شام میں طبریہ بستی کے دریا پر
جائیں گے اس کا سارا پانی پی جائیں گے بعد والے جب آئیں گے تو کہیں گے کہ جیسا
کہ بھی اس دریا میں پانی نہیں ہوا تھا، ایسا خشک ہوگا۔ پس وہ کچھڑ چائیں گے اور ان کی
حالت کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک کی اولاد جب ایک ہزار پوری ہوتی ہے جب مرنا شروع
ہوتے ہیں بعض کا قد بقدر یک بالشت کے اور بعض بلند مثل آسمان کے، کان ان کے اتنے
بڑے کہ درخت یا دیوار، پتھر یا درجس چیز کے پیچھے کافر ہوگا وہ چیز کہے گی کہ اے موسیٰ کافر یہاں پر ہے اس کو قتل کر مگر غرقہ
کے نام کا درخت ہے یہود کے درختوں میں سے وہ نہ بولے گا۔ ۱۲

بڑے ہوں گے کہ ان کو بچھا کر سویا کریں گے۔ پس سیر کرتے ہوئے بیت المقدس کے قریب ”جبل خمر“ ایک پہاڑ ہے اس کے پاس جا پہنچیں گے اور کہیں گے کہ اہل زمین کو قتل کر چکے۔ اب اہل آسمان کو قتل کریں گے۔ پس آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے آلودہ کر کے نیچے ڈال دے گا وہ اس سے خوش ہوں گے کہ واقعی آسمان کے رہنے والوں کو ہم نے قتل کر دیا ہے اور اس حال میں عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر طور پہاڑ پر بند ہوں گے۔ ایک سرتیل، گائے کا ان لوگوں کو بوجھ بھوک کے سو (۱۰۰) اشرفی سے بھر ہوگا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ والوں کو لے کر دعا کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں کیڑا پیدا کرے گا اس سبب سے سب مرجائیں گے۔ بعدہ عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر پہاڑ سے نیچے اتریں گے مگر یاجوج ماجوج کی بدبو اور مردار کے سبب سے ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے جانور پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی خراسانی اونٹوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی وہ جانور ان مرداروں کو اٹھا کر کوہ قاف کے پیچھے ڈال دیں گے اور ان کے تیر و کمان اس قدر باقی رہیں گے کہ مسلمان لوگ سات برس تک جلاتے رہیں گے۔ پس پروردگار بارش برسائے گا۔ کوئی جگہ زمین، پتھر، جامہ، لباس اس بارش سے خالی نہ رہے گا۔ پس تمام زمین کو دھو کر صاف کر کے مثل آئینہ کے صاف کر دے گا۔ پس پروردگار زمین کو ایسی برکت دے گا کہ میدہ غلہ بکثرت ہوگا۔ ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ آدمیوں کی ایک جماعت اس سے پیٹ بھر کر کھائے گی اور اس کے پوست کے سایہ میں بیٹھ سکے گی اور چار پائیوں میں ایسی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی یعنی شتر مادہ کا دودھ ایک چم

دست کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلہ کے لوگوں کو بس ہوگا اور بکری کا دودھ چھوٹے قبیلہ کو کفایت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب بن یحیٰی کے خاندان میں اقامت کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی ۲ بعد چالیس (۴۰) برس کے انتقال فرمائیں گے۔ ۳ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ پاک میں دفن ہوں گے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضرت ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی اور عبارت تفسیر ”درمنثور“ کی یہ ہے: أخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة محمد وعیسیٰ بن مریم علیہم السلام یدفن معہ۔ وقال ابو داؤد وقد بقی فی البیت موضع قبرہ۔ اور مرقات میں ہے: قال ابن نزول عیسیٰ بن مریم ای الارض فیتنزج ویولد ویمکت خمساً واربعین سنة۔ ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنها بالمقبر القرب قبرہ بقبرہ فکانہما فی قبر واحد۔ اور ابن جوزی ”کتاب الوفاء“ میں بھی لایا ہے اور سوائے ان کے اور کئی کتابوں میں ہے۔ طبرانی اور امام بخاری نے

درمنثور و ترمذی سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملے گا بچہ نہ ہونے لڑائی کے گھوڑا بہت سستا ہوگا اور تیل کی قیمت زیادہ ہوگی بوجہ برکت اور ان کی محنت کے۔ ایک من ختم سے سات سو سن غلہ ہوگا۔ ۱۲

۱۱ بعض روایت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت نماز پڑھا کریں گے دن رات میں۔ مگر قوی یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر فقط پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پینتالیس سال زمین میں اقامت کریں گے۔ ”مرقات“ میں ہے کہ جب آسمان پر گئے تو طمران کی ۳۳ برس کی جی اور بعد اترنے کے سات برس اقامت کریں گے۔ سات برس کا ذکر ”صحیح مسلم“ میں ہے۔ اگرچہ اس حساب سے چالیس برس ہوتے ہیں مگر فی الواقع ۳۳ برس زمین پر پورے ہوں گے اور جس نے چالیس برس کو بیان کیا ہے اس نے گمراہی نہیں کیا جو کہ پانچ برس کا کلمہ یعنی اور ابو نعیم نے ذکر کیا ہے کہ بعد نزول کے ۱۹ برس رہیں گے۔ جیسا کہ مرزا کے جواب و سوال میں ہر امر مرزا نے۔ پس اس حساب سے مجموعہ ۵۲ برس ہوتا ہے۔ ۱۲

تاریخ کبیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبہ فیکون قبرہ رابعاً۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے گنبد میں بافضل تین قبریں ہیں۔ حضرت ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو قبریں اور چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوں گے تو دفن ہوں گے اور ان کی جگہ پر ایک شخص ججہاہ نامی ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان کا ہوگا اور بہت انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کرے گا اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اور بادشاہ ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔ اب قیامت کی بڑی نشانیوں کا بیان ہے۔

بیان قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسد غفاری سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت ہر پاندہوگی جب تک کہ دس (۱۰) نشانیاں ظہور میں نہ آجائیں:

۱..... دخان

۲..... دجال

۳..... واپہ الارض

۴..... طلوع آفتاب کا مغرب سے

۵..... اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

۶..... نکلنا یا جوج ماجوج کا

۷..... اور تین بار زحف یعنی دہ جانا زمین میں ایک بار مشرق میں

دوسری بار مغرب میں

تیسری بار جزیرہ عرب میں اور

آخر سب سے ایک آگ ملک یمن سے نکلے گی جو کہ لوگ کو بطرف محشر کے ملک شام کی زمین میں لے جائے گی۔ اور ایک روایت میں دسویں نشانی باد سخت کا ذکر آیا ہے جو کہ لوگوں کو دریا میں پھینک دے گی۔ اور ابو ذر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعد از ہمارے دجال اور واپہ الارض اور طلوع آفتاب کے مغرب سے کافر کا ایمان اور کسی کی تو یہ قول نہ ہوگی۔ اور امام بغوی وغیرہ نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ جو آگ کہ لوگوں کو چلا کر بطرف محشر کے لے جائے گی وہ عدن شہر کے غار سے نکلے گی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ دخان کیا ہے؟ فرمایا حضرت ﷺ نے اس آیت کو ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مَبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ منظر ہوا اس روز کا کہ لائے گا آسمان ایک دھواں ظاہر جو کہ ڈھانک لے گا لوگوں کو یہ طاب درد دینے والا ہے۔ اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک ہو جائے گا اور چالیس دن رات تک رہے گا۔ مسلمانوں کو زکام کی طرح پچنے کا اور کافروں کو بیہوشی دے گا اور ان کی ناک اور کان اور پاخانہ کے رستہ سے نکلے گا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ دخان ہو چکا ہے اس وقت میں جب کہ کفار قریش نے حضرت ﷺ کے ساتھ کمال اتنی اور بے ادبی کی تو حضرت نے بدو عاکی۔ پس ایسا قحط ہوا کہ لوگ ہڈیاں کھاتے تھے اور لوگ کے سب سے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں نظر آتا تھا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع دھواں نہیں ہے لیکن حضرت حذیفہ وغیرہ حضرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دخان ہے فی الواقع وہ علامات کبریٰ قیامت سے

ہے اور یہی ہے نزدیک عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور امام حسن بصری رحمہم اللہ کے اور وہ قحط کا واقعہ دوسرا ہے۔ بعد چالیس (۴۰) روز کے آسمان صاف ہو جائے گا اور اسی زمانہ کے قریب بقرعید کے مہینے میں دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ لوگوں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے دق ہو جائیں گے اور چار پائے جانور جنگل میں جانے کے واسطے شور مچائیں گے اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی اور تمام آدمی بیہوش اور پریشانی سے بے قرار ہو جائیں گے۔

جب بقدر تین راتوں کے وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اور روشنی اس کی تھوڑی سی ہوگی۔ جیسے کسوف یعنی گہن لگنے کے وقت روشنی تھوڑی ہوتی ہے اس وقت جو لوگ موجود دنیا پر ہوں گے کسی کافر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اور مسلمان جو کوئی گناہ سے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس سورج اتنا اونچا آئے گا جیسا کہ دوپہر سے ذرہ قدر پہلے بلند ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب کی طرف لوٹ جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف اپنے قدیمی دستور کے موافق نکلتا رہے گا۔ اس کے بعد بہت تھوڑے دنوں میں قریب دہشتہ الارض نکلے گا۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے۔ ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ یعنی ”جس وقت واقع ہوگا حکم اللہ تعالیٰ کا ساتھ قائم ہونے قیامت کے یعنی قیامت نزدیک پہنچے گی تو خارج کریں گے ہم لوگوں کے لیے چار پایہ زمین سے کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اس امر میں کہ ہماری آیتوں کے ساتھ وہ لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔“

اور ایک متواتر آیت میں ”تکلمہم“ ساتھ سکون کاف اور تخفیف لام کے بھی

اچکا ہے۔ یعنی لوگوں کو زخمی کرے گا اس بات کے لیے کہ ہماری آیات کے اوپر یقین نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں یعنی مسلمانوں سے کلام کرے گا اور کافروں کو زخم پہنچائے گا۔ اور احادیث کی روایات میں اختلاف ہے بعض میں ذکر ہے کہ منہ اس کا مثل انسان کے منہ کے ہوگا اور دوسری اس کی ہوگی اور باقی سارا بدن اس کا پرندے کے بدن کی طرح ہوگا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ چار پایہ ہوگا کہ صفا کے پہاڑ سے نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا عصا حج کے موسم میں صفا کے پہاڑ پر مارا اور کہا کہ دابۃ الارض اس میرے عصا مارنے کی آواز سنتا ہے۔ پس مکہ شریف میں زلزلہ پیدا ہوگا اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس جگہ وہ دابۃ الارض جانور نہایت عجیب صورت کا نکلے گا۔ قداس کا بہت بڑا ہوگا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سر اس کا ابر کے ساتھ لگے گا اور پاؤں اس کے ابھی زمین میں ہوں گے۔ اور امام بغوی نے ابو شریح انصاری سے روایت کی ہے کہ دابۃ الارض تین بار خارج ہوگا۔ اول باریمن میں خارج ہوگا اور بات چیت اس کی فقط جنگل میں پہنچے گی اور مکہ شریف میں ذکر اس کا نہ پہنچے گا۔ دوسری بار مکہ شریف کے قریب ایک جنگل میں سے نکلے گا اور چرچا اس کا مکہ شریف میں چاہنچے گا۔ تیسری بار خاص مکہ شریف سے نکلے گا اور سراپے کو جھاڑے گا اور بہت جلدی سے لوگوں پر گزرے گا اور اس سے کوئی بھاگ نہ سکے گا اور بات کرے گا۔ مسلمان کو کہے گا ”یا مومن“ اور کافر کو کہے گا ”یا کافر“۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگلی ہوگی ایمان والوں کی پیشانی پر اس عصا کے ساتھ سفید نقطہ لگے گا اس سے لفظ مومن کا لکھا جائے گا اور سارا چہرہ اس کا روشن ہو جائے گا مثل ستارہ چمکنے والے کے اور بے ایمان

کافر کی پیشانی پر اس انگوٹھی سے سیاہ نقطہ لگائے گا جس سے لفظ کافر لکھا جائے گا اور مونہ اس کا کالا ہو جائے گا۔ بعد اس کے لوگ ایک دوسرے کو شناخت کر لیا کریں گے یہاں تک کہ بازار میں کہیں گے مومن سے کہ اے مومن اپنی فلانی چیز کتنی قیمت پر بیچتا ہے؟ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دلیہ الارض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خارج ہوگا کہ زمین کا بپ جائے گی اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور دلیہ الارض نکلے گا۔ لیکن قوی بات یہی ہے کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے گا۔

جلال الدین سیوطی نے کہا کہ بعد دلیہ الارض کے نیک کام کا امر کرنا اور برے کام سے منع کرنا باقی نہ رہے گا اور بعد اس کے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا۔ پس دلیہ الارض یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی اس ہوا سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ سب مرجائیں گے۔ جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حضیوں کا ساری زمین میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت شام کے ملک میں غلہ کی بہت ارزانی ہوگی بہت لوگ سوار یوں پر اور پایادہ اس طرف کو روانہ ہو جائیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ آگ سب لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کے ملک میں پہنچا دے گی اس واسطے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کو اسی جگہ ملک شام میں کھڑا ہونا ہوگا۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین، چار برس اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت

سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ اسرائیل علیہ السلام فرشتہ جو کہ تصور لیے کھڑا ہے اس تصور کو پھونک دے گا۔ صور کی شکل سینک کی طرح پر ہوتی ہے۔ اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔ کھانے والے کے مونہ سے لقمہ گر جائے گا۔ جس جگہ میں جو کوئی ہوگا وہیں رہ جائے گا۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب کہ آفتاب مغرب سے نکلا تھا صور کے پھونکنے تک ایک سو تیس (۱۲۰) برس کا زمانہ ہوگا۔ پس اب یہاں سے قیامت کا دن شروع ہو گیا۔ فقط۔

یا اللہ اس فقیر حقیر بچہ اس قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ خویش و اقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہل سنت و جماعت کو خاتمہ بالایمان روزی فرما اور صغیرہ و کبیرہ کل گناہ بخش دے ساتھ برکت اپنے حبیب محمد ﷺ کے۔

قاضی غلام گیلانی پنجابی حنفی نقشبندی

سیاح بنگال بقلم ۱۳۳۳ ہجری



جوابِ حَقَّانی در دری بنگالی قادیانی

تصنیف لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامی سنت، ماحی بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمد الشاكرين كحمد اهل السموات والارضين من الجنة
والناس اجمعين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه
جمعين. اللهم اغفر لنا ولوالدينا ولأساتذنا ولأحبائنا ولتلامذنا ولاقاربنا
ومن له حق علينا ولجميع المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات
الاحياء منهم والاموات انك سميع قريب مجيب الدعوات يا خالق
الارضين والسموات. آمين ثم آمين ثم آمين الى يوم الدين بجاه سيد
المرسلين.

ابا جید! بخد مت اہل اسلام عموماً و اہل بنگال ضلع پترہ مقام برہمن برہہ خصوصاً عرض ہے
کہ ملک پنجاب موضع قادیان ضلع گورداسپور میں مسی غلام احمد پشکشت کاری قوم مغل نے
پلے بزرگی کا دعوی کیا رفتہ رفتہ مہدی مطلق ہوا بعد کو یہ کہا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس
کا تم لوگ انتظار کر رہے ہو۔ حضرت عیسیٰ بن مریم مر گیا۔ اب وہ دنیا میں نہ آئے گا بلکہ اس
کی روح میرے پر آگئی ہے۔ غرض کہ کبھی کبھار اور کبھی کبھار جیسا موقع اور لوگ دیکھے بکتا
ہا۔ اور اپنی زبان اور تحریر میں ایسے کفریات بکتا رہا کہ شیطان پر بھی سبقت لے گیا۔ عیسیٰ
علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ حضرت مریم علیہا السلام وغیرہ پر وردگار کے محبوبوں کو گالیاں دیں۔
اب یہ کہ جس کا مثیل بننا چاہتا ہے۔ اس میں طرح طرح کے ناشائستہ گناہ کے کام اپنے
گمراہ اعتقاد کے موافق ثابت کرتا ہے۔ علماء نے ہر طرف سے سمجھایا بھجایا مگر وہ باز نہ آیا
آخر الامر علماء ربانیین نے مجبوراً ایسے الفاظوں پر کفر کا حکم دیا۔ خود تو وہ مر گیا مگر بعض جگہ اس
کے تعلیم یافتہ گمراہ بے دین خلیفے اور چیلے رہ گئے ہیں جو کہ مسلمانوں کو کافر کرنا چاہتے ہیں۔

اور دن رات رسول اللہ ﷺ کے دین متین کے خراب کرنے کے درپے ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ نتیجہ برعکس ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اہل اسلام کے علماء کے وعظ و نصیحت کی تاثیر سے صد ہا قادیانی مسلمان ہو گئے۔ اور اب بھی ہمیشہ توبہ کر کر مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ اور قادیانی چونکہ اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتے۔ اور قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکیں گے کیونکہ باطل چیز کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔ لہذا علماء نے ان کو لا جواب جان کر ان سے خطاب و عتاب ترک کر دیا تھا۔

جواب جاہلان باشد خموشی

لیکن ملک بنگالہ ضلع پترہ مقام برہمن بڑیہ میں ایک ملا عبد الواحد نامی مسجد کا خطیب قدرے اردو فارسی لکھا پڑھا ہوا نصیب کی شامتوں سے قادیانی ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے لگا۔ اور جن باتوں کے سبب سے اس پر علماء نے کفر کا حکم دیا تھا۔ انہی باتوں کو برحق کہنے لگا۔ اور اسی اپنے پیغمبر کی کتابوں سے چند باتیں پرانی نکال کر ایک رسالہ بنایا۔ اور اس کا نام ”ہدایۃ المہتدی“ رکھا۔

برعکس نہند نام زنگی کا فور

اس رسالہ کا نام ”ضلالۃ المہتدی“ ہونا چاہیے اور جاہل نے اتنا نہ سوچا کہ ان باتوں کا جواب دندان شکن بارہا دیا گیا ہے۔ جس کے سبب سے قادیانی بھر خموشی اور چاہ مرگ میں غرق ہو چکے ہیں۔ مگر برہمن بڑیہ اور اطراف کے بعض جاہل بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بظاہر ایک صورت نکالی کہ کتاب کا نام سن کر عوام الناس دام فریب میں آئیں گے۔ اور اہل اسلام کے علماء اس کی کتاب کو قابل جواب نہ سمجھ کر اپنے دین

اسلام کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس طرف قادیانیوں کو بے علم لوگوں کے علمائے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ گاؤں بگاؤں جکتے ہیں کہ اگر اس رسالے کی باتوں کا کوئی جواب ہوتا۔ تو مسلمان علماء جواب کیوں نہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا اعتقاد حق ہے۔ اہل روئے زمین کے مسلمانوں کا اعتقاد باطل ہے۔ چونکہ اس میں بعض سیدھے سادھے مسائل کے گمراہ ہو جانے کا احتمال ہے۔ لہذا میں نے اس ملا عبد الواحد خطیب کے رسالہ کی بعض موٹی موٹی غلطیوں کا رد لکھا۔ تاکہ اگر پروردگار اپنا فضل کرے تو لوگ اس کے مکر سے ایم میں نہ آئیں۔ اور وہ ملا خود اور اس کے ہم مذہب لوگ اگر بغور اس کتاب کو اور میری دوسری کتاب کو جس کا نام ”تنقیح غلام گیلانی بر گردن قادیانی“ ہے، مطالعہ کریں اور کسی مسلمان عالم ذہین سمجھ دار سے پڑھیں۔ تو امید ہے کہ اپنے کفری اعتقاد سے توبہ کریں اور کم علم اتنا تو ہو کہ اپنی بے علمی اور جہالت پر خبردار ہوں۔

لفظ **قولہ** کے بعد عبد الواحد برہمن بڑیہ کے خطیب کی عبارت ہے۔ اور لفظ **الحجاب** کے بعد اس فقیر کا جواب ہوگا۔

قولہ: ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔ (ص ۲، ۱۱۱)

الجواب: انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں مشہور ہے کہ روایات مختلفہ وارد ہیں۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار۔ تیسری روایت میں تین لاکھ۔ (رد المحتار) چوتھی روایت میں دس لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ (رد المحتار)

پس درست بات یہی ہے کہ کوئی تعداد مقرر نہ کرنی چاہئے بلکہ پروردگار کے علم پر توکل کرے اور کہے کہ سب انبیاء پر میرا ایمان ہے۔ جس قدر بھی ہوں۔ کیونکہ اگر خاص ایک عدد اور ایک مقدار کو لے لیا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کسی غیر نبی کو نبی کہنا ہو گا یا نبی کو غیر

نبی کہنا ہوگا۔ واقعی مقدار سے اگر تھوڑے کہے تو بعض انبیاء کو نہ مانا۔ اور اگر واقعی عدد زائد کہہ دیئے تو جو نبی نہ تھے ان کو نبی کہا۔ اور یہ دونوں باتیں کہ نبی کو غیر نبی کہے یا غیر نبی نبی کہے، کفر کی ہیں بناء علی ان اسم العدد اسم خاص فی مدلولہ لا یحتمل الزیادة و النقصان۔ (دیکھو شرح عقائد نسبی وغیرہ) مگر مرزائیوں کے لئے یہ دونوں باتیں اہل معلوم ہوتی ہیں۔ کہ اگر کسی موقع میں کسی نبی اللہ کو درجہ نبوت سے نکال کر عدد کو درست کرنا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلاً طرح طرح کے طعن، کذب اور زنا اور مکاری و دغا بازی و شراب خوری کے اس میں ثابت کر کے نکال دیں گے اور کسی غیر نبی کو نبی بنانا ہوا واسطے پور کرنے کسی خاص عدد کے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی خلیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل کر کے پیغمبر کر دیں گے اور قرآن شریف کی آیات اس کے حق میں فوراً نازل کریں گے۔ اور جو نہ مانے اس کو کافر اور مردود اور مرتد کہہ دیں گے کیونکہ مرزا خود اپنی کتاب ”توضیح المرام“ ص ۱۸ میں لکھتا ہے کہ باب نبوت کا من کل الوجوه مسدود نہیں۔ اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ (دیکھو حق غلام کیلانی کا ص ۲۹)

نعوذ باللہ من ذالک۔

قولہ: اور کتب آسمانی بھی بہت نازل ہوئیں کہ سب سے اکمل قرآن کریم ہے۔

الجواب: ارے ملاجی کیا کہتے ہو۔ تم تو اپنے پیغمبر قادیانی سے مخالف ہو گئے۔ اور تمہارے نزدیک قادیانی کا مخالف اسلام سے خارج ہے۔ تم قرآن کریم کو اکمل کہتے ہو۔ تمہارا نبی تو اپنی کتاب ”ازالہ اوہام“ میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔ اور اسی ”ازالہ“ میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار

معجزات کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا تو پھر قرآن شریف تو انقص بلکہ اس سے بھی زیادہ کما ہوا۔ معاذ اللہ (دیکھو حق غلام کیلانی کا ص ۲۹) اور مرزائیوں کو قادیانی نے کیسے کیسے اعتراض اور نقصان قرآن شریف میں نکالے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اکمل کا مقابل انقص ہے۔ یعنی سوائے قرآن کریم کے سب اہل کتاب میں انقص ہیں۔ مرزا نے اپنی کتاب ”دافع البلاء“ کے ٹائیکل بیچ کے صفحہ ۴ میں لکھا ہے۔ عیسیٰ کو نبی کامل شریعت نہ لایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت کی کتاب انجیل تھی۔ یعنی انجیل کامل نہ تھی بلکہ ناقص تھی۔ اور فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی پروردگار پر شریعت کو ناقص اور ناقص کہے گا، وہ کافر ہے۔ اگر مٹا جی کا یہ اعتقاد ہے جو کہ اس کے لکھا ہے تو یہ تو صاف کفر ہے۔ اور اگر وہ کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو کامل و اکمل جانتا ہے۔ تو اس کے نزدیک پھر بھی کفر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی قادیانی سے مرتد

نمر

اور نہ رنج و عذاب است جان مجنون را بلائے صحبت لیلی و فرقت لیلی
مولہ: صفحہ ۳ میں کیونکہ موعود کے صفات من قبل پیشین گوئیوں کے ہیں۔ اور پیشین گوئیوں کی حقیقت قبل وقوع کے کل جانا ضروری نہیں ہے۔ اکثر وقت وقوع کے ان کی حقیقت کھلتی

الجواب: جو مہدی موعود ہوگا اس میں وہ ساری نشانیاں جو صحیح طور پر وارد ہیں، ضرور پائی جائیں گی اور مرزا کی زندگانی میں تو خود وقت پیشین گوئیوں کے وقوع کا تھا کیوں واقع نہ ہوئی؟ یقیناً معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز ہرگز سچا مہدی موعود نہ تھا۔ بلکہ کذاب، مکار و مہدیوں میں سے ایک مہدی تھا کہ اتنی عمر دراز میں دعویٰ مہدویت کا کیا۔ اور اقوال و افعال اس کے

اکثر شرع شریف کے برخلاف تھے۔

ع برعکس نہند نام زندگی کا فور

قولہ: ص ۴۔ ہر ایک کو ایک مدت معینہ عمر انسانی پاکر ضرور پیالہ موت کا نوش جان کرنا ہے۔ اگر کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا کہ زمین میں کیا بلکہ آسمان پر جا کر برخلاف دوسرے افراد بشر کے ہزاروں برس زندہ رہ سکے تب ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا۔۔۔۔۔ الخ (ص ۴)

الجواب: اس عبارت سے قادیانی ملا کو کوئی فائدہ نہیں ہم خود سب مسلمان لوگ مدت معینہ عمر انسانی پر موت کے قائل ہیں نہ ایک ساعت آگے ہوگی نہ ایک ساعت پیچھے ہوگی۔ قرآن شریف میں خود موجود ہے۔ ﴿إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ مگر یہ تو تصریح کے ساتھ کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں کہ زید کی عمر بیس برس اور بکر کی تیس برس اور خالد کی سو برس کی ہوگی۔ باقی یہ امر کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہو جیسے کہ محمد ﷺ، اس کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہیے ہر کوئی شرع کی بات نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی نئی شریعت میں ہوگی۔ دیکھو خیال کرو کہ قرآن پاک میں خبر ہے کہ اصحاب کھف جو کہ تین آدمی مع ایک کتے کے یا چار آدمی مع ایک کتے کے یا اس سے زیادہ ہیں تین سو نو (۳۰۹) برس تک غار میں سوئے اور یہ خبر آنے سے اب اس وقت تک اور تیرہ سو چھتیس برس گزر چکے ہیں۔ مجموعہ سولہ سو پینتالیس (۱۶۳۵) برس ہو گئے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس (۹۳۰) سال تھی اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) برس کی ہوئی تو آسمان چہارم پر اٹھائے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

۱۰۰ برس (۲۲۳) برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی تھی۔ ان بات سے ان کا مرتبہ زائد اور حضرت محمد ﷺ کا کم ہو جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ بذریعہ سرور عالم ﷺ کے ہوا۔ ان کے کمالات اور مراتب سب کے سب غلطی اور طفیلی تھے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر دراز حیات ملے ارشاد اور ہدایت دین محمدی ﷺ کے عطا ہوئی تو اس سے حضرت محمد ﷺ کی شان اور اہمیت اتنی ہو جاتی ہے کما لایخفی۔ بلکہ بعض کافروں کو بھی پروردگار نے دراز عمر دی ہے۔ "شرعہ الاسلام" ص ۵۳۸ میں ہے کہ مصحاح بن عقیق کی عمر ایک ہزار سات سو بیس (۱۷۵۲) سال تھی۔ یا جوج ماجوج کے ہر ایک فرد بشر کی اتنی عمر ہوتی ہے کہ ہر ایک کی ہزار اولاد ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتا ہے۔ (دیکھو جج کا صفحہ ۱۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "ایام الصلح" میں علماء اہل اسلام پر یہ سوال کیا ہے کہ آیت ﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ وال ہے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر کیا ہوگا؟ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واٹھ گونکی بہت پہلی حیاتی کے پیدا ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوگا اس شخص کا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا) جو ۱۰۰۰ سال تک زندہ رہے۔ اس میرے جواب سے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ مرزا کی حالت کہ اسی نوے برس کی عمر کو اس آیت قرآنی کا مفاد سمجھ رہا ہے۔ افسوس جہالت بھی لا علاج بیماری ہے۔

قولہ: ص ۴ میں ہے اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن کریم سے ایسی ثابت ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کی وفات ایسی ثابت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود و مہدی آخر زمان علیہ السلام نے انیسویں صدی سے وفات عیسوی پر استدلال فرمایا ہے اور دوسرے علماء سلسلہ حقہ احمدیہ

نے تو پچاس ساٹھ آیات تک پیش کی ہیں۔ اور ان میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں خاص لفظ ”توفی“ کے مشتقات جس میں صریح وفات کا مادہ واقع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مفید معلقاً ایک لفظ بھی قرآن پاک میں نہیں ہے چہ جائیکہ مادہ حیات پر کوئی لفظ کوئی شخص دکھائے..... (ارج)

الجواب: لعنة الله على الكاذبين۔ بالکل دروغ بیروغ ہے جس قدر آیات سے قادیانی موت کی دلیل لاتا ہے انہی آیات سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ جن احادیث شہادت حیات کی دے رہی ہیں۔ ہر چہ ارا ماموں کا مذہب بلکہ جمہور اہل اسلام بلکہ مخالف فرقوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر جب کہ کسی کو حیانہ ہو تو جو چاہے سو کہے۔ اذا لم تستحی فافعل ماتشاء۔ وہ تمہیں آیتیں فقط قادیانیوں کو معلوم ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ تھیں اور نہ بعد کے صحابہ و تابعین و ائمہ کبار و علمائے اخبار کو معلوم تھیں جو انہوں نے قرآن شریف کے مخالف اعتقاد رکھا۔ اگر قرآن کریم میں اتنی آیات سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ تو حضرت ﷺ اور صحابہ کبار اور تابعین و تبع تابعین وغیرہ جمیع مذاہب اسلام سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور وہاں رہنے اور اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی صحیح حدیثیں اور اقوال کیسے وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان سب علماء نے قرآن کریم کے مطلب کو نہیں سمجھا اور معاذ اللہ یہ سب غلط ہیں۔ پس مرزائی لوگوں کا ایمان تو ایسی ہی باتوں سے اڑا ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام دس آیتوں کو جب پڑھتے تو آگے نہیں گزرتے تھے۔ جب تک کہ ان دس آیات کے معانی اور ان پر عمل کا طریقہ نہیں

یکہ لیتے تھے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان الرجل منا اذا تعلم عشر آیات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن۔

وقال عبد الرحمن السلمي حدثنا الذين كانوا يقرؤنا انهم كانوا يستقروا من النبي ﷺ وكانوا اذا تعلموا عشر آیات لم يخلفوها حتى يعمل بما فيها من العمل فعملنا القرآن والعمل جميعا..... الخ

غرض کہ سب صحابہ سے حیات عیسوی مذکور ہے اور خود معلوم ہے۔ کہ صحابی کی تفسیر غیر کی تفسیر پر مقدم ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ یہ آیت صاف طور پر حیات عیسوی کو شل دیگر آیات کے ثابت کر رہی ہے۔ ولكن التعصب اذا تملك اهلك اور لفظ ”متوفی“ کے مشتقات سے مرزائیوں کی سند لانی باطل ہے۔ کیونکہ یہ مادہ موت کے معنی میں خاص نہیں کیونکہ ”توفی“ کا معنی قبض کرنا بھی ہے۔ اور قبض، موت سے بھی ہوتا ہے۔ اور صعود سے بھی۔ جلالین کے حاشیہ میں ابن حزم کا قول جو کہ موت کا نقل کیا ہے اسی حاشیہ میں دوسرا معنی بھی موجود ہے اور موت کا قول ضعیف لکھا ہے۔ سو وہ بھی وہ موت ہے جو کہ قبل چلے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بعض علماء کا اعتقاد ہے ظاہر لفظ ”توفی“ کو دیکھ کر وہ عبارت یہ ہے: التوفی هو القبض يقال وفانی فلان درهمی و اوفانی وتوفيتها منه غير ان القبض يكون بالموت وبالاصعاد۔ فقولہ ﴿وَرَفَعَكَ إِلَىٰ﴾ من الدنيا من غير موت تعیین للمراد وفي البخاری قال ابن عباس ﴿مُتَوَفِّكَ﴾ ممیتک ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الان۔

قال شيخ الإسلام ابن حجر قد اختلفوا في موت عيسى قبل رفعه فقیل علی ظاهر الآية أنه مات قبل رفعه ثم يموت ثانيا بعد النزول وقال متوفى نفسك بالنوم اذ روى انه رفع نائما. (بحرمانی) دیکھو "توفی" کے مشتقات کا استعمال قرآن شریف میں غیر معنی موت میں ﴿ثُمَّ تُوَفِّي كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ﴾ ﴿يُؤْفَوْنَ بِاللَّيْلِ﴾ اس میں بھی مادہ وفات کا موجود ہے۔ حالانکہ موت کا معنی نہیں لیا گیا۔ ﴿إِنَّمَا يُؤْفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ دیکھو تیغ غلام گیلانی کو نور سے کہ کیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا فیصلہ تو الحمد للہ مرزا قادیانی نے خود کر دیا ہے کہ وہ خود ہی "براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ یہ آیت جسمانی اور سیاست مکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کا ملکہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (الخ بلطف) قادیانی کے سب کلمہ گواہی یہی پکا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور اپنے نبی کا خیال نہیں کرتے کہ اس کا ایسا کما حافظہ ہے کہ اگلی پچھلی بات اس کو یاد ہی نہیں رہتی کہ اس عبارت بالا میں کیسا صاف امر حق کا اقرار کر لیا ہے۔ مرزائیوں کو ضرور ان پر ایمان لانا چاہیے ورنہ دراندہ درگاہ نبی اپنے کے ہوں گے اور کم از کم مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت و حیات میں تردد ضروری ہے۔ (دیکھو رسالہ "حق" ص ۱۲۰ و ۱۲۱ وغیرہ) پس جب کہ موت پر یقین اس کو نہ ہوا تو محض بہوت اور پریشان ہی رہا ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾

فقولہ: صفحہ ۵ میں ہے مخالف مولویوں میں سے بھی جس جس کو کسی قدر فہم و درایت سے

سلا ہے ہرگز عند المقابله اس مسئلہ میں بحث کرنا قبول نہیں کرتا۔

الجواب: کاذب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ارے کاذب کجنت خود لاہور کی بحث میں تمہارا پیغمبر حاضر ہی نہ ہوا۔ اور امرتسر سے مرزائیوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور تمہارا نبی سا فرار کر گیا کہ خواب کے اندر بھی ڈرتا رہا۔ خود تم ہی شرماء اور گریبان ندامت میں منہ دل نرسو چو کہ تم نے بحث مقرر کی اور مدت دراز نیک لوگوں کو اپنا فخر اور شان دکھاتا رہا۔ اگر الامر "براہین بڑیہ" دیگر ملکوں کے مولوی لوگ جمع ہوئے اور یہ فقیر بھی گیا اور تم اپنی بیت الخلاء سے باہر ہی نہ نکلے۔ جب تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے یہ فقیر دولت خاں دہل کے مکان پر گیا تو تم وہاں سے بھی لرزاں و ہراساں ہو کر ایسے بھاگے کہ تمہارا پتہ نہ چلا۔ اور معمولی عبارت خوانی میں چند غلطیاں تم سے ایسی ہوئیں کہ جس سے حاضرین مکان عام و خاص جان گئے کہ ابتدائی علوم صرف و نحو میں بھی تمہارا استعداد نہیں۔ پھر اسی ناز پر بحث کا نام لیتے ہو۔ واہ، واہ، واہ

فقولہ: ص ۶ میں: يَبْعِثُنِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ.

الجواب: منصل اگر دیکھنا چاہتے ہو تو "تیغ غلام گیلانی" کے صفحہ ۶۹ و ۷۰ وغیرہ میں دیکھو۔ مختصر اب بھی لکھ دیتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ "اے عیسیٰ تحقیق میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں تم کو طرف اپنی"۔ یعنی بعد نزول من السماء کے تم کو تیری طبعی موت دے کر اپنے پاس مکرم کروں گا اور قتل یہود سے جو ذلت کی موت ہے، چاؤں گا۔ پس "متوفیک" میں وعدہ وفات ہے کہ میں تم کو ماروں گا۔ یہ تو نہیں کہ میں نے تم کو مار دیا۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ماضی نہیں ہے اور حضرت ابن عباس جن کی روایت پر تم کو بہت ناز ہے وہ "ممیتک" کا معنی "متوفیک" سے نہیں لیتے کما هو مذکور

مفصلاً فی کتابی ”تیغ غلام گیلانی“ فلیطالع ثمہ۔ اور اگر ان کی رائے یہی مانی جائے کہ وہ ”مُتَوَفِّیکَ“ کا معنی ”ممیتک“ لیتے ہیں تو اس بنا پر وہ آیت میں تقدیم و تاخیر کا قول کرتے ہیں۔ اخرج اسحاق بن بشر وابن عساکر من طریق جریر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ﴿إِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ یعنی رافعک ثم توفیک فی آخر الزمان ”تفسیر درمنثور و تفسیر ابن عباس“۔ اور مواضع تقدیم و تاخیر کے قرآن شریف میں ”تیغ غلام گیلانی“ سے معائنہ کرو۔

”متوفیک“ کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت ”متوفیک“ فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔ بلکہ اگر بعد ہزار، دو ہزار چار، ہزار دس، ہزار لاکھ برس کے ہو تو بھی ”مُتَوَفِّیکَ“ کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ”یغیسی انی متوفیک الان اوبعد سنة وغیر ذالک“ یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو مارنے والا ہوں اب یا برس، دس برس، سو برس کے بعد بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا ”متوفیک“ صادق ہو جائے گا۔ اور اگر یہ معنی لو کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ابھی تم کو مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں طرف اپنے اور قبل بعثت حضرت محمد ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام کی موت متحقق ہو چکی۔ تو اور آیات و احادیث و اقوال ائمہ عظام و علمائے کرام کا جواب کیا دو گے جو حیات با آواز بلند ثابت کر رہے ہیں۔ ان سب کو ترک کرنا ہوگا اور تطبیق ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اسی واسطے علمائے مفسرین اور خود حضرت ابن عباس رحمہم اللہ، جہن تقدیم و تاخیر کے آیت مذکورہ میں قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ ظاہر تر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔

اور بھی سنو ”مُتَوَفِّیکَ“ میں ضمیر خطاب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ”رافعک“ میں بھی مخاطب وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نام جسم مع روح کا ہے۔ اور خطاب بھی اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ہے اور وہ زندہ ہے وقت مخاطبہ تو جیسے کہ موت عیسیٰ علیہ السلام پر مبنی اس کے جسم پر آئی ہے ”رفع“ بھی اسی کے لیے ثابت ہوا۔ تو معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے بدن کو مار کر پھر تم کو مع بدن اور روح کے اٹھانے والا ہوں حالانکہ جسم کے مرفوع ہونے کا کوئی قادیانی قائل نہیں۔ بلکہ مرزائیوں کے مطابق یہ معنی ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں نے تجھ کو مار کر تیری روح کو سوائے بدن کے اٹھالیا۔ اور یہ پورا معنی خود اس عبارت کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کما ہر اور اگر معطوف میں ضمیر خطاب سے مراد روح لیا جائے بعلا قد ذکر کل اور مراد اس سے جزء ہے کما ہو مذهب الجمهور تو کیا وجہ ہے کہ اسم فاعل کو اپنے معنی میں نہیں لیتے اور ظاہر نصوص آیات و احادیث و کلام علماء میں مجاز و درجہ جاز اور تاویل علی التاویل کا بھروسہ لیتے ہیں۔ شاید کہ قادیانی مثلاً میری بات کو تو نہ مانے اب میں وہی معنی پیش کر دوں جو اس آیت کا اس کے نبی اور نبی کے مددگار ”فاضل نور الدین“ نے لکھے ہیں۔ حکیم نور الدین نے کتاب تصدیق ”براہین احمدیہ“ صفحہ ۸ میں لکھا۔ اذ قال اللہ یغیسی انی متوفیک و رافعک الی..... الخ ”جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف“۔ اب خیال کرو کہ اس عبارت میں موت کا ذکر بھی نہیں بلکہ لینے کا ذکر ہے۔ اور لینے کا معنی درست یہی ہے کہ ”میں تجھ کو آسمانوں پر اٹھا کر تیرا درجہ بلند کرنے والا ہوں“۔ اور مرزا خود ”براہین احمدیہ“ میں لکھتا ہے ”انی متوفیک و رافعک الی“۔ ”اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے

کامل اجر بخشوں کا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“ (بلفظ صفحہ ۵۵) اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے۔ ”انی متوفیک ورافعک الی“ ”میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“ بلفظ یہ دونوں معنی مرزا نے الہام کی برکت سے کئے ہیں۔ اول معنی میں موت یقینی نہیں محض احتمال ہے۔ اور مرزا مقام استدلال میں ہے مستدل کو لزوم چاہئے۔ احتمال سے کام نہیں چلتا جب احتمال پیدا ہوا دلیل باطل ہوئی: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور دوسرے معنی میں موت کا ذکر بھی نہیں کیا بلکہ پوری نعمت کا اور پوری نعمت دینا جب ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مع اس کے جسد کے آسمانوں پر اٹھا کر معزز کیا جائے۔ پس مرزا نے تو خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر ہرگز جزم اور یقین نہیں ہے۔ مولوی نور الدین کا معنی اور مرزا کا دوسرا معنی ہم اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کے موافق ہے ہم اسی کو مانتے ہیں اور قادیانیوں کو بھی یہ معنی ماننا چاہیے ورنہ مرتد ہوں گے اپنے دھرم اور دین سے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ باطل کی طرف کتنا ہی کوئی شخص اگر چہ زور لگا دے مگر حق بات کا ہے ماہِ اُس کی زبان سے بلا اختیار یا بلا اختیار نکل ہی جاتی ہے۔ مرزا نے چند سال سے موت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت اندھا زور لگایا مگر آخر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علماء اہل سنت و جماعت کی کرامت دیکھو کہ کیسا صاف موافق مذہب مسلمانوں کے معنی کر گیا۔ اسی ”براہین احمدیہ“ میں موجود ہے: عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے، وہ سب باتیں کھول دے گا۔ اور ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى﴾ کے متعلق مرزا کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ اس کو دیکھو کہ حیات فی السماء کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اقرار کیا ہے۔ اور اگر مُتَوَفِّیک کا معنی ممیتک لیا جائے تو بھی اہل سنت و الجماعت کو مضرت نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے

عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس سے ثبوت موت بالفعل تو نہیں ہوا بلکہ اللہ موت ثابت ہوا ہے اور اس میں کیا نقصان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خوف گزرا تو پروردگار نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تم کو مارنے والا ہوں۔ تمہاری موت کے وقت میں یہود کے قتل سے تم مت ڈرو۔ (دیکھو رسالہ ”حق“ کو) اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی۔

قوله: ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ (الایہ)

الجواب: اس آیت سے تو خود حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ (دیکھو رسالہ ”حق“ کو) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دیا بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ رَفَعَهُ کی تفسیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام نام روح اور بدن دونوں کا ہے۔ اور مرجع اس کا روح عیسیٰ علیہ السلام نہیں جیسا مرزا کہتا ہے کہ مراد اس سے رفع تکبر کی روح عیسیٰ کا ہے جیسے کہ شہداء کے لئے رفع تکبر کی ہے۔ کیونکہ اس بنا پر عبارت قرآنی اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ ”بل رفع روحہ“ اس میں ایک تو یہ کہ بلا ضرورت حذف ماننا پڑتا ہے۔ والمذکور واجمع من المحذوف۔ دوسرا یہ کہ کل امت مرحومہ کے اعتقاد کے مخالف ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قوله: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الایہ)

الجواب: اس آیت کے ذکر کرنے میں نہ ہمارا کوئی نقصان اور نہ قادیانی کا کوئی فائدہ ہے۔ معنی اس کا نہیں سوچتا؟ خلود کا ایک معنی مکث طویل یعنی ٹھہرنا بہت عرصہ تک بالاسی مقدار معین کے۔ سو یہ معنی تو اس مقام میں کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا ہے۔

کیونکہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے صد ہزار لوگوں کو پروردگار نے مکث طویل اور عمارت دار میں بلا کسی مقدار معین کے دنیا میں رکھا۔ اور دوسرا معنی ”خلود“ کا ہمیشہ ابدالاً بادرہنا۔ سو یہ معنی درست ہے کیونکہ آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ کسی شخص کے لئے قبل آپ کے اے محمد ﷺ صاحب ہم نے ہمیشہ کارہنہ دنیا میں مقرر نہیں کیا۔ پس کیا اگر آپ فوت ہو جائیں تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے یعنی ہمیشہ کوئی نہ رہے گا۔ سو جملہ اہل اسلام اس امر کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ جب ان کی موت کی تاریخ ہوگی ضرور وفات پائیں گے۔ پس اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قوله: ﴿الْمَ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَآمُوتًا﴾

الجواب: مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پروردگار نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں دونوں کے لئے کافی کیا ہے۔ زندہ لوگ زمین کے اوپر اور مردہ لوگ زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی زندہ شخص عارضی طور پر بھی آسمان پر نہ جائے گا۔ کیا اعتقاد ہے تمہارا؟ اے قادیانی فرقہ کے لوگو! کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں یا نہیں؟ اور اب تک موجود ہیں یا نہیں؟ اور حضرت سرور عالم ﷺ کا معراج مبارک جو اجماعاً ثابت ہے اور باجہا احادیث صحاح کی موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے بھی تم لوگ منکر ہو جیسے کہ تمہارا نبی اس کا انکار کرتا ہے۔ ”ولیس هذا بمصادرة علی المطلوب“۔ یہ سوال بھی ملا عبد الواحد خطیب نے اپنے پیغمبر کی کتابوں سے نکالا ہے اور اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ایک اور سوال بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سوال: پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ اسی

میں تم لوگ زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے، مرزا اسی حصر سے سمجھا ہے کہ کوئی فرد عارضی صورت سے نہ آسمان پر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں پر مرے گا۔ یہ بڑی دلیل ہے اس آیت کی کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح عیسیٰ آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے؟

الجواب: یہ بیان بطریق اصالت ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ عیسیٰ زمین میں زندگانی بسر کریں گے اور اسی میں مریں گے۔ اس میں یہ تو نہیں فرمایا کہ کبھی کسی امر عارضی کے سبب کبھی کسی دوسرے کرہ میں نہ جائیں گے بلکہ اگر کوئی زمین پر پیدا ہوتے ہی آسمانوں پر اٹھا جائے اور دو ہزار سال یا دس ہزار سال تک وہاں زندہ رہ کر پھر وقت موت کے زمین پر اتر کر مر جائے تو اس پر بھی یہ آیت صادق آئے گی بوجہ اس کے کہ اس کی حیات کچھ قدر اور موت دونوں علی الارض اور فی الارض پائی گئیں۔ ولعمریٰ هذا ظاهر جدا۔

فرض کہ کرہ ارضی کا قرار گاہ اور سکونت کی جگہ ہونا بطریق اصالت کے یہ منافی نہیں ہے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے۔ دیکھو جیسا کہ قرآن کے لئے موطن اصلی اور قرار گاہ طبعی افلاک ہیں۔ پھر بھی باوجود اس کے زمین پر عارضی طور پر سکونت اور آمد و رفت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ہر قطرہ بارش کے ساتھ ملائکہ کا آنا، جنگ بدر میں ملائکہ کا آنا واسطے امداد اہل اسلام کے، خود حضرت جبریل کا آنا حضرت محمد ﷺ پر۔ مادی غیاشیہ، ص ۱۸۳ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام چوبیس ہزار بار رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی بکثرت نزول ہوا ہے جمیع پیغمبروں۔ اور ہر انسان کے ساتھ جو کثیر ملائکہ مقرر ہیں ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھ وغیرہ سوراخوں پر متعین ہیں، خود منہ پر ایک ملائکہ مقرر ہے۔ جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے فوراً حضرت ﷺ کے دربار میں

لے جاتا ہے۔ دن کے اعمال رات کو اور رات کے دن کو فرشتے لے جاتے ہیں۔ خود کرا کا تین جو ہر انسان کے دائیں بائیں مونڈھے پر مقرر ہیں۔ کیا مرزا کو یاد نہیں بعد موت مسلمان کی اس کے ہمراہی فرشتے اس کی قبر پر استغفار اور تسبیح و تہلیل پڑھتے رہتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔ مسجد اور خانہ کعبہ کے ارد گرد جو ہزار ہا فرشتے محافظ رہتے ہیں۔ وقت خروج دجال کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور بیت المقدس اور طائف کے ارد گرد فرشتے دیوار باندھ کر دجال کو روک لیں گے۔ اگر ساری مثالیں لکھوں تو دفتر عظیم ہوگا مسلمان منصف کو اس قدر کافی ہیں اور بد مزاج، بے دین، عدو المسلمین کو قرآن شریف بھی کافی نہیں۔ اور ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ میں تقدیم ظرف سے جو کہ صبر پایا جاتا ہے کہ اسی زمین ہی میں زندہ رہو گے اور اسی زمین میں تم مردے سووہ صبر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے۔ واما الاختصاص المستفاد من اللام فی "قوله تعالى ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾"۔ فہو اثر للمجعل التكويني الذي له المَجْعُول اليه عارض غير لازم وفي هذه الصورة يتصور الانفكاك بين المَجْعُول والمَجْعُول اليه كما في قوله تعالى ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ اذا كان زيد يحصل وجه المعاش في الليل وينام في النهار. دليل عارضی ہونے مَجْعُول اليه یعنی "حياة في الارض" کے قصہ اترنے ابلیس کا اور بعد ازاں پھر چڑھ جانا اس کا بدلیل ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾ اور ﴿فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ﴾ ہے جب کہ ابلیس ملعون نے بعد امر نزول کے پھر آسمان پر جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا۔ تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ پیدائشی و فطرتی نفخ روح القدس کا ہو یعنی جو آدمی کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی

انک مارنے سے پیدا ہوا ہو جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا آسمان پر جانا کیسے نادرست ہے۔ پس اس آیت سے بھی موت ثابت نہ ہوئی۔
قوله: والی غیر ذالک من الايات۔
الجواب: وہ آیات مثلاً جی کے شکم ہی میں پوشیدہ رہ گئیں۔ اگر ذکر کرتا۔ تو ان کا جواب بھی ان میں نہیں دیا جاتا اور بار ہا علماء اہل اسلام نے ایسے جواب دیئے ہیں کہ اب تک تین سو ۳۱۴ مرزائیوں سے اس کا غلط جواب بھی نہ ہو سکا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی کتابیں لکھی ہیں وہ اس کو خوب جانتا ہے۔

قوله: اور احادیث میں بھی حیات عیسوی کا ذکر نہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وفات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

الجواب: "لعنة الله على الكاذبين الدجالين" عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی احادیث و اثر المعنی ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے جمیع علمائے امت و ائمہ ملت نے تسلیم کیا ہوا ہے روز قیامت سے زیادہ واضح ہے۔ مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اور جو شقی ازلی اور قرآن و حدیث کے دشمن اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو بااف و گزاف شیطانی فوق جانتے ہیں وہ کھمچے ہو گئے ہیں۔ نعم

گرنہ ہند بروز شہرہ چشم چشم آفتاب را چہ گناہ
وہاں "تبیح" کو دیکھو کہ جہالت کا پردہ اٹھ جائے اور کچھ قدر تمہاری تردید کے ضمن میں اس کتاب میں بھی مذکور ہے۔

قوله: چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے تین حدیث کے کٹڑے ہم نقل کرتے ہیں۔
قال ﷺ فاقول كما قال العبد الصالح ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا ذُمْتُ

فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۖ يه حدیث تمام صحیح بخاری میں ہے۔

۲..... قال ﷺ فاحبرني ان عيسى بن مريم عاش عشرين ومائة سنة. حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہ متدرک حاکم و طبرانی میں موجود ہے۔

۳..... قال ﷺ كان موسى وعيسى حيين لما وسعهما الا اتباعي. یہ حدیث بایں لفظ بہت کتابوں میں موجود ہے مثل تفسیر ابن کثیر و فتوحات مکیہ و البیواقیت الجواہر وغیرہ وغیرہ۔

اقول: بے علمی بھی بری بلا ہے۔ ملاجی فقط عبارت کتابوں کی سوائے فہم مطلب کے لکھ رہا ہے اور وہی عبارت اس کے منہ پر الٹی ماری جاتی ہے۔ ملاجی نے تین ٹکڑے تین حدیث کے بیان کئے ہیں۔ پس یہ بھی بالترتیب یکے بعد دیگرے جواب دیتا ہوں اور انہی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کرتا ہوں۔ ناظرین کو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمایا جائے:

اول: ٹکڑے کا جواب مفصل ”تب غلام گیلانی برگردن قادیانی“ میں ہے۔ یہاں بقدر کفایت بیان کرتا ہوں۔ اول قادیانی کا مطلب بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے اس اول ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل رسول ﷺ کے فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جب روز قیامت کے پروردگار مجھ سے میری امت کے اعمال کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں جواب میں وہ بات عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہی ہے۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم نے کہا تھا کہ نصاریٰ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا مانیں تو

ان کے لئے کہہ دیا کہ ”وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ مِنْهُمْ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ“ (اور تھا میں ان پر حاضر اور ان کا نگہبان جب تک کہ میں ان کے پاس تھا اور جب کہ وفات دی تو نے مجھ کو تو وہی تھا نگہبان ان پر) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہوں گا اپنی امت کے ناجائز افعال کی نسبت جو انہوں نے میرے لئے کئے ہوں گے۔ مرزا اس طور پر ترجمہ کرتا ہے، اس وجہ سے کہ ”فأقول كما قال بعض الصالحين“ میں لفظ ”قال“ صیغہ ماضی کا ہے۔ رسول اللہ سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اللہ روز قیامت کا نہیں بلکہ دنیا ہی کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد اس کی روح اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کی ہے۔ پس ”قال“ کی ماضویت بہ نسبت زمانہ حضرت عیسیٰ کے لیتا ہے اور ”توفیتی“ کا معنی موت کا (مارا ہے تو نے مجھ کو) لیتا ہے۔

اقول جواب: اس بنا پر کہ قال بمعنی يقول ہے۔ اور توفیتی کا معنی موت حقیقی کی نقد پر ہے۔ یہ واقعہ بروز حشر ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ ”کہے گا عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر یا اللہ جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا تو ان کے اقوال و افعال پر حاضر اور نگہبان رہا اور جب کہ تو نے ان کی وفات دی بعد اتر آنے کے آسمان سے تو اس وقت تو خود ہی ان پر نگہبان تھا۔“ پس جب کہ تحقق موت کا مسیح ابن مریم کے لئے بعد النزول ہوگا تو ”توفیتی“ کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے خود ہی ہو جائے گی۔ اور چونکہ بروز حشر جواب و سوال یقینی ہے لہذا ”بقول“ کی جگہ جو کہ صیغہ مضارع کا ہے ”قال“ صیغہ ماضی لایا گیا تاکہ تحقق واقعہ پر دلالت کرے اور ماضی بمعنی مستقبل قرآن شریف میں بقریۃ سیاق و سباق بہت جگہ آیا ہے لہذا ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ تفسیر خازن میں ابن عباس سے روایت ہے: یکور الشمس والقمر يوم القيامة ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ قال الكلبي

وعطاء تمطر السماء يومئذ فلا يبقى نجم الا وقع اور ایسے ہی اس کے بعد کلام
اس سورہ مبارک کے اگرچہ بصورت ماضی ہیں مگر معنی ان کا مضارع کا ہے۔ دیکھو ﴿اَذُنُهُمُ﴾
﴿الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ میں ماضی ”تبعوا“ بمعنی مضارع مستقبل ہے کیونکہ یہ براءت حشر کے دن
ہوگی۔ اور حدیث شریف میں بہت جگہ ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے۔

صحیح بخاری شریف ص ۳۱۶ میں کتاب المساقات سے دو تین حدیثیں قبل ایک
حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس میں ”استاذن“ ماضی صیغہ ماضی مضارع ”یستاذن“
لایا گیا ہے۔ بقرینہ فیقول اللہ تعالیٰ کے پوری حدیث یہ ہے۔ عن ابی ہریرۃ ان
النبی ﷺ کان یوما یحدث وعنده رجل من اهل البادية ان رجلا من اهل
الجنة استاذن ربه فی الزرع فقال له الست (الخ) اور خود عیسیٰ علیہ السلام کے
نزول کی حدیث موجود ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پکھل جائے گا جیسا کہ
قلبی پکھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں صیغہ ماضی کا فرمایا گیا ہے مراد اس سے مستقبل ہے۔
وہ عبارت یہ ہے: ذاب کما یدوب الرصاص۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مسیح الغیار فی سبیل اللہ میں پہلی حدیث میں جو یہ
عبارت ہے: ویح عمار تقتله الفئة الباغية عمار یدعوہم الی اللہ ویدعوہ
الی النار۔ اس پر علامہ عثمی ص ۵۵۹، جلد ۶ میں فرماتے ہیں: العرب تخبر بالفعل
المستقبل عن الماضي اذا عرف المعنى کما تخبر بالماضي عن المستقبل
..... (الخ) باب الجہاد باب جواز الوفد میں ہے: فقالوا اھجر رسول اللہ ﷺ میں
ماضی یعنی مستقبل ہے۔ اُی یھجر من الدنيا واطلق لفظ الماضي لما رأو فيه من
علامات الهجرة عن دار الفناء (الخ) حاشیہ بخاری۔

اللہ شریف میں پورا کلام اس مقام کا یہ ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
قُلْ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالِ سُبْحَانَكَ
لَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمَ مَا فِي
نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا
أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مِمَّا دُمْتُ فِيهِمْ
فَمَا تَوْفِيقِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ
عَذَّبْنَاهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ
هَذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فَها ابداء رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

مگر مازن میں ہے قوله عز وجل۔ ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ أَنْتَ
قُلْ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ وقال سائر المفسرين
انما يقول الله له هذا القول يوم القيامة بدليل قوله ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ
الرُّسُلَ﴾ ﴿وَذَٰلِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ یہاں جب کہ ”قال“ کو بمعنی مستقبل لیا تو یہ
ماضی وارد ہوتا تھا کہ ”اِذْ قَالَ اللَّهُ“ میں ”اِذ“ کی اقتضا تو یہ ہے کہ مدخل اس کا ماضی
ہے تو جواب دیا کہ ”اِذ“ بمعنی ”اِذَا“ ہے۔ جواب کی عبارت یہ ہے: واجيب عن
سرف اِذ بانها قد تجيء بمعنى اِذَا كقوله ﴿وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ فَرَعُوْا﴾ یعنی اِذَا
فرعوا۔ وقال الراجز سرف

لما جزاك الله عني اِذ جزى جنات عدن في السموات العلى
اور مدارک وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ ﴿قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ

الصَّادِقِينَ ﴿۱﴾ کے متعلق ہے خازن میں کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ دن قیامت کا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ روز قیامت کے قبر سے اٹھیں گے تو کہیں گے۔ یہ جو کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے قصہ کیا ہے۔ ﴿الَا مَا أَصْرُ نَبِيِّهِ..... الخ﴾ (الایہ)

تفسیر جلالین میں بھی ”قال“ کو بمعنی ”يقول“ لیا ہے: واذكرو ﴿۱﴾ اِذْ قَالَ ﴿۱﴾ اِی يَقُول ﴿۱﴾ اللّٰهُ یُعِیْسٰی ﴿۱﴾ فِی یَوْمِ الْقِیَامَةِ تَوْبِیْخًا لِّقَوْمِهِ۔ کمالین میں ہے الماضی بمعنی المضارع علی طریق قولہ تعالیٰ ﴿وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ نَادٰی﴾ بمعنی ینادی ہے۔ اور امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت کریمہ ﴿۱﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یُعِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ..... الخ میں قال بمعنی ”يقول“ ہے۔ جیسا کہ فاقول کہ قال العبد الصالح میں ”قال بمعنی يقول“ ہے۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي﴾ سے مراد موت ہے۔ مگر وہ موت جو بعد النزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوگی۔

امام بخاری کتاب التفسیر باب میں قولہ ﴿فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحْیْرَةٍ..... الخ﴾ کے اِذْ قَالَ اللّٰهُ میں قال کو بمعنی يقول کہتے ہیں۔ مگر وہ اِذْ کو صلہ یعنی زائد شہرہاتے ہیں۔ مگر صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول) کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي﴾ خبر دیتا ہے کہ عیسیٰ مر چکے ہیں بلکہ ”وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ“ میں قال بمعنی يقول کے ہے۔ اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ ”فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي“ کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہ رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ کہا قیامت کے دن۔ اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسے دن ہوں گی جس میں

میں کو سچائی نفع دے گی۔ ﴿هٰذَا یَوْمٌ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ﴾ حاصل یہ ہوا کہ انصرت فرماتے ہیں کہ پروردگار جب روز قیامت کے مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمد ﷺ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب یعنی امت کے لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے بعد میرے تو میں اس کے جواب میں بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام کا قول عرض کروں گا کہ ﴿وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ لَعْنَتُهُمْ﴾ اور میں ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے سچ تھا پھر جبکہ مار دیا تو نے مجھ کو تو تو ان پر نگہبان رہا۔

اس حدیث میں کما قال العبد الصالح میں ”قال“ بمعنی ”يقول“ ہے اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي﴾ سے معنی موت کا ہوا مگر وہ موت جو بعد النزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگی۔ جس کے سارے اہل اسلام صحابہ کرام سے لے کر آج تک قائل ہیں۔ پس امام بخاری بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول مسیح بن مریم کا ہی قائل ہے نہ اس کے کسی مثیل۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی ”تاریخ کبیر“ میں بھی فرمایا ہے جس کو علامہ سیوطی نے تفسیر ”درمنثور“ میں ذکر کیا ہے: واخراج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیكون قبرہ رابعاً..... الخ

اب ذرا بخاری کے منشی امام بدر الدین عینی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ باب ﴿وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا..... الخ﴾ ﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یُعِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ كُنْتَ لِلنَّاسِ خٰیۡدًا﴾ لما یخاطب اللّٰہ بہ عبده ورسوله عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مما عملا له یوم القیامة من اتخذه وامه الھین من دون اللّٰہ

تہدیداً للنصارى وتوبيخاً وتقريعاً على رؤس الاشهاد. هكذا قال قتاده وغيره..... الخ امام بخاری کے اس قول ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ﴾ يقول (قال الله واذ ههنا صلة) پر مبنی فرماتے ہیں۔ اشارہ الی قوله تعالى ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ وان لفظ "قال" الذى هو ماضى بمعنى "يقول" المضارع لان الله تعالى انما يقول هذا القول يوم القيمة وان كلمة اذ صلة اى زائدة وقال الكرماني لان اذ للماضى وههنا المراد به المستقبل قلت اختلف المفسرون هنا. فقال قتادة هذا خطاب الله تعالى لعبده ورسوله عيسى ابن مريم عنهما السلام يوم القيمة توبيخاً وتقريعاً للنصارى..... الخ اختلاف فقط اس میں ہے کہ آیا یہ جواب وسوال قیامت کو ہوگا یا وقت آسمان پر جانے کے ہو چکا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ اس سے ثبوت موت فی الحال نہیں اور نہ کسی کو منہر ہے بلکہ اختلاف کی دوسری ثن سے ترفع بجسده على السماء ثابت ہوتا ہے۔ اور "علامہ سندى" اس پر فرماتے ہیں۔ کہ "قال" بمعنی "يقول" ہے۔ اور "اذ" عبارت میں زائد ہے۔ قوله ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ﴾ يقول (قال الله واذ ههنا صلة) اعلم ان قوله يقول تفسير لبيان ان الماضى بمعنى المضارع وقوله "قال" الله لبيان ان "اذ" زائدة ثم صرح بذلك بقوله و"اذ" ههنا صلة كافة قال. قال فى اذ "قال الله" بمعنی "يقول" واصله قال الله و"اذ" زائدة والله تعالى اعلم. انتهى اور امام بخاری نے جو کہ اسی جگہ میں "مَتَوَقِّعُكَ" کا معنی ابن عباس سے "میتیک" لکھا ہے تو اس میں وعدہ موت ہوا، بالفعل موت ثابت نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے کہ "اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں نہ یہود"۔ اور اظہار اس امر کا

ہے کہ "عیسیٰ نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا"۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت موت میں مارے گا اور جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سمجھ جائیں کہ مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت ﷺ کے اثر موت سے متاثر ہوں گے۔ امام بخاری کا صاف یہی مذہب ہے کہ یہ سوال وجواب حشر کے دن ہوگا۔ "کما يدل عليه قوله تعالى ﴿هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ﴾ الخ..... الخ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث (اقول كما قال العبد الصالح) میں "قال" بمعنی "يقول" ہے۔ اگر امام بخاری کا یہ مذہب نہ ہوتا تو "قال" کو بمعنی "يقول" اور "اذ" کو زائد کہنے اور ﴿هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ﴾ کے لانے کی کیا وجہ تھی اور موت کو زمانہ ماضی میں کیوں نہ ثابت کرتے۔ خود امام بخاری کا باب "نزل عیسیٰ" کا باندھنا اور اس کے آنے کو قیامت کی نشانیوں سے ٹھہرانا اور اس زمانے میں ایک سجدہ کا دنیا اور دنیا کے اسباب سے اچھا ہونا۔ اور ان کا رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہونا۔ اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا اور اہل کتاب سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرنا یہ صاف کہہ رہا ہے کہ امام بخاری کا مذہب موافق مذہب کل امت مرحومہ کے ہے۔

بڑا حقیق اور اندھا اور گمراہ ہے جو امام بخاری کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور ان کا مثیل آیا۔ ان احادیث و آیات و تفاسیر میں تو عیسیٰ بن مریم ہی کے دوبارہ زمین پر زندہ ہونے کی خوشخبری ہے۔ مرزائی لوگ کسی ایک ضعیف حدیث ہی سے ثابت کر دیں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے مراد اس کا مثل ہے۔ خالی زبانی باتیں کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام دے دے۔ افسوس! کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں مگر موقوف ہونا جزیہ کا یا بہتر ہونا ایک سجدہ کا تمام دنیا سے وغیرہ وغیرہ اب تک کوئی نشان ثابت نہ کر سکے۔

زیادہ تحقیق اس مقام کی جناب فضیلت مآب فاضل گولڑوی کی تصنیفات میں موجود ہے، اس میں دیکھو۔

جواب دوم: اس بنا پر کہ آیت ﴿اذْقَالَ اللَّهُ...﴾ میں ”اذ“ ”زائد نہیں اور“ قال“ ماضی بھی اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے قبل درمیان باری تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ جواب و سوال ہو چکا ہے۔ مگر ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ”رفعتنی“ ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”کہ جب مجھ سے پروردگار میری امت کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں وہ عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام نے بروقت زندہ اٹھ جانے کے آسمان پر عرض کی تھی۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”یا اللہ میں اپنی امت پر نگران تھا جب تک کہ ان میں موجود تھا اور جب کہ اٹھا لیا تو نے مجھ کو یا اللہ آسمان پر تو تو خود ہی ان کا نگران تھا۔“

قرآن شریف میں اکثر جگہ ”توفی“ کا معنی موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ”رفعتنی“ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ”جب کہ اٹھا لیا تو نے مجھ کو“۔ یہ معنی بہت کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں صاف رفع جسمی مسیح بن مریم کے لئے ثابت ہوتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ عبداللہ بن عباس ہی کی روایت نقل کر دوں تاکہ مثلاً جی کو گریز کا راستہ نہ ملے۔ کیونکہ ”ہدایۃ المہتدی“ کے اخیر میں کسی ہندوستانی شاعر کی نظم جو مثلاً جی نے لکھی ہے، اس میں خود ابن عباس سے سند لی ہے۔

وہ شعر یہ ہے۔

فرزند عم مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا دیکھے جسے ہوشک ذرا کیا ہے بخاری میں رقم اس فرزند عم مصطفیٰ سے عبداللہ بن عباس مراد ہیں۔ اور مثلاً جی کے قادیانی نبی نے

یا ہوا بجا عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے اور ان کو افتخار الناس لکھا ہے وہی عبداللہ بن عباس انہوں نے اگرچہ بخاری میں مُتَوَفَّيک کا معنی ممیتک میں ”تیرا مارنے والا ہوں“ لیا ہے۔ جس سے فقط وعدہ موت ثابت ہوتا ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی فلما رفعتنی لیتے ہیں۔ موت کا معنی نہیں لیتے اب امید ہے کہ مرزائی لوگ ابن عباس کا معنی تو مان ہی س گے۔ اپنے نبی کا اتباع کر کے دیکھو تفسیر درمنثور میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے متعلق ”رفعتنی“ کا معنی مروی ہے: اخرج ابو الشيخ عن ابن عباس ﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَلَا تُهِنُّمْ سَادَةً﴾ یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقاتلتهم ﴿وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ ای من ترکمت منهم ومدفی عمرہ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام حتی اہبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقاتلتهم ووجدوک واقروا انا عید وان تغفرلهم حیث رجعوا عن مقاتلتهم ﴿فَإِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِیزُ الْحَكِیمُ﴾ (درمنثور)

خیال کیجئے! ابن عباس کے قول ”ومد فی عمرہ“ کو جس سے واضح طور پر درازی عمر عیسیٰ بن مریم کی اور اتنا اس کا آسمان سے زمین پر ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر خازن، جلد اول، ص ۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت۔ ۸۲ نمبر کی حدیث میں یہ عبارت موجود ہے۔ اور ایسا ہی ”تفسیر عباسی“ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی ”فلما رفعتنی“ مذکور ہے۔ اور ”بخاری کی یمنی“ میں یہ معنی بھی نقل کیا ہے: وقال السدی هذا الخطاب والجواب فی الدنیا وقال ابن جریر هذا هو الصواب وکان ذالک حین رفعه الی السماء الدنیا..... الخ۔

”تفسیر خازن“ ص ۵۰۷ میں متعلق قول باری تعالیٰ: ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ﴾ کے ہے: مختلف المفسرون فی وقت هذا القول فقال السدی ﴿قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى﴾ هذا القول حين رفعه الى السماء بدليل ان حرف ”اذ“ يكون للماضي۔ اور ص ۵۰۹ میں ہے: وهذا القول موافق لمذهب السدی حيث يقول ان هذا المخاطبة جرت مع عيسى عليه السلام حين يرفع الى السماء مگر سدی کا قول جمہور کے مخالف ہے۔ جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ جواب و سوال بروز قیامت ہوگا۔ اسی عبارت کے بعد مذکور ہے: وقال سائر المفسرين انما يقول الله له هذا القول يوم القيامة أما على قول جمهور المفسرين أن هذا السؤال انما يقع يوم القيامة.

”عانی کلڑے“ حدیث کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طور پر روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے..... الخ۔ پس پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھائے گئے۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر و تواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فساد مضمون کا منجملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث موضوع ہے۔ دیکھو اصول حدیث کو۔ اور ”حاکم کا مذہب“ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں زندہ آسمان پر چلے جانے کا قائل ہے۔ جیسا

”درمنثور“ جلد ثانی، ص ۳۶ میں ہے: واخرج ابن سعد واحمد في الزهد والحاكم عن سعيد بن المسيب قال رفع عيسى ابن ثلث وثلثين سنة..... (انہی) پھر بی بی عائشہ صدیقہ کی طرف جو موضوع حدیث ہے، لانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر یہ حاکم کا تساہل ہے اور حاکم تساہل میں مشہور ہے۔ ”فتح المغیث شرح الحدیث“ میں ہے: وكالمستدرک على تساهل منه فيه بادخاله فيه عدة موضوعات حمله على تصحيحها أما التعصب لما رمى به من التشيع وأما غيره فضلاً عن الضعيف وغيره بل يقال أن السبب في ذلك أنه صنفه في آخر عمره وقد حصلت له غفلة وتغيراً وأنه لم تيسر له تحريره وتنقيحه وبدل له ان تساهله في قدر الخمس الاول منه قليل جداً بالنسبة لياقيه. نعم هو معروف عند اهل العلم بالتساهل في التصحيح والمشاهدة تدل عليه..... الخ اور طبرانی میں تو خود یہ موجود ہے کہ بہشت میں لوگ داخل ہوں گے۔ تینتیس (۳۳) برس کی عمر پر جو کہ میلا وہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی۔ قبل ”رفع“ کے۔ دیکھو ”بدور السافرة“ ص ۲۷ پر کہ طبرانی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔

”تفسیر درمنثور“ میں ہے: اخرج البخاري في تاريخه والطبراني عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم مع رسول الله ﷺ فيكون قبره ابعاد حاکم اور طبرانی دونوں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان رہے ہیں۔ اگر مقلد جی حیا ہو تو مان لو۔ اور امام مہدی کے آنے کا بھی امام طبرانی قائل ہے اس نے اس کے اثبات میں حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں کہا ہے: رواه جماعة عن ابی بکر الصديق حضرت علی سے روایت ہے کہ ”یا رسول اللہ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا کسی غیر سے؟“

فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کر دے گا۔ رواہ الطبرانی، رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ اور طبرانی نے اور علامات امام مہدی کی بھی بیان کی ہیں۔ (دیکھو رسالہ صفحہ ۷۰۷ کو)

تیسرے تکررے کا جواب: ”اول جواب“ یہ کہ یہ حدیث بعض ناقدین حدیث کے نزدیک غیر ثابت ہے۔ کما فی اصول الحدیث۔

”دوسرا جواب“ یہ کہ بر تقدیر ثبوت کے مقید بقید فی الارض ہے یعنی حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے: لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین فی الارض لما وسعہما الا اتباعی یعنی ”اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے زمین پر تو ان کو جائز نہ ہوتا مگر میری اتباع“۔ مگر چونکہ وہ دونوں زندہ فی الارض نہیں ہیں لہذا اتباع فی الارض اس وقت منقہی ہے یعنی دونوں زندہ ہیں مگر زندہ زمین پر نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگرچہ بظاہر فوت ہو گئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی عند اللہ زندہ ہیں۔ جیسا کہ اور اولیاء کما ورد ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء۔ اور ان دونوں پیغمبروں کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ دونوں نبی آخر کے اولوالعزم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں مگر زندہ فی الارض نہیں بلکہ آسمان پر زندہ ہیں۔ جو لوگ حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ ”فی الارض“ کی قید ضرور لگاتے ہیں۔ اگر برہمن بڑیہ کاملاً جی نہ مانے تو اس کے قادیانی مذہب کے جید عالم ثقہ ملقب بہ فاضل سید محمد احسن امروہی کی کتاب سے ثابت کر دوں۔ اور سبحان اللہ غرائب زمانہ سے ہے کہ مرزائیوں کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے جمہور اہل اسلام کی بات مانی جاتی ہے۔ اس سید محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب ”شمس باز نہ“ کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے: ”دوبارہ اثبات موت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہی آیت قرینہ ہے

لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین..... (الخ) جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم حدیث سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔

ظہور: چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی ہے جیسا کہ کچھ گزرا ہے اب بھی بیان ہوگا۔ لہذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں، حیات مسیح پر مضرب نہیں۔ کیونکہ جب کہ صاحب فتوحات نے حدیث مذکور میں لفظ ”حیین“ کو مستند بحیۃ فی الارض “ٹھہرایا تو بمقتضی کلمہ ”لو“ کے، اتباع موسیٰ وعیسیٰ کا شرع امر ہی کے لئے منقہی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ وعیسیٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکور سے صحت یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر وقت بولنے آنحضرت ﷺ کے اس حدیث کو زندہ زمین پر موجود تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔ ”تفسیر ابن کثیر“ میں اس حدیث کا یہی معنی لیا ہے جو بیان ہوا۔ کیونکہ اس تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان پر جانا اسی خاکِ بدن کے ساتھ واضح ثابت کیا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲۹ کو اور ۳۰ کے بعد کی عبارت کو۔

اور شیخ اکبر نے ”فتوحات“ کے ۳۶ باب میں ابن عمر کی حدیث مرفوعہ جس میں علیہ الصاری کا ذکر ہے حیات مسیح کو صاف ثابت کیا ہے اور بڑی قوت سے کہ جس سے چار اور اصحابی کا اجماع حیات مسیح پر ثابت ہوا ہے اور اس حدیث سے اول ۳ سطر پر فرمایا کہ ”میں موجود زمانے میں ایک جماعت زندہ ہے عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے میں زماننا الیوم جماعة احياء من اصحاب عیسیٰ والیاس..... الخ اور فتوحات کے باب ۳۶ میں حدیث معراج میں لکھتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آسمان میں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن اصلی کے ساتھ وہاں تھے۔ کیونکہ وہ اب تک مرے نہیں بلکہ اٹھالیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی طرف اور اس میں اس کو ٹھہرایا ہے۔

اور اس آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حاکم بنایا ہے اور وہ ہمارا اول مرشد ہے کہ جس کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور اس کو ہمارے حال پر بڑی عنایت ہے۔ ہم سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتا۔” عبارت یہ ہے: فلما دخل اذا بعيسى النبي ﷺ بجسده عینه فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذا السماء واسکنہ بها وحکمہ فیہا وهو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیه ولہ بنا عناية عظيمة لا یغفل عنا ساعة واحدة۔

اسی فتوحات کے باب ۵۷۵ میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی کرامت میں سے ہے یہ بات ہے کہ پروردگار نے ان کی امت سے رسول کے پھر خاص کیا رسولوں سے اس کو جس کی نسبت انسان سے بعید تھی۔ پس نصف اس کا ہوا انسان اور دوسرا نصف اس کا ہوا روح پاک فرشتہ کیونکہ جبریل ﷺ نے ہب کیا اس کو یعنی عیسیٰ ﷺ کو بی بی مریم کے لئے بشر کر کے اور اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف پھر اس کو اتارے گا درحالیکہ وہ پروردگار کو ولی ہوگا، خاتم الاولیاء ہوگا، آخر زمانہ میں حکم کرے گا۔ محمد ﷺ کی امت میں ان کے شرع کے ساتھ عبارت یہ ہے: اعلم وفقنا اللہ وایاک ان من کرامة محمد ﷺ علی ربہ ان جعل من امتہ رسلاً ثم انه اختص من الرسل من بعد نسبة من البشر فكان نصفه بشر اونصفه الآخر روحاً مطہروا ملکاً لان جبرئیل ﷺ وحبہ مریم علیہا السلام بشرا سويا رفعہ اللہ الیہ ثم ينزلہ ولما خاتم الاولیاء فی آخر الزمان یحکم بشرع محمد ﷺ فی امتہ..... الخ۔

فتوحات کے ص ۷۳ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے بعد رسول اللہ ﷺ کے تین رسولوں کو ان کے جسموں کے ساتھ اس دار دنیا میں اور باقی رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس اور حضرت خواجه خضر علیہما السلام کو اور یہ دونوں پیغمبروں میں سے ہیں۔ اور نزول

اس مسئلہ کا اجماعی ہونا ثابت فرمایا۔ اسی باب ۷۳ میں ہے کہ عیسیٰ ﷺ کے آنے میں کوئی خلاف ہی نہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے: وانہ لا یصلہ اللہ ینزل فی آخر الزمان..... (الخ) اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں ہے: ان اللہ اب تک نہیں مرے بلکہ ان کو اٹھالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کی طرف: لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذا السماء۔ اسی شیخ اکبر نے کرامت میں اور بھی کئی جگہ تصریح کر دی ہے کہ عیسیٰ ﷺ اب تک آسمانوں میں زندہ ہے کہ الیاس اور خضر علیہ السلام۔ برہمن بڑیہ کے مثلاً جی نے فتوحات کو شاید کہ دیکھا نہیں ہے۔ فقہ کسی مرزا کی غلط نویس، دھوکہ باز، ابلہ فریب کے کسی رسالہ کی بے سرو پا عبارت کو لے کر فتوحات کا نام لے لیا۔ مثلاً جی نے جانا کہ فتوحات نایاب ہیں، کسی کے پاس نہ ملے گی، حوالہ دیکر جابلوں میں نام کر لوں گا۔ اور تفسیر ابن کثیر کی عبارت مفصل قبل اس کے کہ رچکی ہے کہ وہ عیسیٰ ﷺ کے آسمان پر جانے کے اس جسم غصری کے ساتھ مقرر ہیں۔ اور اسی کے مثبت اور مدعی ہیں۔ پس مرزائیوں کی بات کذب ثابت ہوئی۔ فللعنة علی الکاذبین۔

اور ”الیواقیت والجواہر“ کی عبارت اگر مثلاً جی لکھتے تو اس کا جواب بھی اسی طور پر انداز شکن دیا جاتا۔ یہ حوالہ بھی مثلاً جی کا بفضلہ تعالیٰ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اور قولہ: وغیرہ وغیرہ اقوال اگر مثلاً جی کتاب کا نام بجائے وغیرہ وغیرہ کے لکھتا تو ہم ان کو کو دیکھ کر اس کا رد دیتے۔ مگر یہ مثلاً جی کی محض مکاری اور ابلہ فریبی ہے۔ بعضے بے علم ایسے ہی کاذب حوالہ دے دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کی بے علمی کا ایک قسم کا پردہ ہوا کرتا ہے۔

نعر

نہیں کھلتا ہے کوئی بھید تیری اس وغیرہ کا یہی پردہ ہے بے علمی کا نواچنوا خیر کا
قولہ: اور مدت دراز سے مخالف مولویوں کو اشتہار دیا گیا ہے کہ اگر کسی قسم کا بھی اگرچہ
 موضوع ہو ایک حدیث یہ لوگ کسی کتاب حدیث سے نکال کر دکھاسکیں، جس میں صریح
 مذکور ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بحکم غرضی (یعنی خاکی) آسمان میں چلے گئے تھے اور اب تک
 وہ زندہ ہیں اور پھر وہ کسی وقت اس دنیا میں رجوع کریں گے تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام
 دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی سے نہ ہوسکا کہ اس انعام کو حاصل کرنے کی جرات کر سکے، پہ
 جائے کہ حاصل کر لے۔ (ہدایہ الہدی ص ۷)

اقول: کیسا صاف جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کا ذبوں دروغلگوں پر بلکہ مدت
 دراز سے مرزا کے دعویٰ باطل کی ابتدا ہی سے صد ہا کتابیں، صد ہا رسالہ جات مرزا کی تردید
 میں چھپ چکے اور بکثرت صحیح احادیث اس امر کی دکھائی گئیں۔ مگر منکروں نے اپنے آپ کو
 صاف اندھا کر لیا۔ انبیاء علیہم السلام سے منکر لوگ معجزات دیکھا کرتے تھے اور پھر انکار کر جایا
 کرتے تھے۔ ملک پنجاب و ہند و سندھ و خراسان وغیرہ ملکوں میں تو روز روشن سے زیادہ
 روشن ہے کہ قادیانی صحیح احادیث اور کتب احادیث کو نہیں مانتا اور بارہا بحث معین کر کے فرار
 کر گیا۔ مگر ملا عبد الواحد برہمن بڑیہ کا جانتا ہے کہ بنگالہ میں قادیانی کی کفر اور فرار اور بے علمی
 کے بارے میں شہرت نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے ایسا بک
 دیا۔ اب اگر اس کا ایمان رواجی ہے اور اپنی بات کی کچھ قدر غیرت بھی ہے۔ تو میں اس طفل
 مکتب کو چند احادیث اس امر کی بتاتا ہوں، جن سے اس کی جہالت کا پردہ کھل جائے۔

اب دل کے کانوں کا پردہ کھول کر مثلاً جی سنو اور بیس ہزار روپیہ کی فکر کرو، ورنہ
 منافقانہ کلام سے توبہ کرو۔ تفسیر ابن کثیر کی عربی عبارت کا مطلب بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا
 اراد کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان کے چتر سے باہر نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ
 کے ہمارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، بارہ حواریوں کے پاس آئے اور فرمایا کہ
 ہمارے تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا
 ان شخص سے تم میں سے جس پر میری شاہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور
 میرے ساتھ میرے درجہ میں بہشت کے اندر رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے
 ہو کر عرض کی کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ بیٹھ
 اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شاہت
 ڈالی گئی۔ یعنی بعینہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باذن پروردگار۔ اور
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے بعد ازاں یہود کے
 ہاتھوں نے اس کو پکڑا اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جان کر سولی پر قتل کر دیا۔ الخ
 اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف۔ قال ان ابی حاتم حدثنا احمد
 بن حنبل حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنہال بن عمرو عن سعید بن
 مسروق عن ابن عباس قال لما اراد اللہ تعالیٰ ان یرفع عیسیٰ الی السماء
 صرح علی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین یعنی فیخرج
 منهم من عین فی البیت وراسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی الئی
 عشر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقى علیہ شہی فیقتل مکانی
 الخ
 ان لوگوں کے معنی مددگار ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ کون لوگ تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ مجمل پڑنے والے لوگ
 تھے۔ بعض نے کہا کہ مگر یہ یعنی دعویٰ لوگ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ میر لوگ تھے۔ الخ (کتاب السموات)

ویکون معنی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعد
عليهم فقام ذالک الشاب فقال انا فقال هوانت ذاک فالقنی علیه
عینی ورفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب
الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفروه بعضهم اثني عشر مرة
ان امن به واترفوا ثلث فرق فقالت فرقة كان الله فينا ماشاء ثم صعد
السماء وهؤلاء البعقوبية وقالت فرقة كان فينا ابن الله ماشاء ثم رفعه
اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقة كان فينا عبد الله ورسوله ماشاء
ثم رفعه الله اليه وهؤلاء المسلمون فتظاهرت الكافرتان على المسلم
فقتلوه فلم يزل الاسلام طامسا حتى بعث الله محمد ﷺ تفسیر ابن کثیر
روایت کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی نے بھی ابی کریب سے اور انہوں نے ابی معاویہ
مثل طریق مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا ہے بہت علمائے متقدمین نے۔

۲..... اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردودہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت امام
رحمہ اللہ سے کہ یہودیوں نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے
تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ
آسمان پر اٹھالیا۔ (درمنثور)

۳..... حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے تابعی حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور
قتل کیا گیا۔ (درمنثور)

۴..... روایت کیا ہے ابن جریر نے سہی تابعی سے جو شاگرد ہے ابن عباس رحمہ اللہ کا

فرمایا سہی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان
میں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت ایک شخص پر ڈالی گئی۔ یہود نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور
عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ یہ مضمون ہے پروردگار کے اس قول پاک کا: ﴿وَمَكُرُوا
مَكْرَ اللَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے
کا عیلہ اور مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مکر کی سزا دی اور اللہ تعالیٰ عمدہ سزا دینے والوں
سے ہے۔

۱..... واخرج ابن جریر عن ابن مالک ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ
بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذالک عند نزول عیسی ابن مریم ولا یبقی احد من اهل
الكتاب الا آمن به. نزول سے مراد نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ اس کے غیر
میں آسمانوں پر جانا جا بجا مذکور ہے اور قرینہ دوسرے معنی کے ہونے کا موجود ہے۔ جس کو
اس جگہ معنی غیر نزول سے دھوکہ لگا ہے اور جو نزول من السماء مراد نہیں لیتا وہ پورا
بطل ہے۔

۲..... اور اخرج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن
علی بن ابی طالب سے آیت مذکور کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوڑ پر
ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ
اور کلمۃ اللہ ہے وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے
تو امت سے آگے پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل
موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

۳..... اور ان ہی محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے پوری مفصل روایت ہے جس

کے آخر میں یہ بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ایک شخص عیسیٰ بن ماریہ تھا۔
صورت پر بدل گیا اور ایک درہم چھت سے آسمان کی طرف ظاہر ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام
اونگھ آئی یعنی مقدمہ نوم جو کہ پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بند ہی ہو کر بدن میں سر
آجایا کرتی ہے پس اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام بطرف آسمان کے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ
کے قول کے ﴿يَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قُمْ فَاَنْتَ رَافِعُكَ اِلَيْنَا﴾ ”اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند اور
اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔“ وفات کا معنی وہ بھی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا
ہوں۔ یعنی موت دینے والا ہوں۔ اور یہ معنی بھی درست ہیں کہ میں تجھ کو اس وقت لاؤں
دینے والا ہوں۔

۸..... ابن جریر نے جو حدیث امام حسن سے روایت کی ہے بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ
یعقوب کے اس میں یہ جملہ بھی ہے: واللہ انہ لحي الان عند اللہ ولكن اذا نزل
امنوا به اجمعون۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں
باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔

۹..... اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اور وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جریر بن
بشیر سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حسی اور زندہ رہنے سے زندہ رہنا روحانی مراد نہیں
کیونکہ وہ تو ہر نبی اور صحابی اور ہر مومن کے لئے ثابت ہے۔ اس پر قسم کھانے کی کیا ضرورت
ہے اور نہ وہ جائے تعجب ہے بلکہ مراد اس سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسمانی
حیات سے زندہ ہیں۔ قسم کھا کر اور حروف تاکید سے وہی امر بیان کیا جاتا ہے جو کہ عقل میں
ذرا بعید معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حرف قسم اور ان تحقیق اور لام تاکید یہ سے بیان کرنا
حیات جسمانی ہی مراد ہے۔ ولعمریٰ هذا ظاهر لمن زادني ذرية۔

۱..... اور امام بخاری نے اپنی بخاری میں ذکر الانبیاء میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اترنا
آسمان سے ذکر فرمایا ہے۔

۱۰..... اور امام مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حج اور عمرہ کی نیت باندھیں گے
وہاں کی وادی میں۔“

۱۱..... امام احمد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو
خود کے دروازہ پر قتل کرے گا۔

۱۲..... امام اوزاعی نے زہری سے بطریق مجمع بن جاریہ۔

۱۳..... اور امام ترمذی نے قتیبہ سے۔

۱۴..... اور عمران بن حصین اور نافع بن عیینہ اور ابو ہریرہ اور حذیفہ بن اسید
اور ابو ہریرہ۔

۱۵..... اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابوامامہ اور ابن مسعود

۱۶..... اور عبد اللہ بن عمر اور سرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن

موف ۳۰..... اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے حدیثیں آپ کی ہیں کہ قبل از قیامت حضرت

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو قریہ لد کے دروازہ پر قتل کریں گے۔ ان سب احادیث میں
عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ او ما الی ذلک کلمہ الامام الترمذی۔

۱۷..... امام احمد نے سفیان سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں قیامت کے علامات شمار
کے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آسمانوں سے بھی ذکر فرمایا ہے۔

۱۸..... امام مسلم نے عبد العزیز کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

۳۳..... حیاتِ الحیوان میں ابوداؤد سے ایک حدیث مفصل بیان کی جس میں آثارِ حشر ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً بھی معلوم ہو گیا کہ آسمان ہی سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے اور اگر آسمان سے مراد وہاں جائے۔ تو ”الی الارض“ کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔

۳۴..... اور اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے کہ دفن کئے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، پس ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ اور تاریخ امام بخاری کی عبارت یہ ہے: یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعاً..... الخ۔

امام ترمذی نے فرمایا عن محمد بن يوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابيه عن جده قال مكتوب في التوراة صفة محمد وعيسى ابن مریم یدفن معه۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں عرض کی، کہ ”یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں پس فرمایا ”حضرت ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا جگہ نہیں ہے۔“ عن عائشة قالت قلت يا رسول الله انى ارى ان اعيش بعدك فتاذن لى ادفن الى جنبك فقال والى بذلك الموضع ما فيه الا موضع قبرى وقبر ابى بكر وعيسى ابن مریم۔ پس یہ حدیث مرسل ہوئی اور مرسل حدیث نزدیک جمہور علماء کے حجت ہے۔

شرح ”نخبہ فکر“ میں ہے: قال جمهور العلماء المرسل حجة مطلقا بناء على الظاهر وحسن ظن به انه ما يروى حديثه الا عن الصحابي انما

حذفه بسبب من الاسباب كما اذا كان يروى الحديث عن جماعة من الصحابة لما ذكر عن الحسن البصري انه قال انما اطلقه اذا سمعته من السبعين من الصحابة وكان قد يحذف اسم على ايضا بالخصوص لخوف الغشوة۔ یعنی امام حسن بصری صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ ﷺ کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ستر صحابی سے سن لیتا ہوں اور امام حسن بصری کی تو خود مرزا نے اپنی کتابوں میں بارہا وصف بھی کی ہے۔ ضرور ہی مرزائی لوگ تسلیم کریں گے اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوراف کی ”ششم فصل“ میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابی بدری سے ملاقات کی ہے۔ ان کا لباس صوف کا تھا۔

۳۵..... اور روایت کیا حدیث کو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب ”وفاء“ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے۔ پس نکاح کریں گے اور صاحبِ اولاد ہوں گے اور مدفون ہوں گے ساتھ میرے۔ پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی) ایک مقبرے سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔

۳۶، ۳۷، ۳۸..... یعنی بخاری میں بھی ایسا ہی ہے۔ محقق ابن جوزی نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ ابو نعیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اگر زمین پر موسیٰ علیہ السلام کے سرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کریں گے اور وہ لوگ جذامی ہوں۔ پس ان کی اولاد ہوگی، پھر فوت ہو جائیں گے اور دفن ہوں گے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے قریب۔

۳۹..... تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شب قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا (عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) کہ اس کا معین وقت تو میں نہیں بتا سکتا، مگر

میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یا جوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کر لے گا۔

۴۰..... اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔

۴۱..... امام فخر الدین رازی نے ”تفسیر کبیر“ میں فرمایا :

الاول: معنی قوله تعالى ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ ای انی متم عمرک فحينئذ تفاک فلا اترکهم حتی يقتلوک بل انا رافعک الی السماء ومقربک بملائکتی واصونک من ان يتمکنوا من قتلک وهذا تاویل حسن اقول لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهی۔

۴۲..... وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی ﷺ انه سينزل ويقتل الدجال ثم انه تعالى يتفاه بعد ذلك.

۴۳..... حضرت شیخ امام اجل ابو نصر محمد بن عبد الرحمن ہمدانی نے اپنی کتاب ”سبعیات“ میں فرمایا کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے مکر کیا ہے سات شخصوں کے ساتھ۔ (۱) نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۲) صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۳) یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر (۴) موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۵) عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۶) قریش کے سرداروں کا مکر حضرت رسول اللہ ﷺ سے (۷) بنی اسرائیل کی قوم کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز۔

اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے

واسطہ حضرت جبریل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص پر شہادت ڈالی گئی، جس کا نام اشبوع تھا۔ اور وجہ قتل کرنے کی یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمدردوں کو زندہ کرتے تھے، بیماروں اندھوں چڑامیوں کوڑھوں کو لنگڑوں کو بنگلم پروردگار اچھا کر دیتے تھے۔ اور یہود اس کو برا جان کر اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی بے قدری اور ذلت جانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو کھر اور جادو کہتے تھے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان یہودیوں کی صورتیں خنزیر اور بندر کی مثل ہو گئیں۔ یہ قصہ مفصل دیکھو میری کتاب ”تبیح“ کے صفحہ ۸۵ و ۸۶ میں۔

امام بدر الدین عینی نے بخاری کی شرح جلد گیارہویں، ص ۳۷۱ میں فرمایا ”وان عیسیٰ یقتله بعد ان ينزل من السماء فيحكم بشريعة المحمدية“ یعنی دجال کی باتوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

۴۶..... ابو داؤد طیالسی نے قیامت کے علامات کا بیان کیا اور کہا کہ خانہ کعبہ کو حبشی لوگ خراب کریں گے کہ اس کے بعد آباد ہوگا اور خانہ کعبہ سے خزانہ نکالیں گے اور امام جلیلی نے فرمایا کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔

۴۷..... امام قرطبی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد خانہ کعبہ خراب کیا جائے گا۔ گویا کہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ان کی موت کے بعد کا زمانہ ہے۔

۴۸..... یعنی بخاری، ج ۲، ص ۲۰۱ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوڑے پر جس کا نام براق ہے سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی براق پر رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہوئے تھے۔

۴۹..... یعنی بخاری، جلد دوم، ص ۲۰۷ میں ہے کہ شب معراج میں آسمان پر جب کہ رسول اللہ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے جسم دیکھا جیسا کہ دنیا میں زندہ رہتے تھے۔

۵۰..... ابو عمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر ڈرے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے آسمانوں سے۔

۵۱..... ”تفسیر روح البیان“ جلد اول، ص ۵۱۳ میں ہے وفي الحديث ان المسيح جاء فمن لقيه فليقرئه مني السلام یعنی حدیث شریف میں ہے کہ ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام نے والا ہے پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے تو میرا سلام ان سے کہہ دے۔“

۵۲..... ”تفسیر ابن جریر“ میں ہے: حدثنا ابن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال قبل موت عيسى ابن مريم عليهما السلام.

۵۳..... وقال العوفي عن ابن عباس ﴿لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذلك.

۵۴..... قال ابو مالك في قوله ﴿إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال ذلك عند نزول عيسى ابن مريم لا يبقى احد من اهل الكتاب الا ليؤمنن به.

۵۵..... وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ قال قبل موت عيسى عليه السلام۔ واللہ انہ لحي الآن عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون.

۵۶..... وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان الاحقی حدثنا

حوييرة بن بشر قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عز وجل ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ﴾ قال قبل موت عيسى عليه السلام ان الله دفع اليه عيسى وهو باعته قبل يوم القيامة مقاما يؤمن به البر والفاجر..... الخ. وهكذا قال عبد الرحمن بن زيد بن اسلم.

۵۷..... خروج اور ظاہر ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامات سے ایک بڑی علامت ہے۔ ”تفسیر درمنثور میں“ ہے اخرج الفريابي وسعيد بن منصور وسدى وعبد بن حميد وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس ؓ في قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عيسى قبل يوم القيمة.

۵۸..... واخرج عبد بن حميد عن ابی هريرة ؓ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عيسى مكنيا في الارض اربعين سنة يحج ويعتمر.

۵۹..... واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن مجاهد ؓ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آية الساعة خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيمة.

۶۰..... واخرج عبد بن حميد

۶۱..... وابن جرير عن حسن ؓ في تفسير قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عيسى.

۶۲..... واخرج ابن جرير عن طرق عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في تفسير قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عيسى عليه السلام..... الخ ان سب عبارتوں میں واضح ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہے قیامت کی۔

۶۳، ۶۴، ۶۵..... امام احمد نے ابن عباس سے ابوالعالیہ اور ابن مالک اور عمر مراد اور قتادہ

۶۶ اور ضحاک سے سب سے عیسیٰ بن مریم کے تشریف لانے کی احادیث وارد ہیں۔

۶۸، ۶۹، ۷۰..... اور ایسا ہی عبد اللہ بن مسعود اور ابوامامہ اور عبد اللہ بن عمر و بن العاص۔

۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲..... اور ابو شریحہ اور عائشہ صدیقہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جہن سے ذکر ”نزول“

اور ”قتل و جال“ اور ”آنا عیسیٰ علیہ السلام کا قبل یوم قیامت“ کے بہت واضح مذکور ہے۔ غرض کہ

عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر آنے میں احادیث متواترہ موجود ہیں۔ سب کا ذکر کرنا

بہت مشکل امر ہے اور دیکھنے والا بھی ساری کتاب کو دیکھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

چنانچہ امام ابن کثیر نے آخر میں فرمادیا وقد تواترت الاحادیث عن

رسول اللہ ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیمة اماما

عادلا..... الخ احادیث و آثار در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نزول ان کے ”من

السماء“ سوائے مذکورات کے اور بھی بکثرت ہیں۔ تفسیر درمنثور و ابن کثیر و ابن جریر و کنز

العمال و مسند امام احمد کو ملاحظہ کیا جائے۔ ہر ایک عورت مرد جس کو ذرا بھی فکر ایمان ہے،

جان سکتا ہے کہ ان تفاسیر و احادیث میں ”نزول“ بمعنی آنے کے ہے آسمان سے۔ کیونکہ

”نزول مسیح“ کا جو متلزم رفع کو ہے سب میں اتفاقی ہے۔ اور لفظ بعثت اور خروج سب کا یہی

مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم کا بیٹا ہے وہی تشریف لائے گا اور وہی دجال کو قتل

کرے گا اور وہی ساری باتیں کرے گا جو اس کے متعلق ہیں۔ ان عبارتوں میں یہ تو کہیں

نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ میں اس کا ایک ہم مثل آئے گا ملک پنجاب موضع ”قادیان“

سے۔ اگر مثیل مروا تھا تو کیوں کسی عبارت میں، کسی تفسیر، کسی حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا؟

قادیانی لوگ قیامت تک بھی ایک آیت یا ایک حدیث اگرچہ موضوع ہو یا ایک کوئی کتاب

تفسیر یا فقہ یا اصول یا علم تصوف کی کہیں نہ دکھائیں گے کہ مراد رسول اللہ ﷺ کی عیسیٰ بن

مریم کے نزول سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ہم نے اس قدر آیات و احادیث و تفاسیر

و اقوال ائمہ عظام دکھائے۔ مرزائی لوگ ایک ہی دکھادیں کہ جس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ہم

مثل مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ افسوس کہ دیگر علماء سے اتنے بڑے مطالبے اور خود ایک

کتاب کے دکھانے پر قدرت نہیں۔ اگر عیسیٰ کا مثل مراد ہے تو آسمان پر اس مکان میں

عیسیٰ علیہ السلام کس لئے چلے گئے۔ اور مرزا نے تو نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ عرب کا ملک دیکھا

اور نہ شعیب علیہ السلام کے خاندان سے شادی کی اور نہ مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کی قبر

مبارک میں اس خالی جگہ میں جا کر دفن ہوا، جس کی آرزو نبی عاشرہ نے اپنے لئے کی تھی۔

مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور ہم فعل ہونا درکنار، مرزا اور گل مرزائی اگر اپنے آپ کو

مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو بڑی بات ہے۔

سوال: قرآن شریف کی آیت میں جو ضمیر ”وَاِنَّہٗ“ کی ہے۔ اس کا مرجع قرآن شریف

ہے یعنی قرآن شریف ایک علامت ہے قیامت کی علامات ہے جیسے کہ مرزا نے ”ازالہ

ابہام“ میں لکھا ہے۔ یا مرجع اس کا عیسیٰ علیہ السلام کا فعل احیاء الموتی اور ابرار الاکمہ

و الابراہیم یعنی مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مر دوں کو زندہ کرنا اور جذامی اور کوڑھی اور

انہوں کو اچھا کرنا، یہ علامت ہے قیامت کی۔

جواب: قرآن کو مرجع کرنا یہ غلط ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا عیسیٰ

علیہ السلام ہی ہے کیونکہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، سیاق عبارت نظم قرآن خود اس کا شاہد ہے۔

امام ابن کثیر نے خود اپنی تفسیر میں فرمادیا: بل الصحيح انه عائد علی

عیسیٰ علیہ السلام فان السياق فی ذکرہ ثم المراد بذلك نزولہ قبل یوم القیامة

كما قال تبارک وتعالی ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ ای

قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ اور تفسیر صحابہ اور تابعین اسی کی موید ہے۔

دوسری تائید دیکھو پروردگار کے قول پاک کی: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَقْلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ﴾ ان آیت کریمہ میں ”مِنْهُ“ کی ضمیر اور ایسا ہی ”ام ہو“ اور ”ان ہو“ اور ”انعمنا علیہ“ اور ”وجعلناه“ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا اگر ”انہ“ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرتا ہے تو یہ ضمائر بھی قرآن کی طرف راجع کرے تاکہ تحریف قرآن شریف کے مضمون کی بخوبی ہو جائے۔

صحیح مسلم کے جلد اخیر ص ۷۴ کے حاشیہ میں امام نووی شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ ”زبدیک الہست وجماعت کے بہ سبب وارد ہونے صحیح حدیثوں کے آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اور شرع شریف اور عقل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا باطل ہو۔ بعض معتزلہ اور جمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ”وختاتم النبیین“ آچکا ہے یعنی حضرت ﷺ سب نبیوں کے آخر ہیں۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں تو رسول اللہ خاتم النبیین نہ رہیں گے، پس عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن شریف کے مخالف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث شریف میں آیا ہے ”لانی بعدی“ یعنی رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں“۔ اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

پس معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی یہ دلیل باطل ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ نبی مستقل غیر تابع ہو کر آئیں گے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیں گے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اولو العزم ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی

شریعت پر حکم کریں گے اور جو باتیں دین اسلام کی لوگوں نے ترک کر دی ہوں گی، ان کو منع دیں گے۔ انتہی۔ بہت تفسیروں اور حدیثوں میں ایسا مذکور ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی دوسری معتبر کتاب ”نہایۃ الامل من رغب فی صحۃ العبدۃ والعمل“ میں شیخ محمد ابو حنیفہ الدمیاطی، ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ دجال ایک عیسائی شخص ہے کوتاہ قد، عمر رسیدہ، چمکتے دانت والا، چوڑے سینہ والا اور وہ اب موجود ہے اور اہمیت اس کا ابو یوسف ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ نام اس کا عبد اللہ ہے۔ قوم یہود سے ہے۔ یہود لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان لوگ امام مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔ خارج ہوگا جانب مشرق سے قریہ سرابادین یا عوازل یا اصہبان یا خراسان سے۔

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اب ایک بڑے بت خانہ میں زیر زمین ستر کر دیا جائے گا۔ اور اس پر ایک بہت زور آور مرد مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا گڑھا ہے جب دجال حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرد اس کو گرز مارتا ہے۔ پس آرام کرتا ہے۔ اور اس کے آگے ایک بڑا اڑدہا ہے اور وہ دجال کے کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس ہل سانس تک لینے میں حیران ہے۔ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اپنے گدھے پر سوار ہو کر اور خولجہ خضر علیہ السلام کو نین با قتل کرے گا بوجہ اس کے کہ وہ دجال کو خدا نہ مانے گا۔ اس نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور کے ہر جگہ ٹھکرانی کرے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم آسمان سے اترے گا اور امام مہدی اس کے ہمراہ ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ دجال کا خون نیزہ کے اوپر لوگوں کو دکھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے گدھے پر یا رسول اللہ

حق اس میں یہ ہے کہ ان سب مقاموں سے نوبت نوبت ظہور غیر مشہور ہوگا۔ کما لا یخفی ولما کان اصل صریح حقا فاختلاف الروایات فی الظہور لیس بمضمر ۱۲۔

اللہ ﷻ کے براق پر سوار ہوں گے اور بہت کافراں کی سانس کی گرمی سے ہلاک ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک عرب کی عورت سے نکاح کریں گے شعیب علیہ السلام کے خاندان میں اور دو بیٹے ہوں گے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا موسیٰ ہوگا۔ پھر فوت ہو جائیں گے اور لوگ گمراہی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے سورج نکلے گا اور کسی توبہ اس وقت قبول نہ ہوگی وهو معنی قوله تعالى: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِنْهَائُهَا..... الخ﴾ یہ بیان تفصیل وار میری کتاب ”تنقہ غلام گیلانی بر گرد قادیانی“ ص ۱۳۸ و ۱۳۹ میں مذکور ہے۔

اور ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں ہے ”يُنْزِلُ عَيْسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ وَيَمُوتُ خَمْسًا وَارْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِهُ اِي مَقْبَرَتِي وَعَبْرَ عَنْهَا بِالْقَبْرِ تَقْرُبُ قَبْرَهُ فَكَانَهُمَا فِي قَبْرِ وَاحِدٍ..... الخ“ ۷۶..... ابو طالب مکی نے ”قوت القلوب“ میں اور امام یافعی نے ”روض الریاحین“ میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث لکھی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں کیسے غم کروں اس امر پر کہ جس کے اول میں، میں ہوں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ ابن مریم۔

۷۷..... اور ابو نعیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ذکر کیا ہے۔ ۷۸..... حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کتاب ”فتوحات“ کے ۳۶ باب، جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث بیان کی ہے۔ جس کا ابتدائی ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ میرے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا ہے کہ نھلہ انصاری کو حلو ان عراق کی طرف روانہ کرو تا کہ اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ پس سعد نے نھلہ انصاری کو بجماعت مجاہدین روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں

وہاں غنیمت کالے کر واپس آئے اور وقت مغرب کے ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے اور نھلہ نے اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نھلہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی کی۔ پھر نھلہ نے اشهد ان لا اله الا اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ اے نھلہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔

غرض ہر کلمہ اذان کے بعد جواب آتا رہا۔ بعد اس کے نھلہ نے کہا: اے آواز اللہ والے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان میں؟ جیسے ہم کو آواز سنائی ایسے ہم کو بھی صورت دکھا۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص نکلا۔ سر اس کا بڑا بچگی کے برابر تھا۔ داڑھی سفید تھا اور اس کے اوپر دو کپڑے پرانے صوف کے تھے۔ اس نے السلام علیکم دعا کیا، بتایا کہ میں رزیب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ”نزول من السماء“ تک میری درازی عمر کے لئے دعا فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے آسمان سے خزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اتر ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کا حال دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ تو فوت ہو چکے یہ سکر اتار دے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہوئے؟ ہم نے کہا کہ ابو بکر۔ پھر فرمایا۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ بھی فوت ہو گئے اور اب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں۔ اس نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات تو مجھ کو نہ ملی۔ پس تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میرا سلام کہنا اور کہو کہ اے اللہ کے رسول اور انصاف کر، اس واسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ پھر اس نے قیامت کی علامتیں بیان کیں اور ہم سے غائب ہو گیا۔ پس اس قصہ کو نھلہ نے سعد کی طرف لکھا۔

پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس کرا قامت کرو اور جس وقت ان سے ملو تو میرا سلام ان سے کہو اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصیت کردہ آدمی عراق کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ پس حضرت سعد چار ہزار آدمی انصار اور مہاجرین کی قوم میں سے ہمراہ لے کر ان کے پاس جا کر اترے اور برابر چالیس روز تک ہر نماز کے ساتھ اذان کہتے رہے۔ مگر پہاڑ سے کوئی جواب نہ آیا اور رزیب بن برملا سے ملاقات نہ ہوئی۔ یہ حدیث بروایت ابن عباس مروی ہے۔ اور اس سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کا اتنے دراز زمانہ تک سوائے کھانے اور پینے کے باقی رہنا۔

دوم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دینا۔

سوم حضرت عمرؓ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور نازل ہونے کے ساتھ ایمان رکھنا یہاں تک کہ نھلہ اور تین سو سواری کی روایت سے رزیب بن برملا کو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔

۷۹..... اور یہی شیخ اکبر جہد اول "فتوحات" ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: وفي زماننا اليوم

جماعة احياء من اصحاب عيسى والياس..... الخ یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں

ایک جماعت زندہ ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہما السلام کے اصحاب میں سے۔

۸۰..... تفسیر کبیر میں بروایت محمد بن اسحاق بروایت عبد اللہ بن عباس بیان کیا کہ عیسیٰ

علیہ السلام کو پروردگار نے یہودیوں کے قتل سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

۸۱..... اسی میں ابو بکر واسطی سے ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو

شہوت اور غضب ان سے دور ہو گیا مثل فرشتوں کے۔

۸۰..... "تفسیر خازن" جلد اول ص ۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما انصلى الى السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت فذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وجسده يدل على هذا التاويل ﴿وَمَا يَصُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾..... الخ پروردگار فرماتا ہے ﴿وَمَا يَصُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾ یعنی "اے عیسیٰ تم کو یہودی لوگ کسی شے کا ضرر نہ دے سکیں گے"۔ پس مرزا جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا تھا اور اس کے دل میں زخم ہو گئے تھے اس آیت کے مخالف ہے۔

۸۱..... تفسیر "مفتاح الغیب" میں ہے کہ کسی محقق سے سوال ہوا کہ قرآن شریف میں عیسیٰ

علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے قرآن شریف میں عیسیٰ

علیہ السلام کے بارے میں ﴿وَكَهْلًا﴾ کا لفظ موجود ہے۔ ﴿تَكَلَّمُ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ

وَكَهْلًا﴾ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جب کہ تھے تو کھولت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ پس

ارسل من السماء کے بعد کھولت کی عمر کو پہنچیں گے۔ چالیس برس اور کچھ اوپر تک کھولت

کا زمانہ ہے۔

۸۲..... تفسیر "روح البیان" میں متعدد جگہوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ مع اپنے جسم

ہی کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سوائے باپ کے محض قدرت الہی سے

ہوا ہوئے تھے ایسے ہی عزت اور قدرت الہی سے چلے بھی گئے۔ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا

صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

"روح البیان" میں ہے ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾ لا يغالب فيما يريد فعادة الله

عالي عبارة عن كمال قدرته فان رفع عيسى علي السلام الى السموات وان

كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لا يغلبه عليه احد ﴿حَكِيمًا﴾ في جميع افعال له ولما رفع الله عيسى عليه السلام كساه الريش والبسه النوم وقطعه عن شهوات المطعم والمشرب وطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا الخ. عيسى عليه السلام کی شہوت کھانے پینے کی سلب کر کے ملائکہ کے ساتھ کر دیا گیا پس ہو گیا وہ انسی ملکی و سماوی و ارضی۔ یعنی چونکہ اصل انسان ہے تو انسی ہوا۔ اور مثل فرشتوں کے ہو گیا عدم اکل و شرب میں تو ملکی ہو گیا۔ اور چونکہ آسمانوں پر رہنے لگا تو سماوی ہو گیا۔ اور چونکہ قیامت کے قریب بھر زمین پر آئے گا لہذا ارضی بھی ہوا۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ولایت عامہ کا دورہ شریعت محمدیہ میں ان کے ساتھ تمام ہوگا۔ یہود اور نصاریٰ رسول اللہ ﷺ پر بوجہ تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان لائیں گے اور امام مہدی اور اصحاب کف اس کی خدمت کریں گے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے ”در منثور“ میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں اور یسٰی علیہ السلام اور دوزمین میں حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام۔ خضر علیہ السلام اور یاقوں پر اور الیاس علیہ السلام خشکی پر معین ہیں۔ روح البیان میں نقل کیا شرح الفصوص سے اور نسائی اور ابن ابی حاتم ثابت کرتے ہیں: عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه وامر فدعا عليهم فمسحهم قرده وخنزير فاجتمعت اليهود على قتله فاخبره الله بانہ يرفعه الى السماء ويطهره من صحبة اليهود. (صحيح نسائي، ابن ابی حاتم، ابن مردويه) قال ابن عباس سيدرک اناس من اهل الكتاب عيسى حين يبعث فيؤمنون

(فتح البیان) مرزا نے بھی ”ازالہ اوہام“ ص ۳۱ میں تفسیر رازی و ابن کثیر و مدارک و فتح البیان کا حوالہ دیا ہے۔ اور ہم نے ان کتابوں سے بھی صعود عیسیٰ علی السماء و نزول اس کا بحمدہ العصری ثابت کر دیا۔ اب تو قادیانیوں کو ماننا ہی پڑے گا۔
قولہ: اور نزول کے لفظ سے جو حیات عیسوی پر استدلال کرتے ہیں یہ بھی بالکل بیہودہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہرگز اس پر حجت نہیں ہو سکتا ہے کما سیاتی۔ حالانکہ بعض احادیث میں آئے نزول کے لفظ بعثت اور بعض میں لفظ خروج مذکور ہے۔ اور مخالفین کے زعم فاسد کے مطابق تو مناسب مقام لفظ رجوع تھا اور وہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ فافہم۔
بدلیۃ المہجدی“ کے صفحہ سات (۷) میں یہ لکھا ہے۔

اقول: بے علمی بھی عجب بری بلا ہے۔ اور داء بلا دواء ہے ضرور لفظ نزول آسمان سے اسی ہم خاکی کے ساتھ اترنے کے لئے حجت تامہ ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ انداز و قرآن موجود ہوں جیسا کہ ان روایات و احادیث گزشتہ میں تم نے دیکھا۔ اور ذرہ قدر عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر احادیث دربارہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہیں، ان سے یہی مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قیامت سے ذرا اول آسمانوں سے زمین پر تشریف فرمائیں گے اور یہی مراد ہے حضرت ﷺ و اصحاب عظام و تابعین و جمیع مسلمین کی اور مخالف اس کا گمراہ بے دین ہے۔ لفظ نزول کا معنی ذو افراد ہے۔ ہر جگہ مناسب مقام کے مراد ہوگا جیسے کہ لفظ عین کا معنی آفتاب، چشمہ آب، زر، زانو، ذات، شے، آنکھ۔ جب کوئی کہے کہ میری عین میں میل اور تاریکی ہے تو اس سے ہر کوئی آنکھ ہی سمجھتا ہے دوسرے معنی کی طرف خیال نہیں جاتا۔

جب کوئی کہے کہ آسمان سے عین نے طلوع کیا۔ تو ہر کوئی اس سے آفتاب ہی

سمجھے گا۔ لفظ مسیح کا دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بولتے ہیں اور دجال پر بھی اپنے اپنے قرینہ بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی لفظ نزول کا بولنا کہ اگر مسافر سے کہا جائے کہ آپ کہاں نازل ہوئے؟ تو مراد اس سے اس کا ٹھکانا اور محل اور ورد شب باشی ہوتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ بجلی یا صاعقہ نازل ہو تو مراد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے، عام اس سے کہ خاص آسمان سے آئی یا اس کے نیچے ابر میں سے۔ پس ایسا ہی جب کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہو گا یا آسمان سے زمین کی طرف نازل ہو گا تو اس سے یہی مراد متعین ہوتی ہے کہ زمین کی جانب مخالف یعنی فوق سے زمین پر آئے گا اور چونکہ نصوص و احادیث میں اس فوقیت سے مراد فوقیت آسمان دوم ظاہر ہے لہذا اس میں ابر و غیرہ بلند مقام کا احتمال بھی نہیں ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر ہوں تو ”الارض“ کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور یہ مضمون تو بہت صاف ہے مگر بے علم کو کیسے اس میں مغالطے واقع ہوتے ہیں؟ اور امام حسن بصری کا تو مذہب یہی ٹھہرا کہ حضرت مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے۔ چنانچہ اوپر ”در منثور“ سے نقل کیا گیا۔ قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة اور اب لفظ بعث سے بھی حسن بصری کے قول سے مسیح بن مریم کا آسمان سے اترنا بحمدہ العصری ثابت کر دیتا ہوں۔ اسی امام حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ پروردگار کا قول ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں ”مَوْتِهِ“ کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ تو امام حسن نے فرمایا: قبل موت عیسیٰ ان الله رفع عيسى وهو باعته قبل يوم القيامة مقاما يومن به البر والفاجر..... الخ۔ پس جب کہ باعته والی عبارت میں قبل موتہ کی تفسیر قبل موت عیسیٰ خود حسن بصری سے موجود ہے۔ تو پھر کس الحق کو حیات عیسیٰ میں شک ہوگا؟ اور لفظ بعث،

مال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔ وہی حدیث علی بصفہ ﷺ بعثک نعمہ ای مبعوثک الذی بعثتہ الی الخلق ای ارسلتہ وهو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش الخ ثم یبعث الله ملکا فیبعث الله عیسیٰ ای ینزلہ من السماء حاکم بشرعنا۔ (مجمع البحار مختصر)۔ بجلی قادریانی نے اپنے زعم باطل کے سبب سے ”مجمع البحار“ سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی ہے۔ ہم نے اسی کتاب سے اس کی حیات ثابت کر دی۔

اب میں لفظ ”رجوع“ بھی دکھا دیتا ہوں۔ پس کچھ ایمان و اسلام کی خواہش ہو تو دیکھ کر ایمان لاؤ اور اپنے سابق باطل اور حرام اعتقاد سے توبہ کرو اور توبہ نامہ کو چھاپ کر مشہور کرو مگر مجھ کو تو منافقانہ، کورانہ، جاہلانہ چال معلوم ہوتی ہے۔ سنو اور دیکھو امام احمد شین علامہ سیوطی نے تفسیر ”در منثور“ میں حدیث شریف بیان کی ہے: قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة۔ یعنی حضرت ﷺ نے قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرا نہیں اور یہ بات محقق اور درست ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اسی ”در منثور“ میں دوسری جگہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حدیث بیان کی ہے: قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة۔ (تفسیر ”در منثور“ جلد دوم ص ۲۶)

اور حسن بصری ”مَوْتُفَيْك“ میں لفظ وفات کا معنی نیند یعنی اونگھ لیتے ہیں۔ ﴿يُعِيسِي اِنِّي مَوْتُفَيْك وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ ”اے عیسیٰ میں

تم کو نیند میں اپنی طرف بلانے والا ہوں۔“ پوری حدیث اس طور پر ہے: وقال ابن حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد الله بن ابي جعفر عن ابيه حدثنا الربيع بن انس عن الحسن انه قال في قوله تعالى ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ يعني وفاة المنام رفعه الله في منامه قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة. ابن جرير، يونس بن عبيد نے حسن بصری سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا، باوجود کہ آپ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت علی سے روایت کرتا ہوں مگر علی کا نام بلحاظ زمانہ حجاج بن یوسف کے ترک کر دیتا ہوں اسناد سے۔ انی احدث الحديث عن علي وما تركت اسم علي في الاسناد الا لملاحظة زمان الحجاج. اور ان احادیث میں قادیانی کو گنجائش تاویل کی بھی نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور مثل مراد لے اور یہ کہے کہ میں مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور ان احادیث میں میرا آنا مذکور ہے۔ کیونکہ پورے طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم ہی قبل قیامت کے دنیا میں آئیں گے۔ آسمان پر شب معراج میں قادیانی نے تو حضرت ﷺ سے بات چیت نہیں کی اور قادیانی نے تو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کا مارنا میرے سپرد کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے: عن ابن مسعود ﷺ عن النبي ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم وموسى وعيسى قال فتذكروا امر الساعة قال فردوا امرهم الي ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الي عيسى فقال عيسى اما وجهتها فلا يعلم بها احد الا الله عز وجل وفيما عهد الي ربي ان الدجال خارج ومعى قضيبان..... الخ۔ مرزا اور مرزائی اس کو تسلیم

میں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرزا نے اپنی کتابوں میں بہت وصف کی ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے امام حسن فرماتے ہیں: واللہ انہ لحي الان عند اللہ تعالیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تحقیق وہ البتہ زندہ ہے اب اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اور حسن بصری ایسا شخص ہے کہ اس نے ستر صحابہ جنگ بدر والوں سے ملاقات کی ہے جیسا کہ ”عوارف“ کے ۶ باب میں ہے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہ نے کہا ہے: واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافهة۔

جواب: یونس بن عبيد نے اور ملا علی قاری نے شرح ”شرح النسخة“ میں حسن بصری کی ملاقات حضرت علی علیہ السلام سے ثابت کی ہے اور قتادہ توفیقی روایت کی بدری سے اپنی مواہجت میں بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کسی بدری سے ملاقات اور روایت نہ کی ہو۔ دوسرا یہ کہ قتادہ کے قول سے فقط توفیقی ”حدثنا“ کی لازم آتی ہے جو اخص ہے ”سمعت“ سے۔ (کرمانی شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ منطقیہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الا اعم کو یعنی ملاقات کو۔ اور حسن بصری کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(کما فی تہذیب الکمال)

قولہ: اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی تعیین کہ بقولے تینتیس (۳۳) برس اور بقولے اسی سو تیس (۱۲۰) برس اور بقولے ایک سو پچیس (۱۲۵) برس وغیرہ ہے۔ یہ بھی ان کی وفات پر دال ہے کما لا ینخفی علی اولی النہی۔

اقول: مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں پینتالیس (۳۵) برس بھی وارد ہے۔ حضرات محدثین نے

کہ جس میں اہل کشف بھی ہیں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ ابوداؤد کی حدیث مرفوع ابو ہریرہ سے جس میں چالیس (۴۰) سال کا ذکر ہے مراد اس سے پینتالیس (۴۵) ہیں مگر بیان کرنے میں پانچ والی کسر کو ساقط کر کے چالیس (۴۰) بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسور کا ساقط کر دینا حساب میں شائع ہے۔ اعداد میں حساب تقریبی زیادہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ حضرت ﷺ بعد رسالت کے مکہ معظمہ میں تیرہ (۱۳) سال تشریف فرما رہے۔ مگر کئی کتابوں میں دس (۱۰) برس لکھے ہیں تین (۳) برس کی کسر کو ساقط کر دیا گیا۔ (دیکھو امام عبدالرزاق کی "مناوی" کو اور "جامع صغیر" کو)

مطلب یہ ہوا کہ تینتیس (۳۳) سال قبل رفع آسمانی کے گزرے ہیں اور بعد نزول من السماء بارہ (۱۲) سال ہوں گے مگر بجائے بارہ (۱۲) کے سات (۷) سال کا صحیح مسلم میں ذکر ہے۔ تاکہ ظاہری حساب میں پورے چالیس (۴۰) سال رہیں۔

اور یحییٰ وابو نعیم نے جو کہا ہے کہ بعد نازل ہونے کے آسمان سے انیس (۱۹) سال رہیں گے تو اس حساب سے تینتیس (۳۳) قبل از رفع اور انیس (۱۹) بعد نزول مجموعہ باون (۵۲) ہوئے۔ مگر بیان میں اوپر کے بارہ (۱۲) کو ساقط کر کے پورے چالیس (۴۰) بیان کئے۔ یہ اس بناء پر کہ ابو نعیم کی انیس (۱۹) سال والی روایت کو معتبر مانا جائے۔ ورنہ تحقیق وہی ہے کہ مجموعہ پینتالیس (۴۵) ہوں گے۔ اور ابوداؤد والی حدیث جس میں چالیس (۴۰) سال مذکور ہیں اور صحیح مسلم والی جس میں سات (۷) سال ہیں ان سے ابو نعیم کی حدیث معارضہ نہیں کر سکتی لان المعارضة تقتضى المساواة واذ لیست فلیست۔ اگر ربط کا ارادہ ہو تو امام سیوطی کی "مرقاۃ الصعود" اور امام بیہقی کی کتاب "البعث والنشور" کو ملاحظہ کرو۔ باقی رہی ایک سو پچیس (۱۴۵) برس کی روایت اور

ان کی ایک سو تیس (۱۲۰) برس کی اور ایک سو پچاس (۱۵۰) کی سو یہ شاذ غریب بعید ہیں کہ ابن عساکر سے روایت ہوئی۔ دیکھو ابن کثیر میں۔ جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو مردوں کی عمر تینتیس (۳۳) برس کی ہوگی مثل میلاد عیسیٰ ﷺ کے قبل از رفع۔ اور حسن ان کا ہوگا مثل حسن یوسف ﷺ کے۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ قدان کے دراز ہیں گے ساٹھ (۶۰) گز کے اور سینہ چوڑا ہوگا اٹھارہ (۱۸) یا بارہ (۱۲) گز کا (کمما هو محسوط فی کتب السیر والفقه)

طبرانی نے باسناد جید انس ﷺ سے روایت کیا: عن انس قال قال رسول الله ﷺ يدخل اهل الجنة على طول آدم ﷺ ستين ذراعا بذراع الملك وعلى حسن يوسف ﷺ وعلى ميلاد عيسى ﷺ ثلث وثلثين سنة..... الخ بدور السفر ۷ ص ۱۲۷ بن کثیر ص ۲۴۵ میں ہے: فانه رفع وله ثلث وثلثون سنة في الصحيح وقد ورد ذلك في حديث في صفة اهل الجنة انهم على صورة آدم ذليلا وعيسى ثلث وثلثين سنة واما ما حكاه ابن عساکر عن بعضهم انه رفع مائة وخمسون سنة فشاذ غریب بعید۔ (انہی) اور حاکم نے اسی روایت کو صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے: قال ابن عباس ارسل الله عيسى ﷺ وهو ابن ثلث وثلثين سنة فمكث في رسالته ثلاثين شهرا ثم رفعه الله اليه۔ (تفسير غارن ص ۵۰۴) و اخراج ابن سعد واحمد في الزهد والحاكم عن سعيد بن المسيب قال رفع عيسى ابن ثلث وثلثين سنة۔ (در منثور جلد ۱ ص ۳۶)

بہر صورت اگر فرض بھی کر لیں کہ ایک سو پچیس (۱۴۵) یا ایک سو پچاس (۱۵۰) برس والی وغیرہ روایات صحیح قابل حجت ہیں تو بھی ہمارے اہل اسلام کے اعتقاد کو کوئی

نقصان نہیں۔ کیونکہ ان روایات کے تفاوت سے نفس واقعہ میں کوئی شک نہیں آ سکتا۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جو کہ اپنے برادر ہابیل کو قتل کیا ہے اس میں کس قدر اختلاف ہے کہ کب قتل ہوا؟ اور کہاں قتل ہوا؟ اور کس چیز سے قتل کیا؟ اور کس سبب سے قتل کیا؟ اور قاتل کا نام دراصل کیا ہے؟ قابیل ہے یا کہ قین یا کہ قان بن آدم علیہ السلام ہے؟ مگر نفس قتل میں کوئی شبہ نہیں۔ رسالہ ”بیغ غلام گیلانی“ میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ ایسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام خاکی میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ بوجہ اختلاف روایات کے ان کی عمر اس میں اور پھر با ایں ہمہ مرزا قادیانی کو تو اس اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس کی عمر اسی (۸۰) یا پچاسی (۸۵) برس کی تھی۔ وہ تو روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہو سکتی۔

قولہ: اور ائمہ دین میں سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے صریحاً قائل ہیں۔ جیسا کہ ”مجمع البحار“ وغیرہ میں ہے۔ وقال مالک مات وهو ابن ثلث وثلثین سنة اور امام ابو حنیفہ جو آپ کے معاصر تھے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں ان کی مخالفت کی۔ مگر قول مذکور میں لب کشا نہیں ہوئے۔ اور ایسا ہی امام شافعی اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ علیہا نے بھی اس پر سکوت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں اماموں کی رائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ سکوت معرض بیان میں بیان ہے۔ کما لایخفی۔

اقول: وبعونہ تعالیٰ اعمول مجمع البحار اور چاروں اماموں کی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دکھاتا ہوں۔ کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثلہ بحسب پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے آسمان سے ضرور اتریں گے اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر رفع جسمی بحالت زندگی کے ممکن نہیں لہذا بڑے زور اور یقین سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پراجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح

اور رفع، پر بھی یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق یکجہم مقدمہ مذکورہ کہ نزول جسمی فرع ہے رفع جسمی کی۔ سورہ بقرہ امر کہ قبل از رفع الی اس کے عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی رہا یا کچھ دیر کے لئے مر کر بعد زندہ ہو کر آسمان پر گیا۔

سو اس میں اختلاف ہے کل صحابہ کرام اور جمہور ائمہ عظام و علمائے اہل اسلام سب کے سب ہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل آسمان پر جانے کے بالکل موت وارد نہیں ہوئی اور جیسے کہ پہلے سے زندہ تھا ایسے ہی آسمان پر اٹھایا گیا اور یہی صحیح بھی ہے اور بعض اسلامی کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے ذرا قبل مر گیا تھا بعدہ زندہ ہو کر آسمان پر پہنچایا گیا۔ اور بعض اہل اسلام میں سے بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں مگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کے بھی مقرر ہیں۔ چنانچہ تفسیر ”مفتاح الغیب“ میں ہے کہ پروردگار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ مگر وہ بے شک کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں قبل از رفع اس دن تین ساعت فوت ہوئے بعد اس کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے۔ اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ فوت ہوئے سات ساعت دن میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔

اور آیت ﴿يُعِصِّي اَنِّي مُتَوَقِّيكَ﴾ وَاَفْعُكَ اِلَيَّ میں دو طور پر معنی کیا جاتا ہے۔ ایک معنی تو ظاہری ترتیب قرآنی کا سوائے قول تقدیم و تاخیر کے اور ”مُتَوَقِّيكَ“ کا معنی ”عمر کا پورا کرنے والا“ اور ”اوگھ دینے والا“ یعنی اے عیسیٰ میں ہی تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور اب تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ یا یہ کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اوگھ دے گا اٹھانے والا ہوں۔ اور دوسرا معنی بقول تقدیم و تاخیر اس طور پر کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور پھر تم کو وفات دینے والا ہوں۔ یعنی بعد نزول من السماء

کے جب کہ تیری عمر پوری ہوگی اور جو کام تیرے متعلق ہیں، ہو چکیں گے۔

عبارت اس تفسیر کی یہ ہے: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿يَعِيسَى ابْنِي مَرْيَمَ وَرَافِعَكَ إِلَيْنِي وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا.....﴾ الخ. واختلف اهل التأويل في هاتين الايتين على طريقتين:

احدهما: اجراء الآية على ظاهره من غير تقديم ولا تاخير فيها.

والثاني: فرض التقديم والتاخير فيها اما الطريق الاول فبيان من وجوه الاول معنى قوله تعالى ﴿ابْنِي مَرْيَمَ وَرَافِعَكَ﴾ اي اني متم عمرک فحينئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی يقتلوك بل انا رافعک الی سمائي ومقرّبک بملا نکتي واصونک عن ان يتمكنوا من قتلک وهذا تاويل حسن.

اقول لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولى النهي الوجه الثاني "متوفیک" اي "ممیتک" وهو مروى عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لا يصل اعداؤه من اليهود الی قتله ثم بعد ذالک اکرمه الله بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین:

احدهما: قال وهب توفي ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه.

وثانيها: قال محمد بن اسحق وفي سبع ساعات من النهار ثم احیاء الله تعالى ورفعہ الیه. پھر فرماتے ہیں کہ ﴿يَعِيسَى ابْنِي مَرْيَمَ وَرَافِعَكَ إِلَيْنِي وَمُطَهِّرُكَ﴾ میں واؤ ترتیب کی مفید نہیں کہ بالترتیب ہی یہ کام ہوں بلکہ ہو جانا ان

کاموں کا مقصود ہے، جس کیفیت اور ماہیت سے ہوں۔ اور کب ہوں گے؟ اور کیسے ہوں گے؟ سو یہ موقوف ہے دلیل پر۔ اور ثابت ہو چکا ہے دلیل سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قریب ہے کہ اتریں گے اور قتل کریں گے اور اہل کو پھر مارے گا اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ۔ حیث قال ومن الوجوه فی تاویل الآية ان "واو" فی قوله ﴿مَرْيَمَ وَرَافِعَكَ﴾ لا تنفید الترتیب فالایة علی انہ تعالیٰ یفعل بہ هذه الافعال فاما کیف یفعل ومنی یفعل فالامر بہ موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انہ حی و ورد الخبر عن عیسیٰ علیہ السلام انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ تعالیٰ یتوفاہ بعد ذالک..... الخ. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی روایت اس طور پر ہے جو بیان ہوئی۔ اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل ہوئے ہیں۔ مگر امام مالک صاحب مثل حضرت وہب و حضرت محمد بن اسحاق کے زندہ ہو کر آسمان پر جانے کے بھی ضرور معتقد ہیں۔ صحیح احادیث سے کیسے کنارہ کر سکتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کی تحقیق اس کے مذہب کے علمائے محققین اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پس امام مالک صاحب کی مذہب کی کتابوں سے زندہ چلا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا بخوبی ثابت ہے۔ اور صاحب "مجمع البحار" نے بھی امام مالک کا مذہب یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے کے مقرر ہیں اسی لئے "مجمع البحار" میں (قال مالک مات) کے بعد لکھتے ہیں ولعلہ اراد رفعہ علی السماء او حقیقة ویجئ آخر الزمان لتواتر خبر النزول..... الخ. شیخ محمد طاہر صاحب "مجمع البحار" کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب نے "مات" سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع

آسمان پر مراد لیا ہے یا موت حقیقی۔ اور آخر کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ اس واسطے کہ اترنے کی خبر متواتر ہے۔

موت کا بمعنی آسمان پر اٹھ جانا اس مناسبت سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جانے سے ذرا قدر پہلے اوگھ آئی تھی جس کو نیم خوابی اور مقدمہ خواب کہتے ہیں۔ (کما بین فی مواضع عديدة) اور نیند بھائی ہے موت کی۔ عرب کا مقول مشہور ہے کہ النوم اخ الموت۔ اسی بنا پر امام مالک صاحب نے اس نیم خوابی کو موت کے قائم مقام سمجھ کر دفع عیسیٰ الی السماء کی جگہ مات عیسیٰ کہہ دیا یا حقیقتہً مر گئے تھے مگر بعد تھوڑی دیر کے موت کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور قریب قیامت کے آسمان کا متواتر اخبار سے ثابت ہے۔ پس امام مالک صاحب اگر لفظ مات سے موت حقیقی لے رہے ہوں گے تو یہی موت ہے جو کہ آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل چند ساعت تک بعض کے قول پر عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی ہے نہ وہ موت کہ اس وقت سے لے کر اب تک مر رہے ہوئے ہیں اور آسمان پر ان کی روح گئی ہے، جسم نہیں گیا۔ موت ابدی کو امام مالک صاحب کل جمہور کے خلاف اور متواتر احادیث کے برعکس کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

اب ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ جس مجمع البحار سے قادیانی ملا جی عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرتا تھا اسی مجمع البحار میں عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا آسمان سے ثبوت متواتر لکھا ہے جیسے کہ صاحب توضیح و امام سیوطی وغیرہ حضرات قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر متواتر احادیث موجود ہیں جن سے انکار کرنے والا سخت گمراہ ہے دین ہے۔ مجمع البحار ہی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ

اس امر اجماعی حیات الی ما بعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے اور قتل کی نسبت کا قول بعض علماء کا یہ اختلاف بے موقع ہے ورنہ جمہور کا مذہب بھی کالاجماع ہے کہ قبل رفع اور بعد رفع اور بعد النزول ایک ہی دراز حیات ہے اور عمل اکثر ہی کی

حدیث شریف میں ہے ”اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذذ فی شئ“ میں متعدد جگہوں میں ہے العمل علی ما علیہ الاکثر۔ العمل علی ما علیہ الجمهور والقاعدة ان العمل علی قول الاکثر۔ ملا جی نے شامی کا یہی قول لیا ہے لہذا ہم اسی ”شامی“ سے سند لائے۔ اور سنو صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں کہ کتب میں بعض علامتوں میں سے امام مہدی ہے امام آخر زمانہ کا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے عروج میں ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ اور وہ دونوں قتل کریں گے دجال کو قتل کرے گا امام مہدی قسطنطنیہ کو اور مالک ہوگا عرب و عجم کا اور بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے اور پیدا ہوگا مدینہ میں اور لوگ اس سے بیعت کریں گے خانہ کعبہ کے پاس اور مقام کے درمیان میں اور وہ اس پر راضی نہ ہوگا اور قتل کرے گا مرد سفیانی کو اور اس کا پناہ لیں گے اس کے پاس بادشاہ ہند کے۔

اور بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مانع سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں۔ اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً قادیان آتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کرتے ہیں اور امام مہدی کے صفات و خواص و علامات اس میں نہیں ہوا کرتے اور وہ جاہل ہوتا ہے کھلم کھلا۔ علوم دین و فتنہ و نحو وغیرہ فنون کی اس کو بوتک نہیں ہوتی۔ کلام الہی کی تفسیر اپنے پاس سے کرتا ہے

اور اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناتا ہے۔ اور اپنی مراد کے موافق تاویلات اور معنی کرتا ہے اور اپنے مریدوں کے لئے جو جو اعتقاد کی باتیں بتاتا ہے ان کا باطل ہونا لڑکوں پر بھی ظاہر ہے۔ اور جب امام مہدی کی شروط و علامات حدیث نبوی سے ثابت کی جاتی ہیں تو اس احادیث کو غیر صحیح کہتا ہے۔ اور جو حدیث اس کی اپنی اوصاف کے موافق ہوتی ہے اس سے دلیل لاتا ہے۔ اور جو اس سے مخالف ہو اس کو غیر صحیح کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ایمان کی کچی میرے ہاتھ میں ہے۔ جو کوئی مجھ کو مہدی سچا مانے گا وہ مومن ہے اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہے۔ اور اپنی بزرگی اور ولایت کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر افضل جانتا ہے۔ اور حلال جان ہے قتل کرنا علماء کا اور لہنا جزیہ کا۔ اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابو بکر صدیق اور کسی کا حضرت عمر اور کسی کا حضرت عثمان اور کسی کا حضرت علی ہے۔ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ کہتے ہیں۔ اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ میں ایک شخص غدار کا زب کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش کے بعض جلا وطن کئے گئے اور قتل کئے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد سے توبہ کر لی..... الخ اور عبارت یہ ہے ومنہ مہدی آخر الزمان ای الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلیٰ معہ ویقتلن الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملک العرب والعجم ویملأ الارض عدلاً قسطاً ویولد بالمدينة ویكون بیعتہ بین الرکن والمقام کرھا علیہ ویقاتل السفیانی ویلجاء الیہ ملوک الهند مغفلین الی غیر ذالک وما اقل حیاء واسخف عقلاء واجہل دنیا ودیانۃ قوما اتخذوا دینہم لہوا ولعباً..... الخ

(ص ۶۸۰، مکتبہ مجمع البحار)

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ یہ ساری قباحت اور ملامت کی باتیں مرزا غلام

امام اس کے مریدوں پر برابر آتی ہیں۔ اسی مجمع البحار میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے گا ہماری نبی ﷺ کی شریعت پر حکم کریگا۔ وفی حدیث علی تصفہ ﷺ ملک ای مبعوثک الذی بعثہ الی الخلق ای ارسلتہ وهو ای عمرو بن عبد یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث اللہ ملکاً فیبعث اللہ عیسیٰ ای ینزلہ من السماء حاکماً بشرعنا۔ (مختصر) ہم اگر خود بخود مجمع البحار کا جواب اس مسئلے میں دیتے تو مرزائی لوگ کبھی نہ مانتے مگر اب تو ماننا ہی ہوگا۔ کیونکہ ان کے ایک بھی یہ کتاب قابل سند ہے۔ ارے ملا جی نے تو اٹنی منہ کے بل کھائی۔ سر

خیر سب خیر گر خدا خواہد خیر مایہ دکان شیشہ گر سکت

اب مالکی مذہب کی معتبر کتابوں سے حیات مسیح اور جانا ان کا آسمان پر نقل کرنا اس تا کہ مرزائیوں کا سند لانا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر امام مالک صاحب کے مذہب سے ہی غلط ہو جائے۔ شیخ الاسلام انفرادی مالک نے ”فواکد دوائی“ میں تصریح کر دی ہے کہ امام اہل قیامت سے ہے عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔ اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطانی میں بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں: فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فانہ یحکم بشریۃ لسانہ ﷺ بالہام او اطلاق علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استبطا ہما من الکتاب والسنة ونحو ذالک۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں: فهو ﷺ وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فهو رسول ونبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض انه یاتی واحداً من هذه الامۃ بدون نبوة ورسالة وجہل انہما لا یروان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حی نعم ھو واحد من هذه الامۃ مع بقائه علی نبوته ورسالته..... الخ

دیکھو کیسا صاف لکھتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئے گا تو حکم کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر بذریعہ الہام کے کہ اس کے دل میں شریعت محمدی کے احکام ڈالے جائیں گے۔ یا رسول اللہ کی روح سے فیض حاصل کرے گا یا اپنا اجتہاد کر کے آیت اور حدیث سے مسائل نکالے گا اور امت محمدیہ میں محمد صاحب کا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوگا کیونکہ نبوت اور رسالت موت کے سبب سے زائل نہیں ہوتیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس کیسے زائل ہوں گی اس شخص سے جو کہ زندہ ہے۔ البتہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود باقی رہے نبوت کے رسول اللہ ﷺ کے امتی ہوں گے۔ جس کا ایمان کی غرض ہے اس کے لئے اسی قدر مابکی مذہب کی نقل کافی ہے اور ضدی بے ایمان کو دفتر بھی کم ہے۔

مذہب شافعیہ علامہ سیوطی جو کہ باوجود علم ظاہری کے علم باطنی سے بھی مشرف ہے اور مرزا غلام احمد اپنی کتابوں میں اس کا وصف و مداح ہے، ”کتاب الاعلام“ میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اللہ ﷺ کی شرع کے ساتھ حکم کرے گا۔ اسی کے ساتھ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی کے اوپر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور بحکم بشرع نبی و وردت بہ الاحادیث و انعقد علیہ الاجماع۔ اسی جلال الدین سیوطی نے قیامت کے علامات میں دلالت الارض وغیرہ علامات کو بھی ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کو جن باتوں کا صاف انکار ہے۔ (دیکھو رسالہ ”تف“ کے ص ۱۳۵) اسی علامہ سیوطی نے ”درمنثور“ میں حیات مسیح الی قرب القیامت اور نزول اس کا آسمان سے بحمدہ الترابی متعدد جگہوں میں ذکر کیا ہے کما صرح ابو الشیخ عن ابن عباس..... الخ اور تفصیل ص ۷۷ میں بھی ہے۔ اسی علامہ نے تفسیر درمنثور میں یہ بھی فرمایا ہے: عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ﴿إِنِّي

مَوْفِقُكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔ اور شیخ مقدیش علی وسطیٰ الشیخ السنوسی شافعی کی کتابوں میں جس کو ”فتاویٰ کالمیہ“ میں نقل کیا ہے بطور سوال و جواب کے ہے:

سوال: عیسیٰ ابن مریم جب کہ آخر زمان میں اتریں گے تو کیا حضرت کی امت میں سے ایک آدمی کی مثل ہوں گے اور مرتبہ رسالت و نبوت سے معزول ہوں گے؟

جواب: حضرت ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی امتی کی مثل ہوں گے اس شریعت پر چلنے میں، لیکن مرتبہ رسالت سے معزول ہونا، پس یہ ہرگز نہیں بلکہ انکا درجہ اور بھی زیادہ ہے۔ پہلے سے کیونکہ رسول اللہ کے دین و شریعت کو جاری کریں گے۔ اور فتنہ و فساد جو پہلے کا موجود ہوگا دور کریں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہوگا قرآن اور سنت کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قرآن شریف اور احادیث نبوی کی مراد واضح اور کشوف کر دے گا۔ وہ عبارت یہ ہے: الجواب مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطیٰ الشیخ السنوسی وهذا نصہ قوله کواحد من امتہ یعنی یکون کواحد منهم فی المشی علی شریعة محمد ﷺ واما نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده اللہ تعالیٰ رفع درجات وعلو مقامات حیث احی اللہ تعالیٰ بہ هذا الدین فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الكتاب والسنة ویکشف اللہ له الغطاء عن المراد من احکام کتاب اللہ وسنة رسول اللہ ﷺ..... الخ اور تاج الدین جلی شافعی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا اترنا آسمانوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر شافعی بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ”المشرب الوردی فی مذہب المہدی“ میں لکھا ہے: ان الحافظ ابن حجر سنن هل ينزل عیسیٰ علیہ السلام حافظا

للقرآن والسنة او يتلقاهما عن علماء ذلك الزمان فاجاب لم ينقل لم ذلك شيء صريح والذي يليق بمقامه عليه السلام انه يتلقى ذلك عن رسول الله ﷺ فيحكم في امته كما تلقاه عنه لانه في الحقيقة خليفة عنه.

شافعی المذہب امام یافعی کی ”روض الریاحین“ میں ہے کہ ”کس طرح خوف کروں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ ﷺ ہوں گے۔“ یہ حدیث شریف کے ایک لکڑے کا ترجمہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے اول میں میں ہوں اور عیسیٰ ﷺ جب آسمان سے اتریں گے تو وہ میری امت کے آخر میں ہوں گے۔ پس جب کہ دو پیغمبروں کے درمیان یہ امت رہی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔ ”منتخب النفاہ“ شیخ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ خوشخبری ہے امت محمد ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے، محمد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو۔ امام فخر الدین رازی جو شافعی مذہب کا بڑا مقتدا، فاضل ہے تفسیر کبیر میں جا بجا تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم حضری کے ساتھ آسمان پر پہنچائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے۔ وہ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ ”فتح المنان“، ص ۳۴۳، جلد ۲ میں ہے: وقد تواتر الاحادیث بنزول عیسیٰ ﷺ جسما اوضح ذلك الشوکانی فی مؤلف مستقبل يتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیره فی غیرہ وصحیح الطبری هذا القول. ووردت بذلك الاحادیث المتواترة. اے مرزا یونس عبارت میں احادیث متواترہ کا لفظ دیکھو اور اسلام لاؤ۔

امام نووی شافعی المذہب صحیح مسلم کی جلد اخیر ص ۴۳ میں نمبر ۷۵ والی حدیث اور

بہایۃ الابل لمن رغب کی عبارت طول طویل نمبر ۷۵ والی کو ملاحظہ کرو۔ امام اجل شیخ ابوالنصر محمد بن عبد الرحمن ہمدانی شافعی بھی اپنی کتاب سبعیات میں اس کے قائل ہیں کہ سنیچر یعنی شنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ﷺ کو ان کی قوم کے مکر سے بچا کر بواسطہ حضرت جبرئیل ﷺ کے آسمان پر بلا لیا۔ رسالہ ”تیغ غلام گیلانی“ کے صفحہ ۸۵ میں دیکھو، مفصل مذکور ہے۔ غرض کہ سب شافعی مذہب والوں کا یہی مذہب ہے۔ کہاں تک نقل کرتے جائیں؟ ایماندار کو اسی قدر بس ہے۔

مذہب امام احمد بن حنبل صاحب کا اپنا اور ان کے تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ ثولجہ امام احمد کی حدیث نمبر ۱۲ میں ابو ہریرہ سے اور نمبر ۱۳ کی اور نمبر ۳۱ کی سفیان سے اور نمبر ۳۹ کی حدیث مسند امام احمد کی اور نمبر ۶۱ والی حدیث امام احمد کی ابن عباس سے اور امام احمد کی ”کتاب الزہد“ کو ملاحظہ کرو۔ ابن تیمیہ حرافی نے اپنے مسائل میں لکھا ہے کہ آسمانوں پر چڑھ جانا آدمی کا عیسیٰ ﷺ کے بارے میں ثابت ہو گیا ہے کیونکہ وہ چڑھ گئے ہیں آسمان کی طرف اور قریب ہے کہ اتریں گے زمین کی طرف۔

اور عبارت اس مقام کی یہ ہے: وصعود الآدمی ببدنه الى السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم ﷺ فانه صعد الى السماء وسوف ينزل الى الارض وهذا ما توافق النصارى عليه المسلمین فانهم يقولون المسیح صعد الى السماء ببدنه و روحه كما يقوله المسلمون وكما اخبر به النبی ﷺ فی الاحادیث الصحيحة لكن قليلا من النصارى يقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر وكثير من اليهود يقولون انه لم يصلب ولم يقم من قبره واما المسلمون وكثير من النصارى يقولون انه لم يصلب

ولكن صعد الى السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصارى يقولون انه ينزل في الارض قبل القيامة وان نزوله من اشراط الساعة كما دل على ذلك الكتاب والسنة.

تفسير كثير من امام احمد بن حنبل في رواية منقول عن: وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شيبان عن عاصم لابي النجود عن ابي رزين عن ابي يحيى مولى بن عقيل الانصارى قال قال ابن عباس رضي الله عنه لقد علمت آية من القرآن **﴿وَأَنَّهُ لَعَلَّمُ لِّلسَّاعَةِ﴾** قال هو خروج عيسى بن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة مقصودا. قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابي حفصة عن الزهري عن حنظلة بن بجلي الاسلمى عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال ليهلن عيسى بن مريم بفج الروحاء بالحج والعمرة او ينيتهما جميعا (طريق آخر) قال للامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبأنا قتادة عن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال النبي ﷺ الانبياء اخوة العلات امهاتهم شتى ودينهم واحد واني اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن نبى بينى وبينه وانه نازل فاذا رايتموه فاعرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان خضران كان راسه يقطر وان يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوا الناس الى الاسلام ويهلك الله في زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنحاء مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات لاتضربهم فيمكث

اربعين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون.

حديث آخر قال الامام احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بنى ابراهيم وموسى عيسى عليهم السلام فتذاكروا امر الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لى بها فردوا امر الى موسى فقال لا علم لى بها فردوا امرهم الى عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الى ربي عز وجل ان الدجال خارج ومعى قضبان فاذا رانى ذاب كما يذوب الرصاص قال فيهلكه الله اذا رانى حتى ان الحجر والشجر يقول يامسلم ان تحتى كافرا فقتله قال فيهلكهم الله ثم ترجع الى بلادهم واوطانهم فعند ذلك يخرج ياجوج وماجوج الى اخر. رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن يزيد بن هارون عن العوام بن حوشب به نحوه.

حديث آخر قال الامام احمد حدثنا يزيد بن هارون حدثنا حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن ابي نضرة قال اتينا عثمان بن ابي العاص في يوم الجمعة يحدّث طويل في آخره يبارك في وينزل عيسى بن مريم عند صلوة الفجر يقول له اميرهم يا روح الله تقدم صل فيقول هذه الامة امراء بعضهم على بعض فيتقدم اميرهم حتى اذا قضى صلواته اخذ عيسى حربة فيذهب نحو الدجال فاذا راه الدجال ذاب كما يذوب الرصاص فيضع حربته بين ثنדותه فيقتله وينهزم اصحابه.

ایک اور حدیث دراز امام احمد نے ذکر کی ہے عبدالرحمن بن یزید بن جابر کے طریق سے اس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام بحینہ نہ ہنئیلہ مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو جو کام ہوں گے وہ سب بیان کئے ہیں۔

حدیث آخر قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري بن عبد الله بن ثعلبة الانصاري عن عبد الله بن زيد الانصاري عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد اولى جانب لد. رواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة عن حديث الليث والاوزاعي تلاشتهم عن الزهري عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة عبدالرحمن بن يزید عن مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل عيسى ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذي عن قتيبة عن ليث وقال هذا حديث صحيح. حديث آخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابي الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاري اشرف علينا رسول الله ﷺ من غرفته ونحن نذكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتى تروا عشر آيات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج و ماجوج ونزول عيسى بن مريم والدجال وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف جزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن سوق او تحشر الناس نبئت معهم حيث باتوا وتقبل معهم حيث قالوا رواه مسلم ايضا من روايته عبد العزيز بن رفيع.

غرض کہ حیات عیسیٰ ابن مریم اور نزول ان کا بعینہ آسمان سے احادیث متواترہ

۱۲۰۰ ات ہے وقد تواترت الاحادیث من رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا (ابن کثیر)

اور حنفی مذہب کے سارے علمائے کرام کا یہی مذہب ہے عیسیٰ علیہ السلام زندہ بحسم لای آسمان پر ہیں اور قبل قیامت کے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ بعض لوگوں کے نام قبل اس سے مذکور ہیں اور ”رسالہ تنبیہ“ میں بھی ذکر کی ہیں۔ فقط ایک ”شامی“ کی عبارت ملا جی کیلئے نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ اس نے بھی ”ہدایت المہجدی“ کے ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳

یحکم بمذہب ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وان کان العلماء موجودین فی زمنہ فلا بد لہ من دلیل ولہذا قال الحافظ السیوطی رسالۃ سماھا الاعلام ما حاصلہ ان ما یقال انہ یحکم بمذہب من المذہب الاربعۃ باطل لا اصل لہ و کیف یظن بنبی انہ یقلد مجتہدا مع ان المجتہد من احاد ہذہ الامۃ لا یجوز لہ التقلید وانما یحکم بالاجتہاد او بما کان یعلمہ قبل من شریعتنا بالوحی او بما تعلمہ منها وهو فی السماء او انہ ینظر فی القرآن فیفہم منہ کما کان یفہم نبینا ﷺ۔

شامی کا ماننا بھی ناجی پر ضروری ہے اور پھر شامی نے نقل کیا ہے امام سیوطی سے اور وہ باقرار مرزا غلام احمد فاضل ظاہری و باطنی ہے۔ اور اس کی صفت مرزا نے جابجا ”ازالۃ الاوهام“ وغیرہ میں کی ہے کما سیاتی فیما یاتی اور یہی مذہب ہے امام صاحب اور امام ابو یوسف و امام محمد صاحب و امام زفر و حسن بن زیاد وغیرہ جمیع حضرات مجتہدین و مرتبین کا احناف میں سے جیسا کہ صد ہا کتابوں میں موجود ہے۔ امام صاحب کی خود فقہ اکبر میں موجود ہے: وخروج الدجال ویا جوج ماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ ﷺ من السماء وسائر علامات یوم القیامۃ علی ماوردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔

دیکھو فقہ اکبر وغیرہ صد ہا کتابوں میں چاروں مذہب کے امام و علماء اسی عیسیٰ بن مریم ہی کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ کسی کتاب قوی یا ضعیف میں نزول بروزی اور مثیل کا نام تک نہیں اگر سچے ہوں تو مرزائی تین سو تیرہ مل کر کسی آیت یا حدیث ضعیف ہی میں یا کسی عالم جید کے قول میں دکھادیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم سے مراد نزول اس کے مثیل

انہ ہو کہ غلام احمد ہے یا دوسرا کوئی۔ ہرگز قیامت تک نہ دکھائیں گے ہم کو مرزائیوں کا علم کلام ہے۔ علوم آلیہ میں مہارت تو درکنار ابتدائی صرف و نحو میں نوآموز ہیں: مگر انہ اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں ہولہ اور علاوہ ان کے اور آئمہ و علمائے عظام بھی وفات عیسیٰ ﷺ کے قائل ہوئے ہیں بل ابن حزم و ابن القیم وغیرہ وغیرہ کے۔

جواب: اول یہ کہ محض دروغ بے فروغ کہتے ہو بلکہ آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصانیف میں نزول مسیح مع دیگر امور کے موجود ہے۔ جس سے صاف عیسیٰ بن مریم کا اترنا آسمان سے مذکور ہے اس کے مثیل کا تو ذکر بھی کہیں نہیں اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی و عبداللہ بن مسعود و ابو ہریرہ و عبداللہ بن سلام و ساج اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور امام احمد اور ابن حبان اور بخاری و ترمذی و سائی ابوداؤد و طبرانی و عبد بن حمید و بیہقی و مصنف ابن ابی شیبہ اور جابر و ثوبان و عائشہ صدیقہ و غیرہ واری اور حاکم اور ابن جریر و ابن کثیر اور ابی حاتم و عبد الرزاق و قتادہ و شرح ازالہ و سعید بن منصور و اخلق بن بشر و ابن عساکر و ابن ماجہ و ابن مردویہ اور ابو نعیم و شیخ سیوطی و علامہ سی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور شیخ اکبر صاحب فتوحات و مجدد وقت امام ربانی و سائر صد فیہ کرام اور ابن سیرین وغیرہ کل علماء و فقہاء و اصولیین وغیرہ کا آج کے روز تک اجماع ہوا آیا ہے کہ عیسیٰ ﷺ بحسدہ الاصلی لا بمثلہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہی عیسیٰ ﷺ مرفوع قتل از قیامت اتر کر یہود وغیرہ فرقیائی مصلہ و گمراہ کا منہ کالا کریں گے اور جن کے نصیب میں ایمان ہوگا ایمان لائیں اور اس پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اور ابن حزم و ابن قیم کا قول یموت عیسیٰ اول تو یہ کہ ان کو اجتماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا

کیونکہ وہ اگرچہ بظہر آیات "توفی" وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا حاشیہ جلالین میں ہے و تمسک ابن حزم بظاہر الآیة وقال بموته مگر لحاظ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ اور ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ اور احادیث نزول کے پھر عند الرفع حیات مسیح کے بالضرور قائل ہیں کیونکہ در صورت تسلیم "احادیث نزول" یا تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عند الرفع زندہ جانا جائے کوئی چارہ نہیں، ہاں در صورت انکار احادیث نزول یا عدم فہم معنی آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ کے بے شک عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔

لہذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں عالموں کے "احادیث نزول" کا انکار اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح برفع روحانی متعلق آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ کے ثابت کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک اس کو مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو کہ قائلین موت مسیح کو قبل از رفع مثل ابن حزم اور ابن قیم کے اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتیں، دیکھو انہی لوگوں کی کتابوں کو اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی کتابوں کو کہ سب کے سب "نزول من السماء" کے قائل ہیں اُس عیسیٰ بن مریم کے نہ کہ اس کے مثیل کے۔ اور دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عند الرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی ضرر نہیں اس واسطے کہ ابن حزم فاسد العقیدہ بد مذہب ہے اکثر علماء نے اس پر فتویٰ کفر کا دیا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کے کفر پر کل امت کا اجماع ہے سوائے ابن حزم کے۔

درمختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے "من شک فی کفرہ وعذابه فقد کفر"۔ اسی

ابن حزم مدیم الحزم فاسد العزم نے کتاب "المسلل والخلل" میں لکھا ہے کہ "پروردگار اپنا بیٹا پیدا کر سکے تو وہ عاجز ہو جائے گا"۔ اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کیلئے "صحیح" کی مسند حدیث کو رد کر کے موضوع کہہ دیا۔ دیکھو "الطالب الولیہ" سیدنا عبد الغنی ابن ابی اور ابن حجر کی "کف الرعاع" اور نووی شرح مسلم کو۔ پس ابن حزم کا تو یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں میں اجماع کے خلاف کیا اور الگ راہ چلا۔ تیسرا یہ کہ مرزا ابن حزم سے یہ تو ایسا ہے مگر اس کے مذہب پر بھی قرار نہیں پڑتا۔ کیونکہ ابن حزم نے خود معراج کی حدیث بیان کی ہے۔ جس میں کی ویشی نمازوں کی واقع ہے۔ (بخاری ص ۴۷۱) حالانکہ مرزا ابن حزم اپنی اس حدیث کی موضوع کہتے ہیں یہاں ابن حزم کو بھی رخصت کر گئے۔ اور ابن حزم کا حنبلی ہے اس کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں کما مر۔

اور ابن قیم کا اپنا مذہب خاص بھی یہی ہے کہ بعد چند ساعت کی موت کے زندہ ہونے کے "مرفوع علی السماء" ہو گیا۔ جن جن فضلاء ہندو پنجاب نے مرزا کا رد لکھا ہے انہوں نے ابن قیم کا یہی مذہب بیان کیا ہے جیسا کہ "حجة الله البالغة" میں بھی ہے۔ خود ابن قیم کے استاد ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر تھے اور پھر وہی بعینہ لا یشکلہ آئیں گے کما مر۔ ابن قیم اس قدر بڑا آدمی نہیں جو کہ اپنے امام سے ایسے اعتقادی مسئلہ میں مخالف ہو سکے اور بصورت مخالف ہونے کے بمقابلہ اس کے استاد ابن تیمیہ اور صاحب مذہب امام احمد کے اس کا قول غیر معتبر ہے اور ابن قیم بھی اس مسائل میں خلاف اجماع امت مرحومہ چلتا ہے مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے۔ چنانچہ اعتقادات سے بعض باتیں یہ ہیں خدا بر عرش نشستہ و بر کرسی پائے

نہادہ وکرسی ازاں آواز می کند، وطلاق حائض واقع نمی گردد۔

قولہ: ص ۹ فی الواقع دجال ایک گروہ کا نام ہے قرآن وحدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ ”سورۃ المؤمن، رکوع ۶، میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ”فتح الباری“ میں ہے: وقد وقع فی تفسیر البغوی الدجال المذكور فی القرآن فی قوله تعالیٰ ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ان المراد بالناس هنا الدجال پس قرآن کریم میں ”لفظ“ناس“ سے ”دجال“ مراد لیا گیا ہے یعنی ”دجال“ کی لفظ ”ناس“ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے یہ دال ہے اس پر کہ دجال فی الواقع شخص واحد نہیں ہے بلکہ ذوا افراد ہے۔ کیونکہ لفظ ”ناس“ بھی ذوا افراد ہے کہ معنی اس کے مطلق آدمی کے ہیں اور حدیث میں بھی اشارہ ”دجال“ کے جمع ہونے کے طرف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۱۷۴ میں ہے ”یُخْرَجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالٌ يَخْتَلُونَ الدُّنْيَا بِالْدِّينِ“ (الحديث) کیونکہ اس حدیث میں ”دجال“ کیلئے فعل جمع جو لفظ ”يَخْتَلُونَ“ ہے، لایا گیا ہے۔

الجواب: اول: اہل سنت وجماعت خود قائل ہیں کہ دجال معنی وصفی بھی ہے جو کہ بہت سے شریوں فساد یوں پر صادق آتا ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دجال کوئی اور شخص واحد نہیں ہے۔ لفظ کے ذوا افراد ہونے سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے لحاظ سے کسی شخص خاص کا علم ہو کہ دجال نام شخصی بھی ہے اور وصف بھی ہے۔ اگر دجال سے مراد فساد اور شریر اور بے دین لوگ ہیں تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ بیت المقدس وکوح طور میں داخل نہ ہوتے۔ کیونکہ احادیث میں دجال کے داخل ہونے کی ان جگہوں میں نفی آچکی ہے پس جب کہ شریر لوگ ان جگہوں میں ہر زمانے میں بکثرت رہتے

ہے، معلوم ہوا کہ دجال شخصی ان سے مراد نہیں اور وہی احادیث میں مراد ہے یعنی دجال کسی جو سب دجالوں کا پیشوا اور شخص خاص ہے ان مقاموں میں داخل ہوگا اور اسی کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور اس آیت میں ”ناس“ بمعنی دجال ایک صفت عامہ فلا فائدة المستدل ولا ضرر لنا۔ خود ہی ملاجی نے ”ہدیت المہدی“ میں لکھا ہے بحوالہ صراح، دجال نام مسیح کذاب وگروہ بزرگ دجالہ مثلاً۔

ملاجی کا حافظ اپنے پیر کے حافظ کی طرح نکما ہے۔ اپنی کتاب میں بھی اس کو یاد ہے کہ دجال ایک شخص کا نام بھی ہے۔ دجال کے بارے میں جو جو احادیث میں سے ”کنز العمال“ کا حوالہ قادیانی کو کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گیا ہے اور قریب قیامت کے اترے گا دیکھو ”کنز العمال“ کو۔ اس مسئلہ میں لکھتا ہے: اور بہت حدیثوں میں جو دجال کو شخص واحد سے تعبیر کی گئی ہے یہ اس سے کہ اس گروہ کا سردار اور افسر شخص واحد ہوگا۔ اب اس عبارت میں بھی صاف اقرار ہے کہ دجال شخص واحد ہے شرارتیوں کے گروہ کا سردار۔ پس ملاجی نے بعینہ ہمارا دعویٰ مان لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے سوال کیا حضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا اور آپ نے مجھ کو فرمایا کہ ”تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا حضرت ﷺ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں آچکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں دجال کا چرچا بہت تھا جیسا کہ حدیث کے مکتوے ”انہم یقولون“ سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر دجال سے مراد شرارتی لوگ تھے تو اس کی اس قدر توضیح اور بار بار دریافت کی کیا

ضرورت تھی؟ شرارتیوں کو تو خود ہر کوئی جانتا ہے اور یہ ہر زمانے میں بکثرت ہوتے ہیں۔
عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی
کبھی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا: سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا
نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا لیکن میں تم کو اس کے بارے میں ایسی بات کہوں
گا جو کسی نبی نے نہیں کہی، جان لو کہ وہ دجال کا نا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔
(بخاری و مسلم)

ذرا ذرا بات رسول اللہ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمادی تھی تو اگر ”دجال“ کے بارے میں
میں اور ”نزول عیسیٰ“ میں کچھ اور بھی مطلب تھا جو ظاہر عبارت کے مخالف ہے تو ضرور
بیان فرماتے پس جب کہ بیان نہ فرمایا تو معلوم ہو کہ جس دجال میں نزاع ہے وہ دجال وہ
ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے اور نزول عیسیٰ سے مراد نزول اسی بن مریم
بن مریم کا ہے نہ نزول بروزی یعنی نزول اس کے کسی ہم مثل کا۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿إِنَّهُ هُوَ الْوَحْيِيُّ يُوحَىٰ﴾ وقال الله تعالى ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ
مُبِينٌ﴾ ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ صحیح بخاری میں ہے:
اتيتكم ببضاء نقية. یعنی میں تمہارے پاس سفید اور صاف شریعت لایا ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے ان بعض المشركين قالوا المسلمان لقد علموا
نبيكم كل شيء حتى الخرافة قال اجل وقال ﷺ تركتكم على البيضاء ليل
كنهارها لا يزيغ عنها بعدى الا هالك وقال ماتركت من شيء يقر بكم الى
الجنة الا وقد حدثتكم به ولا من شيء يبعدكم عن النار الا وقد حدثتكم
عنه. یعنی بعض کافروں نے کہا کہ تمہارے نبی نے تم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں

کہ ہول و ہراس کا طریقہ بھی۔ مسلمان نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ شریعت کو
میں صاف تمہارے پاس میں نے چھوڑا ہے کہ اس کی رات مثل اس کے دن کے سفید ہے
میں سے کوئی کج رو نہ ہوگا مگر ہلاک ہونے والا اور جو چیز کہ تم کو جنت کی طرف قریب کرے
وہ دوزخ سے دور کرے وہ میں نے نہیں چھوڑی مگر بیان کر دی ہے۔ ہاں مکاشفہ اجمالی
نے اجمال میں بعض لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

اس کی تفصیل سنو کہ جو مکاشفہ اجمالی ہوتا ہے وہ تعبیر و تفسیر طلب ہوا کرتا ہے یعنی
اسے بیان کی تفسیر دوبارہ ہو جایا کرتی ہے اور جو مکاشفہ تفصیلی ہوتا ہے اس میں پھر تفسیر اور تعبیر
کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت ﷺ نے جو کہ مرض و با کو بصورت عورت گردا گرد دینے
اورہ کے پھرتے دیکھا تھا یہ مکاشفہ اجمالی تھا کہ دیکھا تھا کچھ اور ظہور میں آیا کچھ اور۔ پس
مرازا اس اجمالی مکاشفہ پر کل مکاشفات تفصیلیہ کو قیاس کر کے تاویل کرتا جاتا ہے اور یہ
باطل ہے اور بعض جگہ امر مستبعد عقلی کو جیسے صعود علی السماء اور حیاة علی السماء
اور اختیارات دجال کو محال عقلی سمجھ کر انکار کر جاتا ہے۔ حالانکہ مستبعد عقلی و محال عقلی میں دن
یا رات کا فرق ہے۔ نبی کی تعبیر میں بقاء علی الخطاء ناممکن ہے کیونکہ یہ امر نبی کی عصمت کو باطل
کر دیتا ہے۔ اب سمجھ لو کہ ”احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام“ و خروج دجال و مہدی مکاشفات
تفصیلیہ“ میں سے ہیں جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے بناء علی هذا.

اگر احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام و خروج دجال مکاشفات اجمالیہ سے ہوں تو
ہماری عمر باقی رہنا غلط بیانی اور ”خطاء فی التعبير“ پر معاذ اللہ آپ کی عصمت کو سخت مضر
دگا پس ضروری ہے کہ مکاشفات تفصیلیہ میں ذرا قدر فرق بھی نہ آئے گا۔ حضور کی پیشین
گوئیاں جو از قبیل مکاشفات تفصیلیہ کے ہیں ان کو کتب صحاح و سیر سے اگر ملاحظہ کیا جائے

تو ہو بہو بالکل جیسے حضرت فرما گئے ایسے ہی واقع ہو چکیں ہیں اس میں ہر مسلمان کو بہت چنگلی اور حضرت کے فرمودہ پر بہت سخت تصدیق چاہیے ورنہ ایمان کا ایک رکن بلکہ کل ایمان جانا رہے گا۔ ہم اہل اسلام تو ایمان رکھتے ہیں اس پر کہ جو کچھ رسول اللہ نے قرآن سے کہا اور بیان فرمایا اور ہمارے تک براہ اعتبار و امانت پہنچ گیا اس کو ایسے ہی ہونا ہوگا۔ اس میں سرمو بھی تفاوت نہ ہوگا۔ ہم اپنی گندی تاویلوں سے باز رہیں گے۔ جو اس وقت سے لے کر آج کے روز تک کل امت مرحومہ کا اعتقاد ہے وہی ہمارا ہے۔ ساری امت کو غلطی پر کرنے والا پختہ گمراہ ہے۔ (دیکھو دواشی شرح عقائد)

اب رسول اللہ ﷺ کی چند پیشگوئیاں تحریر کرتا ہوں۔ ام حرام صحابیہ روایت کرتی ہے کہ آنحضرت قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں، میں نے تبسم کا باعث عرض کیا تو فرمایا کہ میں منتخب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں سے کرے حضرت نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے۔ (بخاری) اور اس کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرس کے ہوا۔ ان ایام میں ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک لشکر دریا کا جنگ کریگا اور ان سے جنت میں داخل ہونے کا عمل صادر ہوگا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں تو حضرت نے فرمایا تو ان میں سے ہے بعدہ آپ نے فرمایا میری امت سے ایک لشکر قیصر کے شہر کا جنگ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا نہ۔ (بخاری)

عن عمیر بن الاسود الحسنی حضرت عثمان کے حق میں رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ کہ فلاں فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو سورہ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (حاکم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ جب تک تو امیر نہ بنایا جائے گا وفات نہ پائے گا اور پھر رنگیں کی جائے گی ریش سر کے خون سے۔ (احمد)

امام حسن کی شہادت اور امام حسین کے قتل سے خبر دی اور واقعہ حرہ اور خروج مہد اللہ بن زبیر اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے اور واقعہ مہر واں سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سر جوئی کے فرماتے تھے کہ صدق رسول اللہ ﷺ صدق رسول اللہ ﷺ۔ (احمد)

اور خبر دی حضرت نے ترکوں کی بادشاہی سے طبرانی والیونعیم، ابن مسعود، اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی۔ (خاص)

اور فرمایا حضرت ﷺ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازو کو ملا حفظ فرما کہ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسری کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

اور ایک یہودی کو فرمایا حضرت نے جو کہ بنو ابی الحقیق سے تھا کہ کیسا حال ہوگا تیرا جب کہ تو نکالا جائے گا خیبر سے؟ پھر اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے نکال دیا تھا حذیفہ کہتے ہیں کہ قسم

ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سب مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک خبر دی ہے اور پہنچتا ہے عدد ان کا جو ساتھ اس کے ہوں گے سو سے زائد کو، ان کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام سے بھی خبر دی ہے۔ (جنت اللہ اہلہ) اب غور کرو کہ ان لوگوں سے اور ان کے سوا کے صد ہا پیشین گوئیاں ہیں جو مکاشفات تفصیلیہ کی قسم سے ہیں خاص یہی زمان و مکان واسامی مراد ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں بعینہ نہ ان کے ہم صورت اور مثیل۔ پس حضرت عیسیٰ خبر میں اس کا مثیل کہاں سے آگیا ہے۔

ع بے حیا باش و ہر چہ خواہی گو

خلافت عثمانیہ اگر چہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمان رضی اللہ عنہ وہی عثمان ہیں نہ کوئی دوسرا مثیل ان کا۔ غرض کہ مکاشفات تفصیلیہ میں جو لوگ بقید اپنے اسماء کے مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسواء اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر مستحذر ہے تعبیر طلب ہیں اور وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کل کلام کا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منوط بقدر حقیقت ہے۔ لفظ یختلون الدنیا بالدین کے جمع ہونے سے دجال کے ذوافراد ہونے پر دلیل پکڑنی ایسی باطل ہے جیسے کہ مولوی امروہی نے دلیل پکڑی ہے۔ اس نے اپنی ”کتاب شمس بازغہ“ کے ص ۳۰۵ میں لکھا ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے: وقيل لانه يغطي الارض بكثرة جموعه۔

اقول: مولوی امروہی کی یہ بے فکری ہے کہ ”لانه“ کی ضمیر کو خیال نہ کیا جس سے دجال واحد شخص مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں؟
قولہ: صفحہ ۱۰ میں حالانکہ خروج دجال کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے جن کا علم بخبر

باری تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تفسیر ”معالم التنزیل“ میں مٹی السنہ امام بغوی کے ہے والمتشابه ما استأثر الله تعالى بعلمه لا سبيل لاحد الى علمه نحو الخبر عن اشراط الساعة وخروج الدجال اور امام جلال الدین سیوطی نے بھی ”اتقان فی علوم القرآن“ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ حیث قال والمتشابه ما استأثر الله بعلمه كقيام الساعة وخروج الدجال۔

اقول: ان عبارتوں سے قادیانی بنگالی کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مراد ان سے یہ ہوا کہ قیام قیامت اور خروج دجال کا بعینہ کون سے برس، کون سے مہینے، کون سے دن میں ہوگا؟ یہ امر متشابہات اور مغیبات سے ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس خروج دجال اور نفس قیام قیامت متشابہات میں سے ہے۔ یعنی یہ مطلب کہ معلوم نہیں کہ قیام قیامت کیا چیز ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو قیام قیامت یعنی قیامت کے آنے سے انکار ہوا۔ حالانکہ آیات واحادیث واجماع امت و قیاس جمیع امامان دین اور اعتقاد کل مؤمنین کے مخالف ہے اور صاف کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر اور منشور کی عبارت کو دیکھو جو ہم نے اس سے قبل لکھ دی ہے کہ کیسا صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بیان کرتے ہیں اور دجال کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کا مرنا بھی ذکر کیا ہے۔ حیث قال ان الدجال خارج ومعنى قضيبان۔ اور ایسا ہی ”تفسیر اتقان“ میں ہے مگر اندھوں کو آفتاب جہاں تاب سے کیا فائدہ ہے؟

اور اسی علامہ نے اسی در منشور میں بھی فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی پس قیامت کا ذکر کیا سب نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس ذکر کو رد کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو علم نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

رد کیا تو انہوں نے کہا کہ وقوع قیامت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ فقال عیسیٰ وجبتہا فلا یعلم بہا احد الا اللہ عزوجل وفيما عہد الی ربی ان الدجال خارج ومعنی قضیبان اس عبارت میں ”وجبتہا“ کا معنی ”وقوعہا“ ہے۔ مراد اس سے بھی نفی تعین یوم بالخصوص کی ہے جیسا کہ آیات صریحہ میں موجود ہے اور خود مشکوٰۃ وغیرہ صحاح کی کتب میں بکثرت وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ سے عرض کیا۔ متی الساعۃ قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ نے جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم۔

پس اس سے مراد بھی بالخصوص تعین یوم وزمان کی نفی ہے اگر یہ مطلب نہ ہو جو میں اور جملہ اہل اسلام کہتے ہیں تو کل احادیث و کتب آئمہ دین اور خود امام سیوطی کی تصانیف میں ایسے تدافع اور تعارض اور تناقض ہوں گے کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے کیونکہ کسی جگہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور قیامت کا آنا بیان کیا اور کسی جگہ ان کو تشابہات سے کہہ کر انکا انکار ثابت کر دیا نعوذ باللہ منہما۔ ہم کل مسلمان اہل سنت و جماعت بلکہ شیعہ و رافضی و وہابی بھی ایمان تفصیلی میں ”آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر“ پڑھتے ہیں مگر قادیانی لوگ ”والیوم الآخر“ سے منکر ہیں اسی واسطے بنفس قیام قیامت کو تشابہات سے کہتے ہیں۔ مرزا نے خود ناکل ”ازالۃ الاوصام“ کے صفحہ دوم میں لکھا ہے میں ایک مسلمان ہوں آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و بعث بعد الموت۔ بلنظ استغفر اللہ بے علموں کو کیسا سخت مغالطہ واقعہ ہوا کہ جس کے سبب سے آیات بیانات و ہزار ہا احادیث سے انکار کرنا پڑا۔

اور ایسا ہی حال ہے تفسیر معالم التنزیل کا اور امام بغوی کا اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کے

بارے میں اہل سنت و جماعت کی مثل ہے اس سے سند لانی مرزائیوں کو سخت مضرب ہے اس نے تو ابوشریح انصاری سے ”دابة الارض“ کے نکلنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے حالانکہ مرزا ”دابة الارض“ سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ ”دابة الارض“ کوئی خاص جانور نہیں بلکہ اس زمانہ کے علماء ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری و ابن کثیر و فتح البیان تو خود موجود ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود رہتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ و هذه عبارتہم کان معہ لازما فی جمیع الاحوال حتی رفع مع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء۔

قولہ: کیونکہ اگر واقعی اسی صورت پر دجال معبود ظاہر ہو جائے تو العیاذ باللہ قرآن و حدیث کا باطل ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ ”ام القرآن“ یعنی سورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفسد و مخرّب دین قوم یہود و نصاریٰ سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور ام القرآن میں اس کی طرف اشارہ ہوتا ورنہ ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جاتا ہے۔

اقول: ملاجی کا مطلب یہ ہے کہ الحمد میں ﴿غیر المَغضُوبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور کل مفسد و مخرّب دین کے انہیں دونوں فرقوں میں سے ہوں گے حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے کیونکہ فرقہ قادیانی وغیرہ مقلدین و مجوسی و دہریہ و قرآنیہ و بیچریہ و شکی و رافضی و شیعہ اعلیٰ قسم کے مخرّب دین و مفسدین سے ہیں حالانکہ یہود و نصاریٰ سے باہر ہیں۔ اور ”ام القرآن“ میں مذکور نہیں۔ اور صداہا احکام نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و مزارعت و نکاح و طلاق و بیع و عتاق وغیرہ ”ام القرآن“ میں کوئی نہیں۔ کیا اس سے ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جائے گا؟ یہ کیسی عندیہ باتیں ملاجی نقل کر رہا ہے۔

قوله: صفحہ ۱۱ اور یہود سے دجال معبود کا آنا تو قولہ تعالیٰ ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمِذْلَةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ وغیرہ سے باطل ہے۔

اقول: یہود کا خوار و ذلیل ہونا جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز باں کرو فرخانی دعویٰ کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اس کا چند روزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشین گوئی کو مضرت نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ”ہیش میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک“۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اٹھائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کو اور اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔ جیسا کہ خود اس جواب کو ”حجة الله البالغة“ میں لکھا ہے۔ اب جو کہ بعض جگہوں میں بعض یہود ملکوں کے ولی اور رئیس ہیں نصاریٰ کے قریب قریب تمام روئے زمین کی سلطنت کر رہے ہیں تو کیا آیات واحادیث میں جو کہ ان کی ذلت وارد ہے وہ بیجا اور غلط ہے؟ نہیں بلکہ مقصود شارع یہ ہے کہ یہ چند روزہ شان وشوکت کا کوئی اعتبار نہیں اعتبار نتیجہ اور خاتمہ کا ہے۔ المعبرة بالخواتیم۔ یہ اعتراض بھی مرزائیوں کا غلط ہوا۔

قوله: اور تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ کے قوی ہیکل دجال کا نکل آنا بھی صحیح مسلم وغیرہ کے سو برس والی حدیث سے باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول قبل ان يموت بشهر تسألوني عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما على الارض من نفس منقوسة ياتي عليها مائه سنة وهي حية يومئذ وعن ابن مسعود لا ياتي مائة سنة

وعلى الارض نفس منقوسة اليوم. (رواه مسلم)

الجواب ۱..... ہم نے ”رسالہ تنبیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی“ میں خوب تحقیق سے تحریر کر دیا ہے کہ آیت ﴿بَلْ دَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ کی محکم ہے رفع جسمی میں، لہذا اہل لسان اور عاوردہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف ہی مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو شخص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿فَإِذَا خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اور مامن نفس منقوسة وغیرہ۔

۲..... جس وقت یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اس وقت حضرت عیسیٰ ﷺ زمین پر موجود نہ تھے بلکہ آسمان پر تھے پس حدیث کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو کہ اس وقت زمین پر تھا پس ”علی الارض“ کی قید سے عیسیٰ ﷺ نکل گئے۔ وھذا ظاہر جدا۔

۳..... یہ حکم حدیث کا کلی نہیں بلکہ جزوی ہے کیونکہ اس وقت تو زمین پر خواجہ خضر اور الیاس علیہما السلام زندہ موجود تھے اور باتفاق اہل باطل و اہل کشف اب تک زندہ ہیں اور اصحاب کہف جو کہ اس وقت غار میں تھے جن کو غار میں جانے کے اس وقت ۳۰۹ برس ہو چکے تھے اور اب تک ۱۱۳۳۰۶ اور بھی گزر چکے ہیں۔ پس ان احادیث سے عیسیٰ ﷺ کی موت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی خاک میں مل گیا۔ اور صحیح مسلم کا حوالہ دینا تو تم کو کوئی مفید نہیں بلکہ وہ تو تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ (دیکھو صحیح مسلم)

مطبع انصاری کے جلد اول، ص ۸۷ نزول عیسیٰ ابن مریم ﷺ اور جلد ۲، ص ۳۹۲ میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کر کے لوگوں کو اس کا خون نیزہ پر دکھائیں گے

اور جلد ثانی کے صفحہ ۳۹۹ میں ہے کہ دجال کو اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا اختیار دے کر لوگوں کی آزمائش کرے گا جیسا کہ زندہ کرنا مردوں کا اور دوزخ و جنت اور دو نہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور آسمان کا اس کے امر سے بارش برسانا وغیرہ وغیرہ پھر عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت اور جمیع محدثین اور فقہاء وغیرہ کا ہے اور خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے خلاف ہیں اور بوجہ یا جوج ماجوج کے حضرت عیسیٰ کا ایک جگہ میں بند ہونا۔ ص ۴۰۱ اور ص ۴۰۳ میں ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کا بالکل صحیح اور حق پر ہے۔ عقل اور شرع میں اس کو کوئی شے باطل نہیں کرتی۔ ان سب میں دوسرا دجال حقیقی شخص اور واحد اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے۔ مثیل عیسیٰ کا تو اشارہ قدر بھی نہیں ہے۔

قولہ: اور علاوہ ما ذکر سے دجال معبود میں ایسی ایسی صفتیں بھی تسلیم کی گئیں ہیں کہ کسی نبی اور اولوالعزم میں ایسی صفتیں پائی نہیں گئیں بلکہ بعض بعض خدائی صفتیں بھی دجال میں مانی گئی ہیں مثل عالم الغیب ہونے والی امانت کے۔ پس ایسا دجال خیالی کا آنا بحکم قرآن عظیم و احادیث رسول کریم ﷺ کے یکسر باطل ہے کما لا یخفی۔

الجواب: غیب کا علم جاننا بالذات بلا کسی ذریعہ سے اس طور پر کہ ذات عالم کی خود بخود مبدأ انکشاف ہو جائے یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے اور علم غیب کا جاننا بواسطہ وحی یا الہام اور القاء فی القلب اور کشف القلوب اور بذریعہ قرآن کی یہ خاصہ خداوندی نہیں بلکہ یہ علم اس پہلے علم کا مقابل ہے یہ نیک بندوں کو چنانچہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ بزرگان دین کو دیا گیا ہے اس کا تحقیق ضرور بندوں میں ہونا چاہے لاقبضاء المقابله صدہا احادیث و اقوال و مذاہب اس پر موجود ہیں کہ علم غیب بندگان خدا کو دیا گیا ہے۔ پس اس وقت دجال کو بھی

علم غیب واسطے ان بندوں کے دیا جائے گا جیسا کہ کاتبوں اور برہمنوں کو بعض امور کا علم حاصل ہے بوجہ پابندی قواعد جفر و رمل کے اور بعض کو بذریعہ اخبار جن حاصل ہوتا ہے یا فی الحدیث و کتب العقائد ایسا ہی کسی مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا باذن پروردگار یہ دونوں کو حاصل ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف میں وارد ہے ﴿وَأُبْرِئُ الْأَكْمَنَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَانفِخْ بِمِثْقَلِكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ﴾..... الخ ترجمہ ”اور میں تجھ کو خدا اور زاد اندھے اور بدن کرے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تم کو خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو خروں میں اٹھا رکھتے۔“

اور خواجہ خضر علیہ السلام نے جو کہ ایک لڑکے کو باذن پروردگار مار ڈالا تھا باشارہ اپنی اہلی کے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ﴿أَفَقُلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ اور اس قسم کا اختیار امانت کا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بہت صادر ہوا ہے اور ہوگا۔ خود امام مہدی صاحب اپنے خلافت کے وقت میں کئی مردوں کو زندہ کر کے پھر ان کو مار ڈالیں گے باذن پروردگار۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مقتول کا قاتل معلوم نہیں ہوتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے ذبح کر کے اس کا کوئی اندام میت پر مار دو میت زندہ ہو کر قاتل اپنا بتائے گا پس بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی زبان یا دائیں ران اس کی یا کان اس کا یا دم اس کی مقتول پر ماری..... الخ سورۃ بقرہ میں یہ قصہ موجود ہے ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُخَيِّ اللَّهُ الْمَوْتَى﴾ کو پڑھو۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں خود قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مارا اور وہ ایک سو برس کے بعد پھر زندہ ہوا۔ ﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ

وَهِيَ خَاضِعَةٌ عَلَى عُرْوَتِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَٰذَا اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ بَارِئًا
عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَيَّ
طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ يَعْنِي ”جب کہ عزیر علیہ السلام ایک ویران شہر
گزرے تو بطور استبعاد و تعجب کے کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شہر کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ
کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ملکہ دکھانے کے لئے عزیر علیہ السلام کو سو برس تک
مردہ رکھ کر زندہ کیا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا، تو عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا کچھ
کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو ایک سو برس تک یہاں مرا ہوا رہا اپنے طعام اور پانی کو دیکھ
کہ باوجود گزر جانے ایک سو برس کے خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس
کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہیں“..... الخ

غرض کہ عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے زندہ کیا۔ اور غلام
احمد قادیانی اس آیت کی تحریف اس طور پر کرتا ہے ”ازالہ“ میں کہ ”خدائے تعالیٰ کے کرشمہ
قدرت نے ایک لمحہ کیلئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور وہ
اصل عزیر بہشت ہی میں موجود تھا“۔ (ازالہ صفحہ ۲۶۵) افسوس کہ مرزا نے اپنی بات بنانے
کے لئے قرآن شریف کے معنی کو بگاڑا مگر کچھ نہ ہوا کیونکہ

اول تو یہ کہ آیت کے سیاق و سباق سے خود ظاہر ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت
وحیات سے حقیقی موت و حیات پروردگار کا مقصود ہے نہ مجازی۔ سچ ہے تو دکھاؤ کہ کون سے
محقق نے یہ لکھا ہے کہ فی الواقعہ عزیر دنیا میں نہ آیا تھا اور یہ حیات مجازی تھی۔

دوم یہ کہ جو بات چیت کہ اللہ تعالیٰ اور عزیر علیہ السلام کے لوگوں کے ساتھ ہوا ہے وہ
ایک لمحہ میں ہو جانا مستبعد خیال کیا جاتا ہے کیونکہ ”تفسیر بیضاوی“ میں ہے کہ جب عزیر نبی

اللہ زندہ ہوئے بعد ایک سو برس کے۔ لوگوں پر تو رات کو لکھوایا اپنی یاد سے پس لوگ اس سے
عجب ہوئے۔

تیسرا یہ کہ مرزا تو بالکل کسی مردہ کا دنیا میں آنا نہیں مانتا حقیقی ہو یا مجازی بہت دیر
تک ہو یا ایک لمحہ ہو۔ پس جب کہ ایک لمحہ بھر بھی بعد مرنے کے دنیا میں آنا مان لیا تو اس کا
موتی ٹوٹ گیا۔

چوتھا یہ کہ بہت اچھا یہ دنیا میں آنا عزیر نبی اللہ کا عارضی ہی طور پر سہی ہم بھی تو
موتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے زندگی اور معاش کی جگہ اصلی فی الواقع زمین ہی ہے مگر وہ
عارضی طور پر آسمان پر ہیں پس اس میں کیوں مرزا خفا ہوتا ہے؟ اور دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی قوم
تک بارے میں کہ بعد ان کے مرنے کے زندہ ہونے کی صاف صریح طور پر خبر موجود ہے۔

”ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ قرآن شریف میں دوسری جگہ
میں پڑھو ﴿لَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أَلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ
لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ نہایت صریح الفاظ سے یہ آیت بتلا رہی ہے کہ ”اے محمد
ﷺ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو کہ خوف موت کے سبب سے اپنے گھروں
سے نکلے تھے پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ تم مر جاؤ (پس وہ مر گئے) پھر زندہ کیا ان کو اللہ
تعالیٰ نے“۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ لوگ بعد مرنے کے زندہ ہو کر زمانہ دراز تک دنیا میں
رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جو کپڑا وہ لوگ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا
اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں رہی۔ اور قریش کے ۲۴ سردار جو کہ بدر کے جنگ میں
مارے گئے اور بدر مقام کے کنوؤں میں پھینک دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے حضرت

ﷺ کی کلام ان کو تنبیہ اور افسوس کے لیے سنا دی چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت قتادہ ہے: "زاد البخاری" قال قتادة احياهم الله حتى اسمعهم قوله توبيتا وتصفا ونقمة وحسرتا ولدما" (مشکوٰۃ) غرض کہ آیت اور احادیث و قصص و روایات صحیحہ میں "موتی" کا زندہ ہونا دنیا میں بکثرت موجود ہے کہاں تک مرزائیوں کو لڑکوں کی طرح تعلیم دی جائے۔

سوال: از طرف قادیانی: و حرام علی قریۃ اهل کناھا انہم لا یرجعون۔ یعنی "جس بستی اور موضع کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا دنیا میں پھر رجوع کرنا حرام ہے۔"

الجواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا بطور قاعدہ کلیہ کے ان کی طبع کا مقتضی نہیں اور یہ امر منافی نہیں اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ دنیا میں لانے کو چاہے تو وہ نہ آسکیں بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو آیات و احادیث میں صاف تعارض حقیقی ہے جو کہ شارع کے عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ قادیانی کی کتابوں سے جواب دیا جائے تاکہ اس کو اور اس کے اذنا ب کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے قرآن و حدیث میں تو وہ تاویل و تحریف و انکار کرنے کے عادی ہیں۔ قادیانی نے خود "ازالہ" میں لکھا ہے البیع کی لاش نے وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔ الخ۔ اے مرزائیوں مان لو مان لو۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا بیچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور نقطہ دعا ہی کیا کرتے تھے۔ "امام کلبی" نے کہا ہے کہ "یا حی یا قیوم" کے لفظ سے مردہ کو زندہ کر لیا کرتے تھے مگر یہ شرط لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میری رسالت پر

ان کو لانا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو جو لوگ زندہ ہوئے ان میں سے حضرت ابراہیم بن عباس نے جن کو مرزا نے "افقہ الناس" لکھا ہے چار شخصوں کو ذکر کیا ہے (۱) عازر (۲) پیر زن کا بیٹا (۳) اور عاشق کی بیٹی (۴) اور نوح علیہ السلام کا بیٹا سام۔ سوائے سام بن نوح علیہ السلام کے سب کے سب زندہ رہے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

اور سام بن نوح علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ اس کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلا اور آدھا سر اس کا سفید ہو گیا تھا بوجہ خوف قیامت کے حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کہ قیامت ہو گئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعا کی ہے پھر ان سے مرجانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مجھ کو مرنا قبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی سے بچاؤں۔ اور دوسری بار نہ ہو۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔

(مجموع الباب الاول، ج ۱، ص ۳۲۸)

سوال: مخفی نہ رہے کہ حقیقت دجال کی یہ ہے کہ دجال اصل میں شیطان العین ہے جو کہ الخلاق بلکہ منبع الشر ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت طلب کر کے حاصل کی ہے حکما قال اللہ تعالیٰ ﴿رَبِّ فَانْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾ پس بناء علیہ چونکہ یہ زمانہ ہی دجالی زمانہ ہے اس میں ہر ایک مظل خلاق و مفسد دین حق اس کا مظہر ہے۔ چنانچہ علی القین سلسلہ حق احمدیہ میں خواہ مولوی ہوں یا نہ مولوی ہوں جو ناحق لوگوں کو راہ حق سے بہکاتے ہیں حصہ داروں میں سے اس کے ہیں۔ الخ

الجواب: ایسی باتوں سے پورا بے علمی اور جہالت کا پتہ ملتا ہے افسوس طلست کا یہ حال اور

تصنیف کا یہ شوق۔ جو آیت قرآنی کہ خاص ابلیس لعین کے بارے میں تھی اس کو دجال کے بارے میں نازل کر دیا اور بیچہ ڈالا کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے ہم کہتے ہیں کہ

ع کون سے کہانی تیری اور وہ بھی زبانی تیری

کسی آیت یا صحیح حدیث خواہ ضعیف غیر موضوع خواہ موضوع سے ثابت کر دکھا کہ دجال کوئی شخص خاص نہ ہوگا بلکہ یہی شیطان ہے اور یہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکو گے اگر چہ اپنے ہمراہ شیطان کو بھی کر لو۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بیت المقدس کو وہ طور سے دجال داخل ہونے سے روکا گیا ہے اگر وہ دراصل شیطان ہی ہے تو شیطان اور شیطانی تو اعلیٰ قسم کی ان جگہوں میں ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ طرح بطرح کے فتنے اور فساد انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ میں انہی جگہوں میں ہوئے ہیں۔ علمائے اہل اسلام جو مرزائیوں کو جا بجا اپنی تصانیف میں طعن و تشنیع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کل لوگ ان کے گمان میں شیطان اور شیطان کے حصہ داروں میں سے ہیں جیسا کہ اس برہمن بریہ کے خطیب کی عبارت میں گذرا اور اس کے سوائے باقی مرزائیوں نے بھی اپنے نبی غلام احمد کے ساتھ مل کر ہم اہل اسلام پر کفر کا حکم بارہا دیا ہے۔ اور خود ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے لہذا ہمارے اوپر جو کہ حکم شیطان اور دجال ہونے کا مرزائیوں نے دیا ہے وہ حکم مرزائیوں پر ہی لوٹتا ہے۔

قولہ: اکثر احادیث میں چونکہ استعارہ کے طور پر مثل کشوف و خوابوں کے دجال کو ایک قوی ہیکل شخص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس لئے اکثر الفاظ پرست ظاہر ہیں لوگ اسی کو دلیل پکڑے ہوئے ہیں اور باوجود تفہیم کامل و تنبیہ شدید کے اس سے نہیں ملتے۔

الجواب: دجال کا شخص واحد قوی ہیکل ہونا از بس درست ہے ایسا ہی ہوگا یہ بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور مفصل ہے۔ خیال کرو کہ جب ابتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مکہ معظمہ اجمالی طور پر یہ بعض علامات دجال کے بیان کئے تو ابن صیاد پر وہ باتیں مطابق پائی گئیں لہذا مرزائیوں نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ دی اور فرمایا کہ اگر دجال یہی ہے تو اس کا قاتل تو نہیں ہے۔ بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔ اس حدیث سے دجال کا شخص واحد متعین ہونا بخوبی ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے اس کے شخص معین ہونے کی طرف اگر دجال قوم کا ہزار اور شریر سے عبارت ہوتا تو حضرت نبی ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیاں اس کے کہ شاید اہل ہوا کیوں جاتے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال کا قاتل سوائے عیسیٰ ابن مریم کے دوسرا کوئی نہیں اگر قتل سے مراد ظاہری قتل نہ تھا بلکہ دلائل اور بینات سے ساکت کرنا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت عمر ﷺ کو فرماتے کہ اے عمر اس کو بان سے کیوں مارتے ہو اس کو اہل اور بیان سے ساکت کر دو کہ یہی اس کا قاتل ہے۔ پس عمر ﷺ کی اذن طلبی ابن صیاد کے قتل کے بارے میں اور حضرت کا اس کو روک دینا اور عمر ﷺ کا باز رہنا یہ پختہ دلیل ہے طرف شخص معین ہونے دجال کے۔ چونکہ یہ اجمالی علامات دجال کی بیان کی گئیں تھیں لہذا ہم صحابہ پر ابتداء میں یہ امر مخفی رہا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ما مالک ان یسبح الدجال ابن صیاد اور اسی کو مرزا نے لے کر تیرہ سو برس سے اس کے مرکز میں دفن ہونے کا اعتقاد کر لیا۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں کیونکہ وہ دجال شخص کا قاتل نہیں بلکہ

حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو کہ رحم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کی منکر ہوگی۔ سبحان اللہ! مرزا وغیرہ منکروں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی یہ پیشین گوئی کیسے صادق ہوئی اگر دجال قوم شریر سے اشارہ ہے تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ تو ہر زمانہ میں بکثرت ہیں۔ جب بعد کو حضرت عمرؓ سے پورے علامات دجال کے حضرت عمرؓ نے سنے تو ابن حنیاد کے دجال نہ ہونے کا مانا اور آئندہ کو دجال کے بارے میں تاکید فرمائی اور سب صحابہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جس شے کی نسبت جو خیال کرتے ہیں وہ ویسی ہی نکلتی ہے۔ قیس بن حازق کہتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ فقہ قولہ: صفحہ ۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدوح کا وفات پا جانا محکمات قرآن وحدیث سے کمالاً ینبغی ثابت ہے اور یہ بھی اپنے محل میں محکمات قرآن وحدیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جو شخص مرجعاً ہے پھر رجوع الی الدنیا نہیں کر سکتا ہے۔

الجواب: وہ محکمات قرآن وحدیث اگر وہی ہیں جس کا سابقہ جواب ہو گیا ہے تو چہر ماروٹن دل ماشاد۔ اور اگر سوائے ان کے دارالعلوم قادیان میں ہیں تو لائیں تاکہ دندان شکن جواب دیا جائے۔ افسوس کہ محض خلق خدا کو دھوکہ اور گمراہ کرنا ان کا مقصود ہے۔ ذرا اس پر پہلے گزر چکا ہے کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں اس کو دیکھو اور جہالت سے باز آؤ۔ محکمات میں تاویل کہاں درست ہے؟ اور آپ تو ہر جگہ تاویل کر رہے ہو۔ اور صفحہ ۱۶۵ میں جو کہ لفظ ”نزول“ کو تفسیر میں بنایا ہے اس کا جواب سابق میں ہو چکا ہے۔

فقہ قولہ: احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کے روایات صحیحہ میں تو ”سما“ کا لفظ بھی عربی میں بمعنی آسمان موجود نہیں کمالاً یخفی۔

الجواب: متعدد احادیث میں صراحتاً ودلالة موجود ہے آپ کی یا کسی قادیانی کی درق گردانی میں نہ ملا تو اس میں کسی غیر کا قصور تو نہیں مرزا یوں کی علییت اور نظر کا قصور ہے۔ ست گرنہ بلند بروز شیدہ چشم چشمہ آفتاب راجہ گناہ۔ روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ينزل اخي عيسى بن مريم من السماء (الحدیث)۔ ”فقہ اکبر“ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء میں فرماتے ہیں ساری دنیا کا مانا ہوا قطب العارفین اور خاص کر مرزا کا بڑا بھاری معتد علیہ صوفی شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فائدہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی هذا السماء۔ اس سے پیشتر بھی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے فقہ کبر و تشکر۔ خود ”نسائی شریف“ کو دیکھو کہ حضرت ابن عباس سے حضرت عیسیٰ بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه امر فدعا عليهم فمسخهم قرده وخنزير فاجتمعت اليهود وعلى قتله فاخبره الله بانہ يرفعه الى السماء ويطهره من محبة اليهود. (صحیح نسائی) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم ابن مردويه قال ابن عباس سيدرك الناس من اهل الكتاب عيسى حين يبعث فيؤمنون به. (فتح البیان)

فقہ قولہ: صفحہ ۱۶ تیسرا اشکال یہ ہے کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل کیا ہے؟ کیونکہ جس گروہ کو آپ دجال قرار دیتے تھے وہ تو اب تک زندہ موجود ہے (اور وہ گروہ دجال کا انگریز لوگ اور کل روئے زمین کے مسلمان ہیں) تو حل اس کا یہ ہے کہ قتل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معروف ہے کہ کسی حربہ سے جسمانی قتل کرنا ہے اور دوسری قسم قتلکلمیہ

دیرھان کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”سورۃ انفال“ میں ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اور یہ قسم ثانی قتل و فساد دینی کیلئے کامل تر ہے قسم اول سے۔ کیونکہ قسم اول میں ممکن ہے کہ مفسدوں کو قتل کر ڈالنے کے بعد انکی اولاد یا دوسرے ہم مشرب لوگ انکا دوسرے وقت فساد نہ پچا دیں مگر قسم ثانی میں کبھی سراٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا کما لایخفی۔

الجواب: مولوی محمد حسین ہندوستانی باشندہ بالذہ امر وہہ کا جو کہ کچھ روز بطبع مبلغ ۵۰ روپیہ ماہوار کے مرزا لئی ہوا تھا اور مرزا کی تائید میں اس نے کتاب ”شمس بازغہ“ لکھی تھی پھر جب ماہانہ مرزا سے بند ہو گیا تو اس نے اعتقاد مرزائیت کو سلام کر دیا اس نے ”شمس بازغہ“ کے صفحہ ۹۵ میں یہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد برھان پر کما قال اللہ تعالیٰ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اسی طرح جملہ یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنی مذکور مراد ہے۔ اسی مختصراً

اقول: عبارت و یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے ہلاک بالخریہ ہی مراد ہے جیسے کہ ان جملہ احادیث صحیحہ سے جنگ بآلات اور قتل کرنا دجال کو نیزہ سے مقصود ہے وہ اس بارے میں بکثرت آپکی ہیں اور جملہ و یہلک اللہ..... الخ کو قیاس کرنا آیت مذکورہ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ پر کس قدر جہالت و غبات ہے کیونکہ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس جگہ کسی کو ہلاک کرنا دلیل اور برہان اور حجت سے مقصود ہوتا ہے اس جگہ اس کی تصریح ضروری ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں لفظ ﴿عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ موجود ہے اور جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں ﴿هَلْكَ عَيْنِي سُلْطَانِيَّةً﴾

اسی واسطے جب کہ بطل اور اہلاک بآلات حرب و عذاب ظاہری مراد ہے وہاں پر بیئۃ اور حجت کا ذکر نہیں ہے چنانچہ آیت ﴿وَكُمُ أَهْلُكُنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ﴿وَحَرَامٌ عَلَيَّ قَرْيَةٍ أَهْلُكُنَا﴾ ﴿وَكُمُ أَهْلُكُنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ﴾ اور ان کی مثل دوسری آیات میں ”الحمد“ سے لے کر ”والناس“ تک سارا قرآن دیکھ لو کہ جس جگہ ہلاک کرنا دلیل اور حجت سے مراد ہو وہاں پر اس کی تصریح ہوگی اور جس جگہ ہلاک بآلات عذاب ظاہر چشم دید اور ہلاک بمعنی موت ظاہری ہو وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں، کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی۔ امثال مذکورہ بالا میں نہیں اور امثال مذکورہ تحت میں ہے ﴿فَأَمَّا ثَمُودُ فَأَهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ وَأَمَّا غَادُ فَأَهْلِكُوا بَرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (اور قتل بالدلیل کا قوی ہونا قتل بالخریہ سے اس وجہ سے کہ قسم ثانی میں کبھی بھی سراٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا عمل نظر ہے) بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے لوگ اگر کسی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے تو بعد کے لوگ اسکا جواب دینے پر خوب قادر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ مناظرات و علوم آلیہ و فلسفہ میں ناظر ذہین پر یہ امر روشن ہے۔

قولہ: فی الجملہ اسی قتل دجال کا یہ اثر ہے کہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے ناچار حیلہ و حوالہ کر کے پسپا ہوتے ہیں..... الخ

الجواب: اس جگہ پھر روئے زمین کے علماء جملہ اہل اسلام کو اس قادیانی دجال بطلان نے گروہ دجال سے شمار کر دیا مگر وجہ یہ ہے کہ خود گروہ دجال میں سے ہے۔ پس ناچار اس کے دل سے زبانی یہی بات آتی ہے۔ مگر

ی ترا در چہ کنم آج در آوند دل است
قولہ: لفظ مہدی یہ معنی ہے کہ لفظ مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں ہدایت پایا

ہو اس سے ایسا شخص مراد ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر دوسرے بندگان خدا کی ہدایت کرنے کے لئے مامور ہو کر مبعوث ہوا ہے اور ”ابونعیم“ کی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ عن ابن عمران قال محمد بن الحنفیة المہدی من یہدی ویصلح بہ الناس کما یقال الرجل الصالح و اذا کان الرجل صالحا قلیل لہ المہدی۔ پس اس روایت کے مطابق تو ہر رجل صالح مہدی کہلانے کا مستحق ہے کما لا یخفی۔

الجواب ۱: اس سے تو فقط ”مہدی“ کی تشریح کردی ہے اس عبارت میں یہ کہیں نہیں کہ مہدی کوئی شخص خاص اپنی صفات مذکورہ کے ساتھ نہ ہوگا اب اگر کوئی لفظ ”محمد“ کا معنی اس طور پر کرے کہ صیغہ اسم مفعول کا ہے باب تفعیل سے معنی اس کا صفت کیا ہوا۔ پس جو کوئی صفت کردہ شدہ ہو وہی محمد ہے تو کیا اس سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باوجود کی نفی ہو جائے گی؟ اسمائے محسنہ میں مناسبت وضعی مقصود ہوا کرتی ہے نہ معنی وصفی۔

(دیکھو مطلق اور طول کو)

۲..... کیا ہر رجل صالح امام مہدی سے تعبیر نہیں ہو سکتا کہ امام مہدی معبود مرد صالح نہ ہوگا اگر کسی روایت میں باسم مہدی تعبیر نہ ہو اور باقی روایات میں متعدد جگہوں میں ہو تو کیا نقصان ہے۔ ایک واقعہ میں مجمل پر مفصل قاضی ہوتا ہے مجمل کو بھی اسی مفصل پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور روایت بالمعنی میں خاص لفظ کا ترک کرنا کوئی معیوب نہیں ہوتا عالم اصول حدیث پر خفی نہیں۔ ملا جی نے ابونعیم سے بے فہم و عقل حوالہ دے دیا۔ دیکھو میں اسی ابونعیم سے حیات عیسوی ثابت کرتا ہوں۔ ۳۸ نمبر کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابونعیم نے ”کتاب الفتن“ میں ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بقرب قیامت نازل ہو کر حضرت

شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہے اور ان کی اولاد ہوگی حالانکہ وہ خاندان جذامی اور کوڑھا ہوگا اور رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ دیکھو اس کو ”رسالہ تنقیح غلام گیلانی“ کے صفحہ ۶۹ و صفحہ ۱۱ میں اور ایسا ہی ابونعیم نے ”حلیہ“ میں بھی لکھا ہے۔

اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ”جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سرداران سے کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو اس امت کی کرامت کے سبب سے یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔“ اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”کہ جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگر چہ گھٹنوں کے زور پر، کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔“

اور اسی ابونعیم نے اس گاؤں کا نام کریمہ لکھا ہے جس سے کہ امام مہدی پیدا ہوں گے اسی ابونعیم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام مہدی کے ہمراہ ایک فرشتہ آواز کرے گا کہ یہ مہدی ہیں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں ان کی متابعت کرو۔۔۔۔۔ الخ کل قادیانوں پر فرض ہے کہ ابونعیم کو مان کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے زندہ رہنے کے قائل ہو جائیں۔

قولہ: اور جائے ظہور امام مہدی موعود کے بارے میں اگرچہ علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر ایک روایت صریح اس طرح مروی ہے کہ یشوع المہدی من قریۃ یقال لہا کدہ اور بعض کتب میں کرعہ لکھا ہوا ہے۔ بہر کیف یہ قریب قریب ”قادیان یا کادیان یا قادی“ کے ہے جو اس ملک کے لوگ مختلف طور پر بولا کرتے ہیں اور اس قدر فرق پڑ جانا نام میں

اہل انصاف کے نزدیک کچھ انکار و استعجاب کے موجب نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ (خ (ص ۱۸)

الجواب: یہ سب غلط ہے مرزا نے خود ”ازالہ اوہام“ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ موضع قادیان کا نام دراصل قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ”اسلام پور قاضی ماجھی“ رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے شریر ہو گئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہوتی ہے قاضیان کا قادیان ہو گیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قصبہ قادیان مدت چار سو سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ پس ظاہر ہوا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف کو ۱۳۳۶ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چار سو سال سے آباد ہے اور مرزا تو کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے (”انا انزلناہ قریبا من القادیان“۔ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان) پھر قادیان کو کدہ سے بنانے کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے اور ماشاء اللہ اس کے موضع کا نام بھی خوب ہے کہ فرار اور یزدلی کا معنی دیتا ہے۔

قاموس میں ہے کہ قادی بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا قادیان قادی کی جمع ہے۔ اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے اس مناسبت سے ہر بھگوڑے جنگلی کا نام ”قادیانی“ ہوا۔ اور اصل حدیث میں لفظ کدہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہرگز ثابت نہیں یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اور اگر کہیں ہو بھی تو کاتب کی غلطی ہے۔ اور صحیح لفظ ”کرعہ“ ہے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے اور ابو نعیم نے اس موضع کا نام کریمہ لکھا ہے مگر صحیح کرعہ ہے۔ پس مرزا نیوں کا یہ سوال بھی خاک میں مل گیا۔ بڑا افسوس ہے کہ لفظوں کو سوچ سوچ کر کیسے مکر

دیا۔ کے بیان نکالتے ہیں۔ یہ بیان مفصل رسالہ ”بیج گیلانی“ میں دیکھو۔

تلفظ: اور جس حدیث سے امام مہدی کو نکالا ہے اس حدیث میں مہدی کا لفظ بھی نہیں چہ جائے کہ مہدی آخر زمان کی نعین ہو بلکہ اس حدیث میں فقط ”رجل“ کا لفظ واقع ہے جس کے معنی ایک مرد کے ہیں فقط انگل سے اس کو امام مہدی آخر زمان پر لگایا گیا ہے۔

الجواب: یہ حدیث ترمذی، ابو داؤد نے رسول اللہ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہو لے عرب کا ایک مرد میری اہل بیت سے اس کا نام ہر ا نام ہوگا اور عدل سے زمین کو پر کر دے گا۔ چونکہ اور احادیث میں ایسے اوصاف کے ذکر کے بعد لفظ مہدی کی تصریح بھی ہے لہذا یہ محمل اس مفصل کا عین ہوگا اور تصریح لفظ مہدی کی دیکھو تو وہ بھی بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ ابو عمر دارانی اور ام شریک کی روایت میں اور نیز ابوامامہ باہلی کی حدیث مرفوع میں جس کو ابن ماجہ اور دیانی وابن خزیمہ و ابو عوانہ و حاکم نے اپنی اپنی ”صحاح“ میں اور ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی حدیث ابن سیرین کی مصنف ابن ابی شیبہ میں اور ”حدیث کعب“ کی مطول ان سب میں امامت مہدی کی تصریح ہے۔ آخر تمہارے نزدیک بھی وجود مہدی آخر زمان کا کسی صحیح حدیث ہی سے تو ثابت ہوگا پھر معلوم نہیں کہ تم کو اس میں لفظ ”رجل“ سے کیوں شک ہو گیا و شکافی اندہ شک۔

تلفظ: اور پھر لفظ مہدی کا عدد، لفظ ہند کا عدد ایک ہی ہے یعنی (۵۹) اور لفظ پنجاب چونکہ اصل میں پنج آب تھا اور الف معدومہ حقیقت میں دو الف ہے۔ اس اعتبار سے اگر لفظ پنجاب میں دو الف پکڑا جائے تو لفظ پنجاب کا عدد (۵۹) ہوتا ہے اور کسی سابق زمانے میں قادیان کا نام قاضی ماجھی تھا اس کے ماجھی کے لفظ کے بھی یہی عدد ہوتے ہیں یعنی (۵۹)

پس اصل لحاظ سے جائے ظہور امام کا مالک ہند میں سے سرزمین پنجاب اور اس میں سے خاص قادیان متعین ہو جاتا ہے کمالا یخفی۔

الجواب: الفاظ کے اعداد سے مرزا کو امام مہدی بنانا بڑے بچے اطفال ہے آیت وحدیث وفقہ و تفاسیر سے تو ناامید تھے لہذا البجد خوان ہوئے ہم اگر چاہیں تو بدکار اور کفار کے نام اور ان کے مواضع کے نام کے اعداد (۵۹) نکال دیں گے تو اس سے کیا ہوگا؟

قولہ: امام مہدی کے بارے میں سب علامتیں چار قسم کی ہیں: ایک قسم وہ ہیں کہ بطور غلط فہمی کے لکھے گئے ہیں یہ سب بالکل غلط ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال خیالی کا نکلنا اور امام مہدی کا ظاہر ہو کر جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے ان کو قتل کر ڈالنا یہاں تک کہ سوائے مسلمان کے کوئی کافر بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا اور اس کا بطلان بھی آیات و بیانات قرآن کریم سے ظاہر ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں ہے ﴿فَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْغَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ ظاہر ہے کہ قیامت کے روز تک عداوت اور بغض یہود و نصاریٰ کے درمیان میں رہنا ان دونوں قوموں کے قیامت تک رہنے کا موجب ہے اور ایسا ہی دوسری آیات بھی اس پر دال ہیں اور جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کر ڈالنا بھی قولہ تعالیٰ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ و قولہ تعالیٰ حکایۃ عن عیسیٰ علیہ السلام ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ وغیرہ وغیرہ سے باطل ہے۔

الجواب: ارے بد نصیب تو بہ کر کیا کہتا ہے حدیث وفقہ اماموں کی بیان کی ہوئی علامتوں کو باطل غلط کہتے ہو اللہ کا خوف کرو کیا ساری دنیا کے علماء غلط ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام بھی غلط ہو گئے؟ فقط آپ اور آپ کا نبی غلام احمد راہ راست پر ہے مگر قلم اور کاغذ

آپ کے ہاتھ میں ہے اور زبان آپ کے منہ میں ہے جو دل چاہتا ہے کہتے ہو اور لکھتے ہو اس میں مرزا نے بھی ”ازالہ“ کے صفحہ ۶۲۶ میں لکھا ہے کہ چار سو نبی کو وحی شیطانی ہوئی اور وہ ہم نے نکلے۔

اب آپ خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ قول کفر کا ہے یا نہیں؟ جب مسلمانوں کو غلبہ ہو کر کفار کو جبراً مسلمان کرنا یا جزیہ لینا اور نہ قتل کرنا درست بلکہ عبادت ہے اس وقت تو لیانہ ہائے گا کیونکہ مال بہت ہوگا لہذا جبریہ اسلام ورنہ قتل ہوگا۔ دیکھو کتب احادیث و کتب سیر کو اس پر جبر اور شقاوت نہیں بلکہ عدل و سعادت ہے پس آیت ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِي﴾ کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کو ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ یاد ہے مگر ﴿وَأَقْتُلُوهُمْ حَتَّىٰ اقْتَمُوهُمُ﴾ کو نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قتل کرو کفار کو جس جگہ کہ تم پاؤ ان کو۔ کیا آیت آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ نعم

فان كنت لا تدري فلتك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم اور آیت ﴿فَأَعْرِضْنَا.....﴾ میں ﴿إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ کنایہ ہے طولِ زماں سے کما لا یخفی علی طلبۃ العلم چنانچہ ﴿مَا ذَا مَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ﴾ میں اہل تفسیر نے لکھا ہے جیسے کہ حدیث بعثت انا والساعة کھاتین و ضم السبابة والوسطی اشارہ ہے بطرف قرب قیامت اور اس کی مجاورت کے اور قرینہ اس پر بھی احادیث صحیحہ متواترہ المعنی ہیں جو بارہا گذر چکی ہیں اور ایک فریق کا غلبہ بوجہ کمال جب ہی ہے کہ دوسرا فریق مقابل اس کا بالکل تابع ہو جائے خود آیت کریمہ میں ہے ﴿وَجَاعِلُ الدِّينِ اتَّبِعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ اور باری تعالیٰ کے قول ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ.....﴾ کو مطالعہ کرو۔

قولہ: اور مہدی کے بارے میں جتنی پیشگوئیاں آنحضرت ﷺ کی احادیث مرویہ میں مذکور ہیں یہ سب بھی دال اس پر ہیں کہ مہدی اس امت میں متعدد ہیں کیونکہ صفات متضادہ مہدی آئے ہیں اور ایک شخص کا ان سب کے ساتھ موصوف ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا۔ کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی العباس سے ہوگا۔ کسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بنی امیہ سے ہے۔ پس تینوں صفتوں کے ساتھ ایک شخص کیونکر موصوف ہو سکتا ہے۔ (ابھی ص ۲۱)

الجواب: بے شک مہدی بمعنی ہدایت یافتہ شدہ یعنی صفت عامہ بے حساب سے اس امت میں لاکھوں کروڑوں ہیں جو کوئی دین و اسلام پر چلے وہی مہدی ہے مگر مہدی معبود جس کا نام ہے اور ہم جس کا انتظار کر رہے ہیں وہ ایک ہی ہے اور آپ جو لفظ ناممکن بولتے ہیں میں آپ کو ممکن ثابت کرے دیتا ہوں۔ کیا خرابی ہے کہ اگر تینوں قبیلے بنی امیہ بنی العباس و بنی فاطمہ کے بسبب خویشی و قرابت کے ملتے ملتے اس وقت ایک ہو جائیں اور فی الواقع ہوگا بھی ایسا ہی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کما فی التطبيقی.

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مہدی کا ہونا بنی فاطمہ سے اخبار متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور ہونا اس کا بنی عباس سے یا یہ حدیث کہ لا مہدی الا عیسیٰ ضعیف ہے، غیر مسموع ہے۔ قال الطبرانی مرفوعاً قالوا لفاطمة نبینا خیر الانبیاء وهو ابوک وشہیدنا خیر الشہداء وهو عم ابیک حمزة وعمنا من له جناحان یطیر بہما فی الجنة حیث شاء وهو ابن عم ابیک جعفر ومنا سبطا هذه الامۃ الحسن والحسین وهما ابناک ومنا المہدی وفيہ اخبار کثیرة متواترة المعنی واما کونہ من العباسیین او خیر لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم

ضعیف لا یسمع (نظم الفرائد) کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ کو مکی، مدنی، ہاشمی، قریشی، اہل بیت، اہل طہی وغیرہ اوصاف سے متصف کیا جاتا ہے اور وہ تو ناممکن نہیں پس یہ کیوں ناممکن ہے اب قادیانی کے ہاتھ میں سوائے تعجب کے اور کچھ نہ رہے گا اور حیران ہو جائے گا۔ بہت الذی کفر مہدی موعود خلیفہ حق کا وجود باوجود متواتر اثبات ہے۔

اس سے جو منکر ہوگا وہ پورا اندھا ہے واما وجود الامام المہدی الخلیفۃ الحق متفق علیہ تواترت بہ الاخبار اخرجہا احمد والخمسۃ والحاکم وصربن حماد وابونعیم والروبانی والطبرانی وابن حبان عن جماعۃ من صحابة بطرق کثیرة.

قولہ: اور ایک روایت میں وارد ہے اس طرح "لن تہلک امة انا فی اولہا و عیسیٰ بن مریم فی آخرہا والمہدی فی اوسطہا اس سے ظاہر ہے کہ اوسط زمانے میں ایک مہدی ہوگا غیر مہدی آخر زمان کے۔۔۔۔۔ الخ۔

الجواب: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مہدی آخر زمان کے ہوگا اور متعین نہ کیا کہ وہ ان سامہدی تھا کہ جس کے بارے میں حدیث میں پیشگوئی وارد ہے؟ الحمد للہ کہ اس حدیث سے ہمارا سراسر فائدہ ہے کیونکہ واقعی ایسا ہوگا کہ اول امام مہدی صاحب پیدا ہو کر بہت دنوں تک لوگوں کو ہدایت کرے گا اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے آسمان سے اور اہل بیت کے دن باہم دونوں مل کر خلق خدا کو ہدایت کریں گے کہ امام مہدی صاحب فوت ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقبل کا بندہ دست فرمائیں گے۔ پس مہدی کا وسط زمانہ اس طور پر سے وسط حقیقی مراد نہیں ورنہ دلیل سے ثابت کرو اور ایک ضروری عرض ہے کہ روایت جب کہ مرزائی نے اپنی کتاب میں لکھی ہے تو ضرور صحیح ہوگی کیونکہ وہ اپنے گمان

میں سب کچھ صحیح لکھتا ہے اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم، عیسیٰ کا آخر امت محمدیہ میں ہونا ہے۔ اور کسی مثیل کا ذکر بھی نہیں، تاکہ مرزا تاویل کر کے اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کر کے اس حدیث کو لگاتے مشہور بات یہ ہے کہ جو کوئی امر حق کا دشمن اور اس سے منکر ہوتا ہے کبھی سہو و نسیان و خطا سے بلا اختیار وہ بات حق اسکے منہ پر آتی جاتی ہے۔ عرصہ پہلے مرزا اور مرزائی عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم کا انکار کر رہے تھے اور یہی حدیث علماء و محدثین ان کے آگے پیش کرتے رہتے مگر اس میں بہت تاویلیں کرتے رہے اب اس مردود (مردود کی ہوئی) حدیث کو خود مقبول کر لیا اور مدت العمر کی کمائی اپنے پیغمبر اور اس کے کلمہ گوؤں کی برباد کردی کیونکہ امت محمدیہ کے آخر میں ہونا عیسیٰ بن مریم کا مان لیا۔

براہمن بڑیہ کے خطیب کے مرزائی ہونے اور برائے نام ادھر ادھر سے کچھ روایات جمع کر کے رسالہ لکھنے سے تو سارے مرزائی لا حول پڑھتے ہوں گے کہ مرزائی مہدی جس کی مدح اس حدیث میں آئی ہے تو ضرور اس کے بعد عیسیٰ بن مریم آنا چاہئے۔ تاکہ یہ مہدی وسط میں رہے حالانکہ یہ مرزا کے دعویٰ کے خلاف ہے اور اگر مہدی آخر زمان بنتا ہے جو کہ عیسیٰ اور مہدی دونوں قادیانی کے گمان میں ایک ہیں تو اس مہدی کی وصف کوئی نہیں۔ وصف والا وہ کہ جو حضرت عیسیٰ سے اول ہوگا ظہور میں پس مرزا نہ مہدی موعود ہوا، نہ عیسیٰ، نہ مثیل عیسیٰ۔ کیونکہ وہ دونوں کا جامع بنتا ہے حالانکہ دونوں میں غیریت اور تقدیم و تاخر پایا گیا اسی حدیث کے رو سے جس کو قادیانی نے مان لیا ہے۔ اور اگر مافات کے تدارک کے لئے عیسیٰ بن مریم سے مثیل اس کا لیتا ہے تو مہدی اور محمد (ﷺ) سے کیوں ان کا مثیل نہیں لیتا نیز واضح ہو کہ اصول ثلاثہ یعنی قرآن و حدیث و اجماع میں تعارض و اختلاف حقیقی ہرگز ممکن نہیں پس جب کہ حدیث صحیحہ متواترۃ المعنی اور اجماع امت مرحومہ اس عیسیٰ

مریم کے رجوع پر صراحتہ ناطق ہیں تو آیہ قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو کہ سنت اور احادیث کے مخالف نہ ہو جبکہ یہی اعتقاد کل متقدمین کا ہے۔

پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخبار نزول عیسیٰ (علیہ السلام) اور خروج دجال مہدی کی ظاہر المعنی و صریح المراد ہیں، تاویل اس میں مردود ہے اور ضرور مرزائی اور ان کے پیروں نے ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلم المراد جان کر تاویل کی ہے اور حضرت (ﷺ) کے معنی مراد کو پس پشت ڈالا لہذا تاویل ان کی مردود ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ ”امروہی“ کی حدیث منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے ”کہ حدیث نزول و رجوع اور اقوال مفسرین سے حیات و رجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو ہم کو ذکر کرنا و بلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ حدیث اصل قطعیہ کے معارض ہیں“۔ (دیکھو مروی مرزائی کے شمس بازغہ کے صفحہ ۸ کو)

مولہ ۴: پھر مرزا صاحب کا سرحدی میں ظاہر ہونا خصوصاً ایسے سرحدی جس میں میدان خالی ہے۔ دوسرا کوئی شریک و سہیم نہیں پایا گیا۔ الخ

الجواب: ملاجی کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب مجددین کا ہے کیونکہ وہ تیرہویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ ظہور اور دعویٰ مہدی موعود ہونے کا زمانہ ۱۸۵۴ء میں ہوا ہے اور مجدد کا نشان پیدائش سرحدی ہے، دیکھو اپنے استاد عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجموعہ فتاویٰ۔

مولہ ۵: پھر ان کے وقت میں خسوف و کسوف رمضان شریف کے چاند ہونا پھر ستارہ دھنیں اور ستارہ دنبالہ وار کا طلوع کرنا۔ الخ

الجواب: دروغ بے فروغ ہے اب تک یہ واقع نہیں ہوا۔ بارہا علماء ہند و پنجاب نے اس

کی تردید کر دی ہے اور مرزا اثباتِ خسوف و کسوف سے عاجز ہو کر خف و مسخ ہو گیا اور دُنبالِ دار کا واقع تین بار ہوگا، دو بار ہوا ہے ابھی تیسری بار نہیں ہوا۔ (دیکھو مکتوباتِ امام مہدی علیہ السلام)۔ صد باعلاماتِ امام مہدی کی باقی ہیں مثلاً:

۱..... قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا پانی ظاہر ہوگا۔

۲..... آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی ال محمد اے لوگو حق آلِ محمد میں ہے۔ امام مہدی کی شناخت کی علامتیں ان کے پاس رسول اللہ کا کرتہ و تنگ و علم ہوگا۔ یہ نشان حضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اور اس نشان پر لکھا ہوگا ”البیعة لله“ بیعت اللہ تعالیٰ واسطے ہے۔

۳..... امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اس کے اندر سے آواز ہوگا المہدی خلیفۃ اللہ فاتبعوه۔ یہ مہدی خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اس کی متابعت کرو۔

۴..... ایک خشک شاخ زمین میں لگائیں گے اور وہ ہری ہو جائے گی اور اس میں پتے اور میوہ آئے گا۔

۵..... دریا ان کے لئے اس طرح پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔ تنبیہ: امام مہدی موعود کا آنا مستقل طور پر ایسا معروف اور ثابت ہے کہ بعض علماء و متقدمین نے انجیل و تورات و زبور و کتبِ ہند سے اس کو مفصل بیان کیا ہے باوجودیکہ ان کتابوں میں اندر بہت ہی تبدل و تغیر واقع ہو چکا ہے اور کتبِ ہنود وغیرہ بے دینوں پر اگرچہ کوئی اہم نہیں مگر تاہم اس امر میں وہ بھی متحد اور موافق ہیں کہ اپنے زمانہ آئندہ میں ایک شخص مہدی امام مہدی کے نام پر پیدا ہوگا جس کی اوصاف ایسی ویسی ہوں گی۔ لہذا بقدر حاجت

اور تاکید کے لئے نقل کرتا ہوں۔

حکایتِ اول: حضرت اشعیاؑ پیغمبر اللہ علیہ السلام نے اپنی کتاب میں ۲۶ و ۲۷ سیمیں میں فرمایا ہے اور مہویو ہشیر ہر بیرص یھودا عیر عاز لانو بشوع عاع موت واصل“ خلاصہ معنی اس پاسوق کا ساتھ مابعد کے پاسوقوں کے یہ ہے کہ اس یھودا کی زمین یعنی بیت المقدس میں اس کی صفت اور ستائش کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ وہ ہے کہ ہماری شفاعت کرے گا اور قلعوں کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے نیک کاروں کے داخل ہونے کے لئے۔ بخو متخنا نوء لاتی یقومیم تسوا ورنفی شوخقا فار کی تل اوروں ملٹکا دارا ص وفاهیم مٹیل اہی زندہ ہوں گے مردے اور ان کی وصف کریں گے تو وہ خاک جو ان کے سبب سے آباد ہوئی ہے اور اس کا ارشاد نور اور دین ہوگا۔ اور سب ملتوں کو راہِ حق پر ہدایت کرے گا اور تلوار سے بدلہ لے گا لیویا تان سے۔ اور ”لیویا تان“ کا معنی جبرائیم نصرانی نے عبرانی اسماء کی لغت میں اجماع لکھا ہے۔ اور حلیف یعنی باہم عہد و پیمان کرنے والے لوگ یعنی اس وقت جس قدر لوگ دین کے مخالف ان سے اگرچہ جماعت ہوں گی ان سے شمشیر کے ساتھ بدلہ لے گا۔ سیمان ۳۲ میں لعن لصدق املح بلع اول صادیم ولیش باد۔ اس سوریم خلاصہ معنی اس کا یہ کہ بالکل ہر کام میں شریعتِ محمد کے موافق بادشاہی کرے گا سب کی آنکھیں حق بین اور کان حق سننے والے اور دل لوگوں کے عالم اور گنگ لوگوں کی زبانیں فصیح ہو جائیں گے جاہل کو کوئی پیشوا اور منافق کو بزرگ نہ جانے گا، ظالموں سے بدلہ لے گا ایمان اس کا کمر بند اور عدالت اس کی میان بند ہوگی۔ اس کے وقت میں گرگ اور ہری کا بچہ ایک جگہ میں رہیں گے اور بڑا غالہ یعنی بکری کا بچہ ایک مقام میں چریں گے۔ گو سالہ اور بکری و شیر ایک جگہ ہوں گے گو سالہ اور بچہ اور شیر اور مادہ گاؤں ایک جگہ کھائیں

گے اور طفل شیر خوارہ سانپ کی سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کو نہ کاٹے گا اور یہی رسول اللہ آخر زمان محمد ﷺ کی دختر کا فرزند دلہند محمد مہدی ہوگا۔ ایسا ہی سہا ۳۲ و ۳۹ میں بھی مذکور ہے۔

بشارت دوم: از کتاب جاماسپ حضرت پیغمبر آخر زمان کو دختر کا فرزند بحکم یزدان حضرت ﷺ کا جانشین ہوگا اور اس کی حکومت قیامت تک جائے گی اور اس کی بادشاہی کے بعد دنیا برطرف ہو جائے گی زمین و آسمان اس کے بددگار ہوں گے اور بڑا دیوالیہ اللہ تعالیٰ کا بندہ عاصی گرفتار ہو کر اس وقت قتل کیا جائے گا۔ (یعنی دجال کو اس زمانے میں قتل کیا جائے گا)۔ اور ”سمند“ اور ”قرج“ اور ”عباکل“ اور ”نفند“ جو کہ ریکس و جال کے ہوں گے محبوس ہوں گے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پکارے گا اور اسی کا مذہب رواج پائے گا اور اس کی خدمت میں آئیں گے بسر و سرش و آسمان کہ عبارت ہے میکائیل و جبرئیل و عزرائیل سے اور نازل ہوگا بہرام فرشتہ جو کہ موکل مسافروں کا ہے اور فرخ زاد موکل زمین کا اور فرشتہ جیادوں اور بیہذوں کا اور آذر ہرماہ کے اول روز کا ملک اور سب وافر کتب موکل آتش کا اور رواں بخش کہ روح القدس ہے اور زندہ کرے گا بہت سے نیک و بد لوگ اور بعض پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کے وقت میں زندہ ہوں گے۔

چنانچہ ماکان پدر خواجہ خضر اور حضرت مہر اس پدر الیاس علیہم السلام اور نقوما جس پدر (جس کو نقوما جس کہتے ہیں) ارسطالیس (ارسطاف لیس بھی کہتے ہیں) اور آصف بن برخیا وزیر جو سب کہ سلیمان ہے اور ارسطوی ماقدونی اور سام بن بنوافریدیوں کہ نوح ہے اور سمہوں عابد اور سولان اور شادل اور حضرت شمول اور میخا اور بخدل اور سینیا اور حضرت شعیبا اور جہاؤل و حقون و زخریا پیغمبران اسرائیلیاں اور زندہ ہوگا غابر بن صالح اور حاضر ہوگا اس کے پاس یسوع۔ اور بدکار لوگوں سے زندہ کرے گا سور یوں کو جو کہ ممدوہ ہے اور یرح و قمرع

کو جو کہ فرعون اور قارون ہیں اور ہامان فرعون کے وزیر کو اور اس کو زندہ دار پر کھینچ دے گا اور مادند کے چاہ سے باہر نکالے گا ضحاک علوایزاد کو اور اس کو ظلموں کا دفتری کرے گا اور جلا دے گا بخت نصر کو کہ جس نے دشمنیت یعنی بہت المقدس کو خراب کیا تھا اور زندہ کرے گا شام کو اور پہلوپ کو اور قتل کر دے گا اور زندہ کرے گا سدوم یعنی لوط کے شہر کے قاضی کو اور اسقف ترسایان کے قاضی کو اور ذویاغ اھرمن کو جو کہ بانی عمل قوم لوط کا تھا اور زروون کو جو کہ اکابر فرس سے ہے اور خیز رنگ اور صائب کو کہ جس نے ستارہ پرستی کو نکالا تھا اور قتل کرے گا اور زندہ کرے گا کیوت کو اور سب کو جلا کر سہ بارہ زندہ کر دے گا اور اپنی قوم کے قتلہ گز با دشا ہوں کو قتل کرے گا اور زندہ کرے گا رستم بن زال اور کخسر د کو اور نام اس کا بادشاہ بہرام مہدی موعود اول دختر شاہ قلو قات سے ہوگا جس کا نام ”سین“ ہے (اور سین رسول ﷺ کا نام ہے) بلغت پہلوی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ”سین“ مذکور ہے اور ظہور اس کا آخر دنیا میں ہوگا۔ اعراس کی مثل سات کر گس کے ہوگی اور جب مہدی خروج کرے گا رسول اللہ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک (۳۰) تیس ۲ قرن گزرے ہوں گے۔ تازی لوگ فارسیوں پر غلبہ کریں گے اور ان کے شہر لے لیں گے اور درو یعنی دجال کو قتل کرے گا اور وہ دجال اندھا ہوگا، گندھے پر سوار ہوگا، خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے قتل میں امام مہدی مصاحب ہوگا حضرت عیسیٰ کا قسط ظنیہ اور ہندوستان کو زیر قبضہ کر کے اسلام کے نشان اس میں قائم کر دے گا اور سرخ عصا موسوی اور انگشتی سلیمان کی اس کے پاس ہوگی اور یہ بہرام یعنی امام مہدی موعود اول دکر دم در مان سے یعنی ابراہیم سے ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا انزو کشب یعنی بڑا خدا پرست داتا بکب بزرگ دکپادنے یعنی شکوہ ہوگا اور عرب داد و باء و زنج

۱۔ یہ مخالف کتب اسلام کے کیونکہ ان کی عمر اس قدر نہ ہوگی۔ صفت کرمس کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے۔ ۱۲۰ھ
۲۔ امام حسن کے نزدیک قرن دس سال ہے اور قادی کے نزدیک ستر سال ہے، مگر ۳۰ سال اور ذراہ بن ابی اونی نے ۱۲۰ سال اور عبدالملک بن امیہ نے ایک سو سال کہے ہیں۔ (شرح مسلم) ۱۲۰ھ

تشوقیدار یار ونویو شوسلع مروش هاریم ایضوخو یاسیمولد وناهی
کاوردات هی لاتوبا ای ایم یکید اله واریم عیتیم ولوء یم ناسوقی
احوریور شی بوشد هبوتھیم هپاسل هاوم ریم لیخا اتم الوهنو یعنی ابی
طایفه مابعد والوں کا آتا ہے اور ان سے آگے میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے
مداح ووصاف ہوں گے اور ان کے زمانے میں زمین کے کل اطراف میں دریاؤں،
جزیروں، پیابانوں، شہروں، مکانوں میں دین اسلام پھیل جائے گا۔ پس شرمندہ ہوگی وہ
جماعت جو کہ بت پرستی کرتی تھی اور بتوں کو کھیتھی کہ تم ہمارے خدا ہو۔ پس اس وقت کل
عزت اللہ ہی کے واسطے ہوگی اور ہر جگہ میں تسبیح الہی ظاہر ہوگی۔

اقول: امام مہدی کا نام اگرچہ ان عبارتوں میں ظاہر نہیں، مگر وہی مراد ہے کہ ایمان تمام
زمین شوراہ و شیریں پر اسی وقت پر منحصر ہے باتفاق احادیث صحیحہ۔

بشارت یازوہم: حضرت یونک نبی کی کتاب میں مذکور ہے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے
ہے اس عبارت کا اول یہ ہے ”وہابی مہر قد شواتر کز وکل لومیو ہارص کیا
یوم ارتی نلقى کلا دیوم خوتیخ اراف لایوم عافار لا و عرافل“ خلاصہ معنی
ان فقرات کا یہ ہے کہ صد بلند ہوگی کوہ مقدس میں جب کہ ایک بندہ نیک آئے گا اور تیرگی
وتار کی کل دنیا سے دور ہوگی اس کے آگے آگ جلانے والی ہوگی اور پیچھے اس کے شعلہ
فروزاں ہوگا جیسے دینوں کا سب صفایا کر دے گا اور کل دین اسلام کے دین ہو جائیں گے
اور عدل اپنی انتہا کو پہنچے گا۔ اور حضرت ”حز قیل“ کی کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے کہ جس کو
فرنگی لوگ زکیال اور انز کیا کہتے ہیں اور سکیناس نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی وارد ہے جس
کو نصاریٰ اپنے اولوالعزم پیغمبروں سے جانتے ہیں۔ اور از در اس نبی کی کتاب میں محمد مہدی

کی تصریح ہے اور ”ملاجی“ کی کتاب کے تیسویں سیماس میں ایسا ہی ہے اور آٹھویں سیماس
عاموس کی کتاب میں حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت آخر زمان امام مہدی دونوں کے
آنے کا ذکر ہے۔ صحیفہ نعمان بن عباس میں امام مہدی کا ذکر واضح ہے سوائے ان کتابوں
کے اور کتب ہنود و نصاریٰ دیہود میں بھی یہ مذکور ہے۔ اور یہ کتب مذکور ہندوستان کے ملک
میں تلاش کرنے سے ملتی ہیں جس کو میرے بیان میں شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

فتولہ: چنانچہ ”تج الکرامہ“ میں ہے: قولی از سلف در محمد بن عبد اللہ
محض ملقب بہ نفس ذکیہ دعویٰ مہدویت کردہ بود (انتہی)

الجواب: ملاجی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ابوداؤد کی حدیث جس پر صادق آتی ہے وہ امام
مہدی تو گذر چکا ہے اور مہدی آخر زمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ میں کہتا ہوں جب کہ
مصدق حدیث جو امام مہدی ہے وہ گذر گیا تو اب آخر زمان کا مہدی کون ہوگا؟ جو ہوگا وہ
ہرگز موعود اور معہود نہ ہوگا معہود وہی ہوگا جس پر علامت حدیث شریف صادق آتے ہیں۔
اب میں بھی اس ”تج الکرامہ“ سے تحریر کرتا ہوں کہ امام مہدی آخر زمان باقی ہے کیونکہ عیسیٰ
علیہ السلام ابھی تک آسمان سے نہیں اترے تج الکرامہ کے صفحہ ۳۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ
”حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے اور کتاب اللہ اور
میزی سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے۔ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن
مریم کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا، خلیفہ بنائیں گے اور بعض
کتابوں میں ہے کہ ان کی جگہ پر ایک شخص جہاد نام کا ملک یمن کا رہنے والا اٹھے گا اور وہ
قبیلہ قحطان سے ہوگا سو اس میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے
دونوں قبیلہ سے اس کو نسبت ہوگی یا دونوں جدا جدا ہیں اور یکے بعد دیگرے ہوں گے اور ہر

ایک کا زمانہ چونکہ تھوڑا گزرے گا لہذا کسی ملک میں ایک کی شہرت ہوگی کسی میں دوسرے کی یا دونوں معاً ہوں گے مگر ایک تابع ہوگا دوسرا متبوع ہوگا۔ (تطبیق) جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینہ سے قرآن شریف اٹھایا جائے گا۔ (رواہ ابوالفتح عن ابی ہریرہ مرفوعاً)۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔

فتوہ: منجی نہ رہے کہ حدیث مذکور ”یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی“ برابر ہوگا نام اس کا میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر۔ کے ایک معنی غامض اور بھی ہیں جو عوام کا لالچ ہے تو کیا ہیں خواص کا لعوام کے فہم سے بھی بہت دور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حدیث مذکور میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ امام مہدی آخر زمان بروز ہوں گے حضرت خاتم النبیین ﷺ کے اور کوئی جدا گانہ انسان نہیں ہوں گے۔ گویا کہ حضرت ﷺ کی بعثت ثانی ہوگی جیسا کہ آیت ﴿وَالْآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ سے پایا جاتا ہے اس تقدیر میں حدیث مذکور اس امام مہدی آخر زمان ہی کی صفت ہوتی ہے اور اس صورت میں بعض کتب و رسائل میں جو لکھا ہے کہ مہدی کی ماں کا نام آمنہ ہوگا یہ بھی صادق آتا ہے۔ اگرچہ روایات صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جیسا باعتبار مثل مسیح اسرائیل ہونے کے مہدی آخر زمان کا نام عیسیٰ بن مریم ہوا اسی طرح بروز خاتم النبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہوا۔ فافہم و تدبر فانہ دقیق جدا۔

اقول: اس عبارت کا خلاصہ عام فہم مطلب یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد میں دو قسم کی صفت ہیں ایک ایسی کہ اس کے سبب سے حضرت محمد صاحب کا بروز یعنی ظہور دوسری بار ہوا گویا امام

مہدی کچھ نہیں خود حضرت محمد صاحب ہی دوبارہ ظاہر ہوئے۔ دوسری صفت وہ کہ اُس کے سبب سے عیسیٰ بن مریم کا مثیل ہوا تو مرزا صاحب کے اندر حضرت محمد صاحب اور حضرت عیسیٰ ﷺ دونوں کا ظہور ہوا اور مرزا حضرت محمد صاحب کا ہم مثل بھی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کا بھی۔ پس مرزا اور کوئی شی وانسان جدا گانہ نہیں ہے انہیں دونوں پیغمبروں کے اوصاف و ارواح کا مجموعہ ہے یعنی دونوں کی روحیں اس ایک جسم مرزا میں ظاہر ہوئی ہیں اور یہ دونوں پیغمبر دنیا میں دوبارہ مرزا غلام احمد کے قالب میں ظاہر ہوئے۔

ثم اقول: اول یہ کہ سب باتیں تمہارے پیر کی بنا نہیں ہیں اور تم نے وہی نقل کر دیں اس سے ہمیشہ علماء کا مطالبہ کرنا کہ ان کو کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کرو، مگر وہ تو اپنی دلیل کو ثابت نہ کر سکے اور افسوس سے ہاتھ ملتے ملتے قبر میں چلے گئے۔ اب آپ اور کل مرزائی عام و خاص ثابت کر دیں، بلکہ قیامت تک ثابت نہ ہوگا، ہاں اگر یہ شریعت الہی ہو جائے تو اس وقت ثابت ہو جائے کہ محمد ﷺ صاحب اور عیسیٰ بن مریم کا دنیا میں ظہور دوبارہ یکسم مرزا غلام احمد ہوا ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر یہی درست ہے تو مثیل عیسیٰ بن مریم کا دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟ مثیل حضرت محمد ﷺ صاحب کا دعویٰ کیا ہونا جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ حالانکہ یہ کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمد صاحب ہوں مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں کہیں لکھ مارا۔ تیسرا یہ کہ تم تو مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ہرگز مانتے ہی نہ تھے اصلی صورت میں ہو یا کہ بروز کی صورت میں ہو۔ بروز کے ماننے پر تمہارا دعویٰ سہ پایہ جانا رہا۔

چوتھا یہ کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہو گیا، یہ تو ہندوؤں کا مذہب ہو گیا کہ وہ حشر اجساد اور قیامت کے منکر ہو گئے اور یہ کہتے ہیں کہ ایک میت کی روح دوسرے بدن میں ہو کر ظاہر

ہوتی ہے حالانکہ یہ مذہب باتفاق کل اہل اسلام باطل ہے۔

تفصیل معنی بروز کی ہے کہ اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص بروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔ چنانچہ امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جلد مکتوبات کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ ”در بروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ این مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود ازین تعلق حصول کمالات است مرآن بدن را چنانچہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او بروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشانید و نزد این فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط ترست زیرا کہ بعد حصول کمال نقل بدن ثانی برائے چہ بود و ایضا در نقل روح اما تن بدن اول است و احیاء بدن ثانی۔ افسوس این قسم بطلان خود را بمسند شیخی گرفتہ اند و مقتدائ اہل اسلام گشتہ اند ضلوا فاضلوا“۔ اور مرزا نے اپنی کتاب ”ایام الصلح“ کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب ”اقتباس الانوار“ کا حوالہ دے کر ذکر بروز کیا ہے۔ مگر یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ ”لامہدی الامہدی ابن مریم“ یعنی مہدی کوئی نہیں مگر وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو کہ میں غلام احمد ہوں متصرف ہوئی ہے اور مصنف ”اقتباس الانوار“ کو جو صابری خاندان کے ہیں اکابر صوفیہ سے لکھتے ہیں۔ اسی ایام الصلح کے اسی صفحہ ۱۸۰ میں ہے کہ از اکابر صوفیہ متاخرین بودہ۔

مگر مرزا اس کو نہیں دیکھتا کہ بعد نقل کرنے قول بروز کے خود ہی وہ شیخ محمد اکبر

صاحب ”اقتباس الانوار“ میں فرماتے ہیں: واین مقدمہ بغایت ضعیف است اور اسی اقتباس کے صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں: واین روایت ہو قول کسی را کہ مگوید مہدی ہمیں عیسیٰ علیہ السلام است و تمسک کند باین حدیث کہ لامہدی الامہدی ابن مریم۔ و جواب این حدیث حمل است بر حذف لامہدی بعد المہدی المشہور الذی ہو من اولاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی علیہ السلام یعنی مہدی مشہور کے بعد جو کہ رسول اللہ کی اولاد سے ہوگا دوسرا مہدی کامل مہدی نہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اس ”اقتباس الانوار“ کی عبارت سے مرزا کا دعویٰ بروز اور تمسک بحدیث لامہدی الامہدی ابن مریم سے باطل ہو گیا جیسا کہ اس کا دعویٰ بروز کا مکتوبات کی عبارت سے بھی باطل ہوا۔ اور بروز کے دونوں معنی میں سے مرزا اول کا معتقد ہے جو کہ مستلزم تنازع کو ہے اور وہ باتفاق باطل ہے اور اس کے اعتقاد کا ثبوت اس عبارت سے ہے جو کہ مرزا نے اپنی کتاب ”ست یجن“ کے صفحہ ۸۴ میں یہ شعر لکھا ہے۔

مقصود و ہفتاد قالب دیدہ ام بارہا چوں سبز با رویدہ ام
میں معلوم ہوا کہ مرزا کا اعتقاد تنازع کا ہے اور یہ کفار کا اعتقاد ہے مگر کوئی قباحت نہیں کیونکہ مرزا جی مہاراج، کرشنی، اوتار بھی تو تھے۔ جیسا کہ ”کلمہ فضل رحمانی“ سے تنجہ ص ۵۰ میں ہے۔ اور اگر بروز کا دوسرا معنی لیتا ہے تو بھی مردود ہے کما مر۔ واین قول بغایت ضعیف است۔ غرض کہ مرزا کا مثیل عیسیٰ و مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان اس کا ثابت ہے۔

ہم اقول: علامہ سیوطی کی تفسیر ”در منثور“ میں یہ حدیث ہے ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمۃ“ پہلے بھی یہ حدیث ذکر ہو چکی ہے یعنی حضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔“

سوال: از طرف مرزائی ممکن ہے کہ لفظ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

جواب: ایک جواب تو سابق میں چند وجوہ ہو چکا ہے۔ ثانیاً سنو مرزا چونکہ بروز عیسوی بروز محمدی دونوں کا مدعی تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ﷺ عیسوی رجوع سے بصورت قادیانی احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہ زعم اور گمان بالکل قادیانی کا ہے اور خود حضرت محمد ﷺ اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت غلام احمد قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ عیسیٰ (علیہ السلام) کا مراد ہے۔

سوال: بروز سے مراد یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے۔

جواب: قادیانی اور اس کے اذئاب کہیں بھی یہ مراد نہیں لیتے بلکہ وہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح محمدی ﷺ و روح عیسوی (علیہ السلام) دونوں مرزا کے اندر آرہی ہیں۔ کما هو مراد۔ اور اگر مان بھی لیں کہ مرزا اس بروز سے یہ مراد لیتا ہے تو بھی یہ مراد نامراد ہے اور اس پر دعویٰ مشیت کا خطر القناد ہے کما لا یخفی۔ کیونکہ یہ استفاضہ تو مرزا قادیانی کے بغیر بہت سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر ”فتوحات“ میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اور اس کے ہاتھ پر ہم نے توجہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔ کما قال وھو شیخنا الاول رجعنا علی یدیدہ ولہ بنا عنایۃ

”عقیدۃ لا یغفل عنا ساعۃ۔ اور ان کے ماسوا اور بھی عیسوی المشر ب صوفیہ بہت گزرے ہیں اور اب موجود بھی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ بن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بر تقدیر مر جانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا ”وانہ راجع الیکم“ اگر بطریق بروز ہوتا تو ”ان عیسیٰ لم یمت“ بے ربط رہ جاتا تھا کیونکہ وہ بروز موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے اور نیز ”وانہ راجع الیکم“ سے بروز فی القادیانی جب لیا جاسکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود کی قوم سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ”وانہ راجع الیکم“ اسی بارز فیکم جیسا کہ مولوی احمد حسن ہندوستانی نے ”راجع الیکم“ کا معنی بارز فیکم لیا ہے شاید اس کو معلوم نہ چکا ہے کہ قادیانی یہود میں سے ہے اور یہ ”راجع الیکم“ کا معنی بارز فیکم جب ہی صادق آسکتا ہے کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک کسی نے چونکہ نزول و رجوع بروزی کا دعویٰ نہیں کیا تا کہ اس پر یہود ہونے کا الزام عائد ہو لہذا اس کا مدعی بھی مرزا ہے، اور یہ الزام بھی اسی پر وارد ہے۔ پس آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ مرزا ہرگز مہدی موعود مسیح معبود نہیں ہے اور مہدی عیسیٰ سے مراد یہی دونوں الگ الگ عینہ مراد ہیں نہ انکا کوئی مثیل اور انہیں کے عینہ دنیا میں آنے پر اجماع ہے نہ ان کے کسی مثیل پر۔ ورنہ رسول اللہ کی تعلیم جو اس مطلب میں ہے اس کو غلط کہنا ہوگا اور یہ امر منافی ہے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا، خصوصاً ایسے مہتمم بالانشائے میں جس کے ذریعہ سے حضرت ﷺ

امت مرحومہ کو دھوکہ کھانے سے بچانا چاہتے ہیں بالکل منافی شان نبوت کے ہے کیونکہ بجائے ہدایت کے الٹا امت مرحومہ کو دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزولِ قادِیانی کی جگہ نزولِ عیسیٰ بن مریم فرمادیا حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزولِ بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔

ثم اقول: مرزا اور مرزائیوں کا بہت زور اسی پر ہے کہ لامہدی الایسی بن مریم اور اسی سے بروز نکالتے ہیں کما مر۔ اسی واسطے اس مقام میں ذرا زیادہ تفصیل کی گئی اس حدیث کے متعلق میں نیز سالہ ”تنقیح“ میں بھی مفید بحث کی ہے جہاں کی زبان پر لامہدی الایسی بہت ہے مگر سوائے تحقیقِ ماسبق کے اور جوابات بھی ہیں۔

اول: تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا: یہ کہ محتمل التاویل ہے بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً مآول ہے کیونکہ دونوں باہم متغایر ہیں بہ سبب تغایرِ اوصاف کے تو معنی حقیقی یعنی نفی وجود امام مہدی کی معذور ہے اور ایسے وقت مجاز متعین ہوگا۔ پس بعض تاویل کر لے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المہدی پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے مراد فردِ کامل ہوگا اور مہدی ہونے میں فردِ کامل نبی اور پیغمبر ہوتا ہے لہذا یہ معنی ہوا کہ بعد نبی ﷺ کے ہدایت دینے کا فردِ کامل عیسیٰ ﷺ ہوگا کیونکہ تقرب قیامت کے شریروں اور گمراہوں کو ہدایت فرمائیں گے۔ ایضاً حدیث لامہدی الایسی بن مریم کو علامہ زرقاتی نے مردود ٹھہرایا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کو ابنِ ماجہ نے بھی اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابنِ ماجہ ابو امامہ کی حدیث میں تصریح فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نمازی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام بیچھلے پاؤں بٹھتے جائے گا

حضرت عیسیٰ ﷺ آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بردایتِ ہریرہ مذکور ہے۔

اور بعض زعمی مولویوں نے بروز کے مسئلے کو اس آیت سے نکالا ہے۔ ﴿نَحْنُ عَلٰی مَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتُ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۚ عَلٰی اَنْ يُبَدِّلَ اَنْفُسَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ لِمَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ مگر صوفی شیخ محمد اکبر صاحب ”اقتباس الانوار“ فرماتے ہیں کہ اس کو مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت میں انتقالِ روح دوسرے بدن میں عمر دنیا میں ثابت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثلاً دونوں پر فتح کے ساتھ مقرر کی جائے یا جمع مثل معنی مثیل کے بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیرِ اوصاف ہوگا یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدلِ اشکال دنیویہ و اخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدلِ اشخاص دنیویہ و اخرویہ پر جو متخالفة الروح والجسم ہوں گے اور یا تغیرِ اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ پر علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردة و خنازیر۔

پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال نہیں صرف اوصافِ طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تبدل ہے۔

دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے اور مرزا نے تو اس وقت جب کہ دعویٰ کیا تو دنیا ہی میں تھا۔ اور

تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تم کو دوسرے جہاں میں لے جائیں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسائیں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی الدخول تحت النوع واحد ہوئی اور امثال بایں معنی مسلم بین الفرقین ہیں نہ ہم کو مضر نہ مرزا کو مفید، کیونکہ اہل اصطلاح بروز کموں اس کو بروز نہیں کہتے۔

چوتھی صورت سواس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا اور مرزائی بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال آیت سے صرف تحت قدرت اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا۔ حجة الله البالغة۔

قولہ: امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد چاروں مذاہب قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کا خاص کوئی مذہب و طریقہ ہوگا یا نہیں ”ہدایۃ المہدی“ کے اس صفحہ ۲۶، ۲۷ کا خلاصہ ملا جی نے یہ بیان کیا ہے کہ

۱..... چاروں مذاہب کا انتظام زمانہ مہدی تک رہے گا

۲..... اور اپنے زمانہ میں مہدی خود مجتہد مطلق ہوگا

۳..... وہ کسی مذہب کی تقلید نہ کریں گے

۴..... اور دنیا میں انہیں کا مذہب جاری ہوگا

۵..... ایسا فیصلہ کریں گے کہ اگر رسول اللہ دنیا میں موجود ہوتے تو آنحضرت بھی ایسا ہی فیصلہ فرماتے

۶..... اور مذاہب متداولہ کے اغلاط و مسائل ضعیفہ کی اصلاح فرمائیں گے۔

۷..... مذہب مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ، شیخ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے جو مجددین میں معدود ہیں۔ جس کا نام مشرب وادی فی مذہب المہدی ہے۔

۸..... اور سوائے اس کے فتوحات مکیہ اور ایواقیت والجاہر، حج الکرامہ و فتاویٰ شامیہ وغیرہ وغیرہ میں اس کا ذکر ہے فلیبراجع۔

الجواب: ان آٹھوں باتوں کا جواب دیتا ہوں:

۱..... درست ہے مگر اس مہدی کا مذہب یعنی مرزا نے تو انتظام مذاہب کو روک نہ سکا۔

۱..... مہدی راست کے بارے میں یہ بھی درست ہے مگر مرزا پر بالکل درست نہیں کیونکہ وہ مدت تک شرح وقایہ، ہدایہ، کنز الدقائق، در مختار، شامی، اور عالمگیری وغیرہ کتب فقہ پر مسائل اجتہاد میں عمل کرتا رہا۔

۲..... مہدی صادق کسی کا مقلد نہ ہوگا مگر مہدی کا مذہب جو کہ مرزا ہے کل آئمہ بلکہ علمائے اسلام کا مقلد رہا تو ذرا ذرا بات میں تقلید کا دم بھر کے نقل کرتا رہا ہے۔

۳..... ساری دنیا کیا بلکہ دنیا کے کروڑ حصہ کے ایک حصہ میں بھی مرزا کا مذہب جاری نہ

۵..... جتنے فیصلے مرزا کے ہیں جب کہ کتب فقہ و تفاسیر و احادیث سے مخالف ہوئے تو رسول اللہ سے تو خود ہی مخالف ہوئے مرزا نے قرآن و حدیث اور کل آئمہ مذاہب کے خلاف راہ نکالی ہے رسول اللہ کی احادیث کے معنی مراد کو سمجھ کر تا دیلات شروع کرتا ہے۔ اس وہ موافق شرع محمدی کے کیسے ہو سکتا ہے؟

۶..... مذاہب کی غلطیاں نکلنے کا ادراک اور علم کہاں تھا؟ مسئلہ مہدی موعود مسیح معبود ہونے کے سوا اس نے بہت کم قلم اٹھائی ہے اور پھر جس جگہ کچھ لکھا ہے اس پر طالب العلم کا یہ خواہ بھی نہیں رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر القرآن جو اس نے لکھی ہے اس کے اغلاط اور مرزا کی اغزشیں اور جہالتیں اس میں جو جو ہوئی ہیں، آخر میں عرض کروں گا۔

۷..... اور شیخ علی قاری کا نام تو شاید آپ نے غلطی سے لے لیا ہے ورنہ اگر اس کو مانتے ہو تو وہ تمہارے سارے مذہب کو جڑ سے اکھیڑتا ہے۔ مشکوٰۃ کی ”شرح مرقات“ میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف اور پھر یگا ۴۵ برس پھر فوت ہوگا اور دفن ہوگا میرے قبرستان میں..... الخ۔ اور فتوحات مکیہ کی

عبارتیں بکرات مرآت گزر چکی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے اور قیامت تک وہاں رہنے اور اتر کر دجال کو قتل کرنے وغیرہ وغیرہ کے سب سے زیادہ قائل و معتقد اور مدعی ہیں اور ایسا ہی ”الیواقیت والجواہر“ میں مذکور ہے۔ اور ”الکرامة“ میں بھی عیسیٰ ابن مریم کی موت کے قائل کو ذلیل اور شرمندہ کیا ہے۔ دیکھو اس کا صفحہ ۴۴۲ کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ چالیس سال قیام کریں گے اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے اور علامہ شامی نے بھی حاشیہ ”در مختار“ میں اول جلد کی ابتداء میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مناقب میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی صاحب کا کیا ہے اس سے صاف بلاغبار ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں سب مسلمانوں کی طرح قائل اور معتقد ہیں۔ البتہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی چوں کہ مجتہد مطلق ہوگا اور قرآن وحدیث کا حافظہ وگا لہذا وہ کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے گا۔ نفی وجود عیسیٰ یا مہدی یا ان کے کسی مثیل کا ہندی ہو یا پنجابی ہو شریف ہو یا ذلیل ہو ذکر تک نہیں ہے۔ الحمد للہ کہ جن کتابوں سے مرزائی لوگ اپنی جاہلانہ بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سے امر حق کو ہم دکھا دیتے ہیں۔

فتوہ: صفحہ ۲۸ میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلسنت وجماعت کی رسالہ ”تاویل الاحادیث“ میں مذمت فرماتے ہیں۔

جواب: اس سے ملاجی قادیانی کا یہ مقصود ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان آج کل کے اہل سنت وجماعت نہیں بلکہ فقط اہلسنت وجماعت ہم ہی مرزائی لوگ ہیں۔

ہم اسی شاہ ولی اللہ صاحب سے حیات عیسیٰ بن مریم ثابت کر رہے دیتے ہیں۔ شاہ صاحب ”ترجمۃ القرآن“ میں ﴿فَلَمَّا تَوَلَّيْتَنِي﴾ کا معنی (ھر گاہ ہر دانشنی

مرا) لکھتے ہیں اور (میراندی مرا) نہیں لکھتے۔ دیکھو خود اس سے عیسیٰ بن مریم کا مرفوع علی السماء ہونا ثابت ہو گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے رسالہ ”فوز الکبیر“ میں رفع عیسیٰ سے مراد رفع روحانی نہیں بلکہ جسدی رفع ہے۔

فتوہ: تنبیہ: بعض دھوکہ باز مولوی..... الخ صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۲۹ تک کوئی مفید مطلب مرزا اور مفسر مقصود ہمارے کے، بات نہیں بلکہ بے کار ایک اجنبی بات کو جو فی الواقع بے عقلی سے ملاجی نے لکھ ماری ہے محض ورقوں کی تعداد کو زیادہ کر کے رسالہ کا حجم بڑھا دیا ہے۔

فتوہ: اب اصلی اہل سنت وجماعت کون لوگ ہیں؟ اس کا بیان سنئے ”قوت القلوب“ سے وکان سهل رحمۃ اللہ یقول السنة ما کان علیہ النبی ﷺ واصحابہ۔

الجواب: الحمد للہ کہ ہم ہی ہر چہار مذہب کے مسلمان رسول اللہ اور اصحاب کے طریقہ پر ہیں، نہ مرزا اور نہ مرزائی لوگ۔ کیونکہ ان کے اقوال وافعال واعتقاد سراسر کفریات اور خلاف شرع ہیں۔ محض نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ ظاہری امور سے ایمان باقی نہیں رہتا جب تک کہ اعتقاد موافق شرع کے نہ ہو اور ہم نے ”قوت القلوب“ سے نزول عیسیٰ عجیبہ وغیرہ سب نقل کر دیا ہے اس کو دیکھو۔

فتوہ: صفحہ ۲۹ پس یہی فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت اصلی ہیں۔

الجواب: یعنی مرزائی لوگ ہی فرقہ ناجیہ دوزخ سے نجات پانے والے ہیں اور باقی سوائے مرزائیوں کے سب ناری، دوزخی، بدعتی ہیں یہاں تک کہ ملا عبد الواحد کے استاد و ماں باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی، نانا، نانی، پر نانا، وغیرہ کل کے کل اوپر کے دوزخی ہیں۔ نعوذ باللہ منہ ایسا نالائق بیٹا کہ مسئلے کی ہارجیت میں اپنے مردگان کو ملعون اور ناری و دوزخی کہہ دے۔

فتوہ: امام مہدی کا علم شریعت و عرفان من قبیل قولہ تعالیٰ ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾
بوساطت و اقتباس ”انوار مشکوٰۃ“ نبوت کبریٰ سرور عالم ﷺ حاصل ہونا تھا اور بفضلہ تعالیٰ
ایسا ہی ہوا۔ (ص ۳۰)

الجواب: ”رسالہ تنق“ میں ہم نے مفصل لکھ دیا ہے کہ مرزا نے قرآن کو ناقص کہا اور انبیاء
علیہم السلام کو برا کہا اور خود رسول اللہ ﷺ کو غلط گو کہا اور ان کی پیشین گوئیوں کو غلط کہا اور معنی
مراد حضرت کا جان کر اس میں تاویلات کرتا رہا وغیرہ وغیرہ معایب و کفریات مرزا کے
آیت ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ کے بالکل مخالف ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

فتوہ: یہ جو مشہور ہے کہ زمان مہدی میں، جز دین و اسلام کے اور کوئی دین دنیا میں باقی نہیں
رہے گا یعنی دنیا میں فقط مسلمان ہی رہیں گے اور کوئی کافر، یہود و نصاریٰ میں سے باقی نہیں
رہے گا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے خلاف ہے کما مر۔ (ص ۳۰)

الجواب: بیان اس کا مفصل سابق اس سے ہو چکا ہے۔ اور مخالف کی جہالت کا پردہ
اٹھایا گیا ہے فلیراجع ثمہ۔

فتوہ: مگر بعض روایات سے جو پایا جاتا ہے کہ امام مہدی لوگوں کو مال دیں گے تو اس مال
سے مراد دنیوی مال نہیں بلکہ خزانہ علوم دین و معارف و حقائق مراد ہے اور یہ امر حضرت علی
ؑ کی ایک روایت سے بھی مؤید ہے ”تجۃ الکرامہ“ میں ہے: علی مرتضیٰ گفت
رحمت خدا با دبر بلدۃ طالقان کہ آنجا خدایا خزانہ است امانہ از
زر و سیم بلکہ مرد خان اند کہ خدایا شناختہ اند حق معرفت او
و ایشان انصار مہدی باشند۔ انہی (آخر جہ ابونعم) اس روایت میں جو لفظ طالقان

واقع ہے ممکن ہے کہ قادیان سے گڑا ہوا ہو۔

الجواب: مال سے مراد دنیوی ہی ہے کہ کیونکہ کل زمین پر زراعت ہوگی کوئی زکوٰۃ لینے والا
نہ ملے گا۔ دیکھو ”رسالہ تنق“ کو اور خزانہ دین و حقائق و معارف وہ ہیں جو موافق قرآن
و حدیث و اجماع کے ہوں اور مرزا جو معارف و حقائق دیتا ہے اور لوگ اس کو رد کرتے ہیں
وہ صاف ظاہر شریعت محمدیہ ﷺ سے مخالف ہیں لہذا وہ علوم و معارف نہیں بلکہ وہ اباطل و
خرافات و تحریفات و اہیات و کفریات و بدعات سیات ہیں۔ لہذا مرزا نہ تو مہدی حق ہے
اور نہ اس کے علوم دین ہیں۔ اور تجۃ الکرامہ اور ابونعم کی مراد کو دیکھو جو پہلے اس سے مذکور
ہے کہ وہ بالکل تمہارے مخالف ہے اور یہ قول تمہارا کہ طالقان ممکن ہے کہ قادیان سے گڑا
ہو۔ تم مدعی ہو تو تم کو دلیل لانی ضرور ہے۔ احتمال اور نفس امکان کافی نہ ہوگا۔ خانہ ساز
باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان اب چار سو سال سے آباد ہے اور حضرت علی کی خبر دینے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بلدۃ طالقان موجود تھا۔ چنانچہ بطور اخبار حالیہ کے کہہ رہے
ہیں اور جب کہ مرزا کے الہام کے مطابق لفظ قادیان قرآن شریف میں موجود ہے تو اس کو
بلدۃ طالقان یا اس کو کدہ سے نکالنے کی کوئی ضرورت ہے؟

ع ولن يصلح العطار ما افسده الدهر

فتوہ: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے واسطے مال دنیا کو پسند فرمایا ہے اور نہ امت کیلئے
بلکہ فرمایا الفقرا احببوا علیکم۔ دفعۃً اس قدر مال دنیا کے لوگوں کو دینا کہ سب تو نگر
ہو جائیں کوئی محتاج باقی نہ رہے یہ تو عادت الہی و حکمت باری عزاسمہ کے مخالف
ہے۔ (ص ۳۱)

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بے شک دنیا کو پسند نہیں فرمایا ہم بھی مانتے ہیں مگر دنیا نام

ہے غفلت اور حجاب عن ذکر اللہ کا۔ مثنوی میں ہے۔ سُر

چسپت دنیا از خدا غافل بدن نے قماش وقرہ و فرزند وزن
روپیہ و مال و متاع کی ایسی کثرت کہ کوئی محتاج نہ رہے یہ دنیا نہیں۔ دنیا جب ہے کہ غفلت
اللہ کے ذکر سے ہو جائے۔ روپیہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو، اگر دنیا نام جمع کرنے حلال مال کا ہوتا
ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام و حضرت سلطان سکندر علیہ السلام و حضرت عثمان غنی و ابوبکر
صدیق علیہ السلام وغیرہ صحابہ مالدان بڑے دنیا دار کہلائیں گے حالانکہ ایسے لوگوں کے شان میں
یہ لفظ استعمال کرنا ان حضرات کی بدگوئی ہے۔ کما لا یخفی حضرت ﷺ نے بارہا
بکثرت دراہم اور ہکریاں اور غلہ جات اللہ تعالیٰ کے راہ میں تقسیم کی ہیں۔ کافی البخاری
وغیرہ اور یہ عادت الہیہ نہیں کیوں کہ اس کے لئے کوئی تبدیل نہیں۔ ﴿وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِ
اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ بلکہ یہ امتداد احکام الی انتہاء العلة و زوال الحكم بزوال العلة ہے۔

قولہ: امام مہدی علیہ السلام نے لوگوں کو ہزاروں روپیہ انعام دینے کے اشتہارات کثیرہ
دیئے ہیں مگر کسی نے ان انعامات کو حاصل کرنا قبول نہ کیا۔

الجواب: کاذب نے برائے نام اشتہار تو دیا مگر جب دیکھا کہ چاروں طرف سے
جوابات موافق کتاب اللہ و کتاب الرسول کے آرہے ہیں تو خود ہی فرار کر گیا جیسا کہ ہر کس
و ناکس کو معلوم ہے اور وہ پچارہ در یوزہ گرگداگر مسائل کسی کو کیا روپیہ دیتا وہ تو خود طرح طرح
کے حیلوں سے روپیہ جمع کرتا رہا۔ چنانچہ ایک مطرب اللہ دیا سے حرام مال کی درخواست کی مگر
اس کا شکار خالی گیا۔ منارہ بنانے کیلئے صد ہا روپیہ لیا۔ اور اس کی عین حیات میں مدارس
وغیرہ سے لوگ ماہوار روپیہ اس کی معاش کیلئے روانہ کرتے رہے۔ (دیکھو رسالہ تنق“ ص ۵۲
کو) وہ عبارت یہ ہے۔ مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا

جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں (دیکھو ملاحظہ صفحہ ۲۸ ضمیمہ انعام آختم)۔ حاجی سید عبد الرحمن اللہ رکھا
تا جرم درس نے کئی ہزار روپیہ دیئے (صفحہ ۲۸، ضمیمہ انعام آختم)۔

شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کوٹ انسپکٹر
گوروا سپورٹس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی
و مولوی عبد المجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نور الدین صاحب پانچ
سور روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انعام آختم صفحہ ۲۸، ۲۹)

قولہ: حالانکہ علامات مہدی آخر زمان جن روایات حدیث سے ثابت ہیں اخبار آحاد سے
فوق نہیں جو مفید علم یقینی کے نہیں ہیں۔ (صفحہ ۳۳، ہدیہ المہدی)

الجواب: مجموعہ مل کر متواترۃ المعنی ہو گئی ہیں اور علم یقینی کو مفید ہیں الا من اضله
الشیطان کما مر مرارا۱۔ اور امام مہدی صاحب کو لوگ خود بخود شناخت کر لیں گے۔
قولہ: اگر ایسا ہوتا تو ایمان بالغیب باقی نہ رہتا۔

الجواب: یعنی جن جن رسولوں نے خود اپنے آپ کو بدعوئی نبوت ظاہر کیا ہے اور لوگوں
نے ان کو نشان و معجزات سے پہچانا ہے ان کی نسبت ایمان بالغیب باقی نہ رہا۔ واہ واہ
جہالت۔

قولہ: پس معلوم ہوا کہ مہدی صادق کا خود دعویٰ نہ کرنا اور فقط نشانات دیکھ کر لوگوں کا ان کو
پہچان لینے کا قول محض بے دلیل و سراسر باطل ہے۔ ومن یدعی خلاف فعلیہ البیان
بالبرہان (ص ۳۳)

الجواب: قرآن شریف و تفاسیر و کتب سیر و تصوف و تواتر و فقہ و اجماع امت سے فوق
اور کیا برہان ہوگی؟ مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

قوله:

درسہ غاشی ہجری دو قرآن خواہد بود از پی مہدی ودجال کنشان خواہد بود
الجواب: مہدی اور دجال سے مراد مرزا قادیانی کی دو قوتیں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ
زمانہ دراز سے موجود ہیں۔ کیا وجہ کہ اجتماع کسوف و خسوف ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ حالانکہ یہ محض
مرزائیوں کا دعویٰ ہے در نہ ایک واقع نہیں ہوا، چنانچہ پنجاب وغیرہ املاک کے لوگ بخوبی
جانتے ہیں۔

قوله: مرزا غلام احمد صاحب تھینا ۱۲۵۱ھ میں یا تھوڑا آگے پیچھے تولد فرمائے تھے اور
۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کے وفات فرمائے ہیں چنانچہ ۱۳۲۶ء کیلئے لفظ مغفور مادہ تاریخ
وفات ہے۔

الجواب: اگر تاریخ کے مادہ پر امام مہدی ودجال کی شناخت موقوف ہے تو میں ایسے
مادے تاریخ ولادت مرزا و جوانی و وفات مرزا نکال دیتا ہوں کہ اس کے لحاظ سے مرزا ظالم
اور فتنہ گر اور کاذب ہو جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے بالکل مطابقت
ہے اس نے بھی مہدی معبود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آخر کو کاذب نکلا۔ مہدی
سوڈانی ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۲ء۔ اور ان کی مہدویت کے اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں وہ
مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور تم کو کچی شریعت پر
چلاؤں گا وغیرہ وغیرہ اور اس نے اپنا نام محمد احمد رکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر
حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت وجہ کا محتاط عالم تھا جس کی
علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس بقدر
تین لاکھ جان نثار خدا کے واسطے لڑنے کو موجود تھے۔ مرزا کی پیدائش ۱۲۵۹ھ ہجری ہے سپارہ

واعلموا“ میں پروردگار نے گویا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ﴿الَا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا﴾ یعنی ”آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے“۔ اور یہی تاریخ محمد احمد سوڈانی مہدی
کاذب کی بھی ہے اور مرزا کتاب ”آئینہ“ میں لکھتا ہے کہ عدد ۱۲۷۵ کا جو آیت ﴿وَآخَرِينَ
سَنُهِمُ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ سے نکلتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی
کی تاریخ ہے۔ الخ بلفظہ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان ہوا اور یہی شباب (۱۲۷۵) ظلم ہے
جس کے اعداد ۱۲۷۵ ہوتے ہیں اس سے مرزا جوان ظالم ثابت ہوا۔ اس سے جب
۱۵ سال بلوغت کے نکالے جائیں تو وہ ۱۲۹۰ء رہتے ہیں جو کہ ﴿الَا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا﴾ کے اعداد ہیں ایک برس کسر میں گیا۔ اور مہدی سوڈانی کی تاریخ ۱۸۵۲ء ہے اور
یہی تاریخ مرزا کے مہدی اور مسیح کے مثیل ہونے کی ہے جیسا کہ اس نے خود ”براہین احمدیہ“
صفحہ اول حصہ سوم پر لکھا ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے نام کے اعداد
پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں، اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں یعنی میں تیرہویں صدی
پر ہوا ہوں۔ اور مرزا اس کو بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اب میں چند لوگوں کے نام کے اعداد تیرہ سو پورے کرے دیتا ہوں جن کو مرزا
اور ہم کوئی مہدی یا مسیح نہیں کہتے بلکہ مرزا ان کو سخت گالیاں دیتا ہے۔ سنئے :

۱..... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجر) سوڈانی ۱۳۰۰۔

۲..... مرزا امام الدین ابوالوارث لال بیکیاں قادیانی۔ اس کے نام کے بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔
اور مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۳..... مولوی حکیم نور الدین مستہام (حیران) بھیروی۔ علی ہذا القیاس۔ اور جس قدر نام
چاہوں تیرہ سو کے عدد والے نکالتا جاؤں لیکن اس سے کسی کا مجدد یا مسیح یا اس کا مثیل ہونا تو

ثابت نہیں ہوتا۔

اقول: سب سے لطیف تر قرآنی معجزہ ہے جو کہ قادیانی پر خوب لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَنۡفِیۡمِ﴾ شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان کرنے والے گنہگار پر۔ اس آیت کریمہ کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں اور بلاشبہ مرزا پر شیطان اترتے ہیں اور انہیں کے دوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔
قولہ: مرزا صاحب ای محض جو مصداق اس مصرع مشہور کا ہے:

ع کہ امی قلم را بگرد بدست

ایسے تو نہ تھے اوائل عمر میں بعض بعض اساتذہ کے نزدیک کسی قدر مختصر تعلیم پائے ہوئے تھے مگر علوم و حکم شرائع و ادیان و تحقیق و معارف میں کوئی ان کا استاد نہ تھا۔ (صفحہ ۳۶)
الجواب: اوائل عمر میں جو بعض استادوں سے پڑھا ہے وہ کیا سوائے علوم و حکم و ادیان کے کوئی نالک اور مسریم اور شعبہ بازی اور مکاری تھی ضرور یہی تھی۔ جیسا کہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ: اسی وجہ سے تو آیت کریمہ ﴿وَمَنْ كَانَ فِیۡ ہٰذِہٖ اَعْمٰی فِہُوۡ فِیۡ الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی﴾ ان لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ (ص ۱۳۷)

الجواب: یہ آیت کفار نابکار کے بارے میں تھی اس کو اہل سنت و جماعت پر لگا دیا۔ اور اسی صفحہ میں مسلمانوں کو ابو جہل کافر سے مشابہت دی ہے۔

قولہ: مما ینجر الی الطوالہ۔

الجواب: الی الطوالہ غلط ہے اور صحیح الی طوالہ ہے مضاف کو معرف باللام نہ ہونا چاہیے۔

قولہ: ضمیر نہ زن بلکہ آتش زینست کہ مریم صفت بکرو آبستن است۔ (صفحہ ۴۰) مراد اس سے قادیانی کی ہے کہ مرزا جیسا کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہوا ایسا ہی مریم کے نام سے بھی مسکی ہوا۔

الجواب: مولانا نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنجوی سکندر نامہ میں دل کو جس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔ مریم صفت بتا رہے ہیں اور قلب تو مؤنث سماعی ہے اس کو مریم صفت کہہ دینا بطور استعارہ کے کوئی مستبعد نہیں مگر مرزا باوجود مذکر ہونے کے مریم صفت نہیں بلکہ مریم لقب ہوا و ینہما بون بعید۔

قولہ: الغرض بعد مرتبہ مریمیت کے حضرت اقدس کو مرتبہ عیسویت و مسیحیت کا دیا گیا تھا گویا کہ مریم سے عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ رموز و اشارات سے قرآن کریم کے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ”سورہ تحریم“ کے آخر میں ہے قولہ تعالیٰ ﴿وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا امْرَاۃً فَرَعَوٰنَ..... الخ﴾ قولہ تعالیٰ ﴿وَمَرْیَمَ اِبْنَتَہٗ عِمْرٰنَ النَّبِیِّ اٰخَصَّنَا فَرْجَہَا فَفَتَحْنَا فِیۡہِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَقْتُ بِکَلِمٰتِ رَبِّہَا وَکُتِبَہٗ وَکَانَ مِنَ الْقٰیۡمِیۡنَ﴾ اس آیت شریفہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعض افراد اس امت مرحومہ کے مریم صدیقہ سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یعنی اسی سبب سے مرزا غلام احمد کو ابن مریم کہا جاتا ہے۔

الجواب:

اولا: جب تک کہ حقیقت کا تعذر نہ ہو تب تک مجاز نہیں لیا جاتا حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیا: یہ کہ قطع نظر تعذر حقیقت سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشا ہے کہ وصف

ایمان علاقہ مصححہ لا رادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے یعنی لفظ مریم سے اگر قادیانی علاقہ الایمان مراد رکھا جائے تو یہ علاقہ اس ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس کے وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جائے، مفید نہیں۔ پس اگر انصاف سے کوئی دیکھے تو قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امراۃ فرعون) سے مراد کوئی مومن نہیں خود مریم اور فرعون کی عورت ہی مراد ہے۔

ثالثاً: ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی کا۔ چنانچہ ”شمس بازغہ“ کے صفحہ ۹۳ پر امر وی نے لکھا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی۔ اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ پہلے مرزا کے والد صاحب غلام مرتضیٰ صاحب لفظ مریم سے کسی استعمال سے پنجابی یا اور کسی زبان میں مراد لئے گئے ہوں اور وہ اس لفظ مریم سے کبھی پکارے گئے ہوں، وانی یکون له ذلک پس مرزا کا ابن مریم ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر فقط علاقہ مصححہ وجود ایمان ہی لیا جائے تو مرزا کی خصوصیت کیا ہے ہر مومن کو ابن مریم کہنا درست ہے۔

قوله: ملخص کلام اس مقام میں یہ ہے کہ قوله تعالیٰ ﴿يَمْنَحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُنَبِّئُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ﴾ اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ پشمن گویوں میں جو من قبیل معجزات و کرامات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قدر تبدل و تغیر ممکن ہے نہ یہ کہ سر موتجا و زمکن نہیں جیسا کہ خیال کل عوام کا لانعام اور اکثر خواص کا لعوام کا ہے کیونکہ اس تقدیر غناء ذاتی میں باری تعالیٰ کے فتور راہ پاتا ہے۔

الجواب: اگر امکان تبدل مسلم ہی ہو تب اس واقعہ خاصہ میں کسی آیت یا حدیث قولی یا فعلی یا تقریری یا اجماع صحابہ یا مذہب مجتہد سے آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امکان جو تھا اب فعلیت اور وجود خارجی میں آگیا۔ آپ کیونکہ مقام استدلال میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مدعی

تبدل کو لازم چاہے اس کو احتمال کافی نہیں ہوتا اور جب کہ کسی دلیل سے ثابت نہ کر سکو تو کوئی ثابت رہے گا اور غناء ذاتی میں نقصان جب ہو کہ غناء فعلی مستلزم ہو غناء ذاتی کو نہ یہ باطل ہے کیونکہ غناء ذاتی جیسی کہ بصورت تبدل و تغیر موجود ہے ایسی ہی بصورت تبدل و تغیر کے بھی موجود ہے پس باری تعالیٰ کی غناء ذاتی میں فتور ہرگز راہ نہیں پاتا بلکہ ہم بھی فتور کا نہیں ہوتا پس تبدل و تغیر ممکن مگر علت بیان کرنی آپ کی باطل و عاقل ہے۔ اور فر ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ میں جو جواز خلف لکھا ہے وہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے اور اس میں رائج و مرجوح کے قطع نظر ہونے سے مخالف کو کسی قسم کا فائدہ نہیں کیوں کہ اگر یہ امر مسلم ہو تو ایک دو چار باتوں میں نہ یہ کہ صد بابا باتوں میں جو کہ علامات امام مہدی و خواص عیسیٰ علیہ السلام و آیات دجال وغیرہ ہیں سب کے سب میں وعدہ خلائی ہو جائے اور ایسا ضروری مسئلہ کہ اتنی مخلوقات گمراہ ہو جائے اور پھر حضرت محمد ﷺ اور کل اصحابہ کرام و ائمہ مجتہدین انام کا اس تبدل و تغیر کا ذکر نہ کرنا ہی قرینہ قاطعہ یقینیہ جازمہ موجب للیقین والا ایمان ہے کہ اگرچہ خلف و تبدل و تغیر اس میں باعتبار نفس قدرت الہیہ کے ممکن ہے الا وقوع تبدل و تغیر کا ہرگز ہرگز ہوگا۔ العدم استلزام الامکان الفعلیہ کما لایخفی۔

قوله: صفحہ ۳۷ و ۳۸ میں جو کچھ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت مرزا کی تکذیب اور پیشگوئی کے غلط ہونے میں پردہ پوشی کی ہے وہ سب خلاف واقع بیان کی ہیں۔

اقول: کل پنجاب اور ہندوستان میں معلوم ہے کہ مرزا اس میں صاف نامرادہ گیا اور اگر کوئی پیشگوئی کسی شخص کی صادق بھی ہو جائے تو اس سے اس شخص کا امام مہدی یا مثیل عیسیٰ ابن مریم ہونا تو ثابت نہیں ہوتا کیونکہ برہمنوں اور بت پرستوں اور کافروں کی پیشگوئیاں بھی کبھی صادق ہو جاتی ہیں۔

فتوہ: اور ”ہدایۃ المہدی“ کے صفحہ ۳۹ و ۵۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اگرچہ یہاں تک کہ یہ بھی ہو تو بھی اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی امر بھی نیا نہ ہے جو شرعیہ قویہ نہیں ہے، اہل سلسلہ نے جو ”بانی سلسلہ“ کو قبول کیا ہے سو یہی قرآن و حدیث کے دلائل قویہ سے قبول کیا ہے اگرچہ بد بختوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ پس اس تقدیر میں بالفرض محال ”بانی سلسلہ“ واقعی مسیح موعود و مہدی معہود نہ بھی ہو تو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

..... انتہی ملنقطہ۔

الجواب: اس سلسلہ کے خلاف شرع اقوال و افعال و اعتقادات اظہر من الشمس ہیں جس بانی سلسلہ کے ناجائز اقوال و افعال و اعتقادات ہیں وہی سلسلہ قبول کرنے والوں کے بھی ہیں جن کے سبب سے علمائے روئے زمین نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ کچھ قدر ذکر اسی رسالہ میں اور میرے دوسرے رسالہ ”تبغ غلام گیلانی“ میں موجود ہے۔ ایسے شخص کو مہدی معہود یا مسیح موعود جاننا کفر ہے کیونکہ قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ و کل مہم دینیہ جس شخص کو دائرہ اسلام کے اندر نہیں چھوڑتے اور کم از کم علانیہ فسق جس کا ظاہر ہو اس کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہنا قرآن و حدیث کو کاذب کہنا ہے۔ خبردار ہواے مسلمانو یہ کہی دھوکے کی بات بنگالی قادیانی نے لکھی ہے۔ (نعوذ باللہ من غضب الرب)

فتوہ: ازمنہ ماضیہ میں بعض بعض علماء نے بعض بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء ان کے ساتھ متفق ہوئے مگر ان علماء مخالفین نے ان علماء سابق الذکر پر کوئی برا حکم نہیں لگایا اور ان کو کسی طرح مطعون نہیں کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی کی تاریخی اختلاف میں ہے: وقال وهب بن منبه ان كان في هذه الامة مهدي فهو عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالى عليه وايضا فيه وقال الحسن ان كان مهدي فعمرو بن

..... الخ۔

جواب: اگر مقصود قادیانی کا اس عبارت سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی اور امام حسن سیوطی میں مہدی سے مراد مہدی آخر زمان ہے تو مرزا غلام احمد کا دعویٰ کرنا کہ میں مہدی ہوں، بالکل بیہودہ اور غلط ہے اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ اس قدر صفات حمیدہ مہدی کے عمر بن عبد العزیز میں موجود تھے کہ بوجہ مبالغہ کے اس کو مہدی کہا گیا۔ جیسا کہ فی الواقع کتاب کا مقصود بھی ہے تو اس کے لانے سے ہمارا کوئی نقصان اور قادیانی کا فائدہ نہیں فقط۔

فتوہ: مولوی عبدالواحد باشندہ مقام برہمن بریہ ضلع پتہ ملکر بنگال کے رسالہ ”ہدایۃ المہدی“ کا رد ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طور پر لکھا ہے کہ جس کتاب سے اس نے اور اس کے پیر مرزا غلام احمد متوفی یا مولوی محمد حسن امروہی یا اور کسی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر دلیل لائے تھے ہم نے بھی اسی کتاب سے حیات عیسوی کو ثابت کر دیا۔ اگر ہم ایسی کتابوں کو حوالہ دیتے جو کہ ان لوگوں کے مذہب میں نہیں مانی جاتیں تو ان کو کرنے میں بھی اگرچہ بددیانتی اور بے ایمانی ہوتی مگر تاہم ایک قسم کا عذر ان کے ہاتھ میں ہوتا اب باوجود یکہ انہی کی مانی ہوئی کتابوں کو اور انہی کے پیشواؤں سے ہم نے حیات عیسیٰ کو ثابت کر دیا تو ان کو شرعاً، عرفاً، عقلاً کسی طرح سے رد کرنے کی گنجائش نہیں اور ہم نے یا اور کسی عالم سنی حنفی یا اور کسی سچے مذہب والے نے قادیانیوں کو اپنی تصنیفات میں اہل الفاظ سے پکارا ہے سو یہ کوئی بری بات نہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے اور خود مرزا قادیانی نے علمائے دیندار کو سخت گالیاں دی ہیں اور وہ ایسے سخت الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں کے الفاظ ان کے لیے بھی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ”رسالہ تبغ غلام گیلانی“ کو جو کہ ہم نے ان کی گالیوں کو نقل کیا

ہے خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایسی گالیاں دی ہیں جس سے قادیانی مرزا اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور یاد رہے کہ بعض مسلمان مولوی مرزائی مولوی کو ادب کے لفظ سے بولتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب مولوی صاحب، سو یہ گناہ ہے۔ کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کسی فاسق کی مدح اور صفت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ عرش مجید کا نپ اٹھتا ہے۔ پس مرزائیوں کو ادب کے لفظ سے یاد نہ کرنا چاہیے۔

خود اسی رسالہ ”ہدایۃ المہندی“ کو دیکھو کہ علمائے اہل سنت و جماعت کو کیسے

ادب لفظوں سے یاد کیا ہے:

صفحہ ۶ دھوکے میں ڈالتے ہیں۔

صفحہ ۸ فوجِ اعوج کے کتنے علماء۔

صفحہ ۱۲ مخالفین سلسلہ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نامولوی ہوں دجال کے حصہ داروں میں سے ہیں۔ دیکھو اب کل روئے زمین کے علماء و صحابہ کرام و تابعین وغیرہ کو دجال کا حصہ دار یعنی دجال اور شیطان کہہ دیا۔

صفحہ ۱۷ میں ہے احمدیوں سے مباحثہ کرنے کے جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔

صفحہ ۲۷ بعض دھوکہ باز مخالف مولوی۔

صفحہ ۳۳ بد بخت لوگ نشان کو نشان تسلیم نہیں کرتے۔

صفحہ ۱۳۷ بوچھل و امثال سے اس کے دریافت کیا جائے۔

صفحہ ۳۸ دشمنانِ دین و مخالفانِ اسلام۔

صفحہ ۳۹ سادہ لوح مخالف مولویوں سے، صفحہ ۴۱ جن کو اللہ تعالیٰ نے اندھا بنا رکھا ہے، صفحہ

۴۲، سطر ۳ میں نیک بدلہ علماء کو عام انبیاء کا منکر کہا ہے۔ اور انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔ پس

من بر یہ کے خطیب کے گمان میں کل علماء کافر ہیں۔

تنبیہ: جو کوئی مرزا کے اعتقاد اور اسکے اقوال و افعال مذکورہ کو حق جانے وہ اسلام سے خارج ہے اس کی عورت کا نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی پہلی عبادت برباد ہو جاتی ہیں اگر ظاہر ہو کر تو بہ نہ کرے اور اس حالت میں مر جائے تو مثل اصلی کافروں ناری جہنمی ابدی ہے جب تک تو بہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اور صالح ہو جائے تب تک مسلمانوں کو اس سے نفرت کرنا ضروری ہے قادیانی کی تعظیم کرنی حرام ہے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے وہ نماز دوبارہ پڑھنا فرض ہے ان سے کوئی مسئلہ عمل کرنے کے لئے دریافت کرنا یا اس سے وعظ و مولود پڑھوانا یا ان سے فتویٰ لینا یا ان پر جنازہ کی نماز پڑھنا سخت گناہ ہے کیونکہ یہ سب باتیں مسلمان کی تابع ہیں جب کہ وہ ان کی مسلمانی ہی رخصت ہو چکی و ثواب باقی کیا رہا۔ فقط مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے یہ چند باتیں لکھی گئیں۔

اللہم اغفر له و لجميع المومنین.

فقیر حقیر قاضی غلام گیلانی حنفی سنی نقشبندی

(ملک پنجاب ضلع کیمپور انک علاقہ چچہ موضع شمس آباد ۱۲)

(تمہ از مولوی محمد غلام ربانی صاحب فاضل کامل جامع العلوم)

سوال: آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ﴿الرُّسُلُ﴾ کا الف لام استغراقی ہے، محیط ہے کل افراد رسول کی۔ صورت استدلال کی یہ ہے کہ محمد رسول ہے اور کل رسول محمد صاحب سے قبل گذر گئے۔ پس مسیح بھی گذر چکا یعنی مرچکا کیونکہ خلعت بمعنی مات ہے اور یہ شکل اول ہوئی۔

جواب: شکل اول کی شرط کبریٰ کلیہ نہیں کیونکہ یہی ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ مسیح کے حق میں بھی نازل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ پس اگر لفظ ﴿الرُّسُلُ﴾ کے الف لام کو استغراقی لیا جائے تو معنی یہ ہوگا مسیح ابن مریم رسول ہیں اور بے شک اس سے پہلے سارے رسول مر گئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی رسول ہیں اور عیسیٰ کے قبل نہیں مرے بلکہ صد ہا برس بعد ان کے فوت ہوئے کیونکہ مسیح سے سینکڑوں برس بعد کو پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ الف لام استغراقی ہرگز نہیں کیونکہ بعض افراد رسول کے اس کے تحت میں نہ آئے کہ وہ محمد صاحب ہیں پس کبریٰ کلیہ نہ رہا بلکہ مہملہ فی قوۃ الجزیہ ہوا۔ پس استدلال قادیانی وفات مسیح پر باطل ہوا بلکہ ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ تو خود حیات عیسیٰ کو ثابت کرتا ہے ورنہ لفظ ﴿مِنْ قَبْلِهِ﴾ لٹو ہو جائے گا۔ پس مفاد دونوں آیتوں کا صرف اسی قدر ہے کہ موت منافی نبوت کے نہیں حضرت ﷺ اور حضرت مسیح ابن مریم پر موت آئے گی اپنے وقت میں۔

سوال: سوائے حضرت عیسیٰ کے اور کوئی شخص بھی بدن خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف

گیا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں گئے ہیں۔ علامہ سیوطی نے ”شرح الصدور“ میں بروایت امام یافعی کے شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر آئے فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ ہو جانے کے اس قدر سبز نور آسمان سے اتر کر آئے کہ ان سے آسمان چھپ گیا پس ان میں سے ایک جانور بڑا نیچے آیا اور اس میت ولی اللہ کو ایسا نگل گیا جیسے جانور دانہ نگل جاتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اٹنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا جو کہ وہ بھی اوپر سے اتر اٹھا اور نماز میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس سے تعجب نہ کر کیونکہ جن شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کے پٹوں میں ہو کر جنت میں چلتی چرتی ہیں وہ تلواریں کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کی روح کا حکم رکھتے ہیں۔ ”شرح الصدور“ ص ۳۷ شیخ سیوطی نے فرمایا کہ اسی کے مشابہ وہ قصہ ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے ”ذکر موتی“ میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد لوگوں سے کنارہ کر کے پہاڑوں میں رہتا تھا بارش کے لئے لوگ اس سے دعا کراتے تھے اور بارش برتی تھی جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کو غسل دینے لگے ناگہاں ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس بزرگ میت کے پاس آ گیا اور ایک شخص نے اس تخت کو کھڑے ہو کر پکڑا اور اس والی میت کو اس پر رکھ دیا پس وہ تخت پھر آسمان کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر جانا: علامہ سیوطی نے لکھا کہ اس کا مؤید وہ واقعہ ہے جس کو امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بروایت عروہ ذکر کیا ہے کہ حضرت

ابوبکر کا غلام عامر بن فہرہ "معوذہ" کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیہ الغمری نے پچشم خود دیکھا کہ وہ اس وقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہرہ کا قتل ہو کر آسمان کی طرف اٹھ جانا اپنا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف کو لکھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عامر بن فہرہ کے جسم کو ملائکہ نے چھپالیا اور اس کو عاتین پر جا رکھا اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم و کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی روایت کیا اور عامر بن طفیل بھی بیان کرتا ہے کہ عامر بن فہرہ کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اور حبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابو نعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیہ بن الغمری تخریج کی ہے۔

سوال: کسی صوفی کا اٹل با خدا نے بھی وفات عیسیٰ ﷺ کا قول کیا ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی نے نہیں کیا بلکہ جن صوفیوں اور بزرگوں کو خود مرزا مانتا تھا ان سب سے مسیح کا زندہ آسمان پر جانا اور بقرب قیامت آنا زمین پر ثابت ہے شیخ سیوطی و محمد اکبر و شیخ اکبر و شیخ عبدالقادر جیلانی و مجدد الف ثانی وغیرہ سے مرزا جا بجا سند لاتا ہے۔ بعض حضرات سے جواب حقانی میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل کر دیا اب کچھ قدر میں بھی نقل کر دیتا ہوں۔ مجدد الف ثانی امام ربانی نے دفتر سوم، مکتوب ۲۷ میں فرمایا کہ اور اشراط قیامت سے ہے یہ کہ حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا نے "ازالہ" جلد اول میں اہل لغت خصوصاً شیخ ابن عربی کی نسبت لکھا ہے (ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے) دیکھو شیخ اکبر کے یہ اشعار۔

الا ہو ختم الاولیا و رسول و لیس لہ فی العالمین عدیل

خبردار ہو وہ عیسیٰ ﷺ حکم الاولیاء ہے اور رسول ہے۔ اور اس کی برابر جہاں میں اس وقت کوئی نہ ہوگا۔ یعنی عیسیٰ کے زمانہ میں اور بعد ان کے ان سے کوئی برابر نہ ہوگا عزت و حرمت میں۔ پس مرزا ہرگز مسیح موعود یا اس کا مثیل نہیں کیونکہ اس کی مثل اس کے زمانے میں بھی صد ہا لوگ تھے اور بعد اس کے بھی اور ہوں گے اس سے اچھے تھے اور اب بھی ہیں۔ ہو الروح ابن الروح امہ مریم۔ و هذا مقام ما علیہ سبیل۔ وہ عیسیٰ خود روح ہے اور روح کا بیٹا ہے اور اس کی ماں مریم ہے اور ایسا مقام ہے کہ اس پر کسی کو قابو نہیں ہے۔ کیسا صاف بیان کر دیا کہ وہ عیسیٰ جو کہ روح اللہ ہے جو کہ بواسطہ روح القدس یعنی بھگت جبرئیل علیہ السلام پیدا ہوا ہے اور بغیر باپ پیدا ہوا ہے، وہی نازل ہوگا اور اس کا کوئی ہم رنگ اور مثیل مرزا ہو یا غیر کوئی ہرگز ظاہر نہ ہوگا اگر کوئی اس کا مدعی ہو تو وہ کاذب ہوگا: فینزل فینا مقسطا حکما بنا ومن کان حکما قبلہ فیزول۔ یعنی نازل ہوگا ابن مریم ہم میں عادل اور حاکم ہو کر اور اس سے پہلے جو حاکم ہوگا نازل ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا محکوم تھے، نہ حاکم۔

صحیح حدیث تمام جہاں کی مانی ہوئی میں وارد ہے کہ امام مہدی جب آئے گا:

۱..... حاکم ہوگا

۲..... عادل ہوگا

۳..... خنزیر کو قتل کریگا

۴..... جزیہ لینا موقوف کر دے گا۔ ظاہر ہے جب کہ مرزا خود انگریزوں کا رعیت تھا تو حاکم نہ ہوا یہ صفت بھی گئی۔ عادل بھی نہ تھا، نہ مسائل دین میں، نہ اپنے معاملات میں اور لوگوں پر تو اس کو عدل کی قدرت بھی نہ تھی۔

تیسرا کام حضرت عیسیٰ کا خنزیر کا قتل کرنا تھا اور مرزا کے وقت برابر سوروں اور خنزیروں کے گلے پٹے رہے اور اب بھی بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا کام جزیہ کا موقوف کرنا تھا مرزا چونکہ خود رعیت تھا لہذا اس سے یہ بھی نہ ہوا۔
پانچواں کام مال کا دینا تھا مرزا خود طرح طرح کے حیلوں سے لوگوں کے مال جمع کرتا رہا۔ مرزا کے کلام میں ایسے تناقض ہیں کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے اس کا دعویٰ تھا کہ میں مہدی آخر زمان اور مسیح موعود ہوں جس کا لوگوں کو انتظار تھا میرے بعد قیامت ہو جائے گی۔ مگر اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھتا ہے، جو کہ اصلی عبارت اس کی ہے۔ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ (ازالہ اوہام، ص ۹۸) دوسری جگہ لکھا ہے ایک بلکہ دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہر جلال و اقبال کے ساتھ ہی آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔ (دیکھو ازالہ اوہام، ص ۲۹۴ تا ۲۹۵) پھر دوسری جگہ لکھا اسی عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود ہی پر خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے۔ (ازالہ اوہام، ص ۱۵۹)

پس مرزا کو تو خود بھی یقین نہ تھا وہ مسیح ہے اور دوسری صفت حضرت عیسیٰ کی یہ ہے کہ صلیب کو توڑے گا یعنی دین نصاریٰ کو مٹا کر اسلام جاری کرے گا۔ مرزا نے بجائے اشاعت اسلام کے تمام مسلمانوں پر کفر کا حکم دے دیا اور دین نصاریٰ کو اور بھی تائید دے دی خود ابن اللہ بنا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ نے فرمایا کہ انت منی بمنزلہ اولادی۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۸۱) یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کے جابجا ہے۔ اس الہام سے ثابت ہوا

کہ خدا کا حقیقی بیٹا عیسیٰ ابن مریم ضرور تھا جس کا مثیل مرزا بن کر اس کے جابجا ہو گیا۔ اور مرزا نے مسیح کی الوہیت کو بھی ثابت کر دیا اس کی ”کتاب البریہ“ میں ہے کہ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوا اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اور مرزا نے مسئلہ کفارہ کی بھی تائید کر دی نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلہ اور اس کے کفارہ میں حضرت عیسیٰ مسیح نے سولی کا عذاب جناب الہی سے قبول کیا ہے اب ہم کو پروردگار کی گناہ کے سبب سے نہ پکڑے گا۔ سو مرزا بھی یہی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے صلیب یعنی سولی پر لٹکایا اور عذاب دیا۔

پس جس نے عیسیٰ کو صلیب پر مانا اس نے مسئلہ کفارہ کو مان لیا۔ اور تجسم خدا کا مسئلہ بھی مرزا نے ثابت کر دیا جو کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ میں خدا داخل تھا۔ سو مرزا نے بھی ”آئینہ کمالات اسلام“ میں کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ اور مرزا نے مسئلہ تثلیث کو بھی ثابت کر دیا جو کہ نصاریٰ کا دین ہے۔ اس نے ”توضیح المرام“ میں لکھا ہے کہ ہم دونوں کے روحانی قوا میں ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کے سلسلے ایک نچیکو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق و مخلوق میں پیدا ہو کر نزو مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الہی کی چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اسی کا نام پاک تثلیث ہے۔

بقلم فقیر محمد غلام ربانی پنجابی

عَقِيدَةُ
خَيْرِ النَّبِيِّينَ

مِنْ مَقَالَتِ الْإِمَامِ الْكَلْبِكَرِيِّ

مِنْ مَقَالَتِ الْإِمَامِ الْكَلْبِكَرِيِّ

كَتَبَهُ الْإِمَامُ الْكَلْبِكَرِيُّ



رِسَالَةُ بَيَانِ مَقْبُولِ وَرَدِ قَائِلِي بَيَانِ مَقْبُولِ

تَصْنِيفُ لَطِيفِ

عالمِ جلیل، فاضلِ نبیل، حامیِ سنت، حامیِ بدعت
حضرت علامہ قاضی غلامِ گیلانی چشتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سوال تفسیر صاوی ۱۔ جو مالکی مذہب کی ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت ہے۔
جواب: بالکل غلط ہے بلکہ متعدد جگہ اس تفسیر میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور جانا ان کا آسمان
ان اسم خاکی کے ساتھ مذکور ہے۔ ”جلد اول، سورہ بقرہ میں زیر آیت ﴿اَفَكُلَّمَا جَاءَ
اَكْرَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ﴾
لہے ہیں قولہ کعبیسی ای کذبوا ولم یتمکنوا من قتله بل رفعه الله الى
السماء۔ دیکھو اس میں مرفوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر مذکور ہے۔ اور سورہ مائدہ،
ص ۳۰۰ زیر آیت کریمہ ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
اعْبُدُوْنِیْ وَاَقْبٰی الْهٰیۡنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ..... الخ﴾ (قولہ فی القيامة) وقیل ان
السوال وقع فی الدنیا بعد رفعه الى السماء اقول تعلق قیل بالسوال لا بما
بعد رفعه الى السماء قوله ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ يستعمل التوفی فی اخذ الشئ
والہیا ای کاملاً والموت نوع منه قال تعالیٰ ﴿اللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیۡنَ
مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا﴾ وليس المراد الموت بل المراد الرفع
كما قال المفسر (قبضتنی بالرفع الى السماء) حاصل مافی المقام ان هذه
العقیدة وقعت منهم بعد رفعه الى السماء وتستمر الى نزوله ولم تقع منهم
بل رفعه واما بعد نزوله فلم یبق نصرانی ابدا بل اما الاسلام او السیف
فیعین ان یکون معنی توفیتنی رفعتنی الى السماء۔

۱۔ تفسیر جلالین کے اور پر حاشیہ ہے ۱۲۷

سوال: تفسیر روح البیان میں جو کہ بڑی معتبر کتاب ہے۔ موت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکور ہے۔

جواب: محض غلط ہے۔ اس سے سابق روح البیان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بحیثہ جسم خاکی آسمان پر زندہ گئے ہیں۔ اور قرب قیامت تک وہیں رہیں گے بعدہ ان کو دجال کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور اب بھی روح البیان سے حیات عیسوی نقل کر دیا ہوں۔ سورہ اسراء ص ۳۹۵ میں ہے۔ کہ شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات اس طور پر ہوئی۔ کہ ان حضرات کی صورتیں مثالیہ تھیں۔ مثلاً صورت جسم کے مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علی نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کے جسم دنیوی کے ساتھ کیونکہ یہ حضرات زندہ ہیں۔ ونصہ فراہم فی صورة مثالیة کھینٹھم الجسدانیة الاعیسیٰ وادریس والخضر والیاس فانہم باجسادہم الدنیویة لکونہم من زمرة الاحیاء..... الخ.

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اوصاف میں سے جو کہ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے۔
تكون الملل کلہاملة واحدة۔ یعنی سب دین کا ایک دین ہو جائے گا۔ درست نہیں کیونکہ یہ مخالف ہے اس آیت کریمہ کے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ محمد ﷺ کی متابعت کریں گے۔ وہ لوگ کافروں پر فوق اور اچھے رہیں گے۔ روز قیامت تک اس سے معلوم ہوا کہ کافر مشرق فرقہ ایمان داروں کے قیامت تک دنیا میں ہوں گے پس سب دینوں کا ایک دین ہونا درست نہ ہوگا۔

جواب: سب ملتوں کا ایک ملت ہونا بروقت نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ مراد نہیں کہ فوراً عیسیٰ بن مریم کے اترتے ہی سب اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علم خداوندی

شما کفر پر معین ہے ان کو کفر کی حالت میں بذریعہ جہاد قتل کر دیا جائے گا اور باقی موجودہ کافر اہل سب ایمان قبول کر لیں گے۔ جیسا کہ ملک عرب کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں ”اسلام“ داخل نہ ہوا ہو یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہوگا۔ اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت حالت کفر میں مقدر تھی وہ ہلاک کئے گئے اور باقی کے مسلمان ہو گئے۔ پس حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: حدیث وتكون الملل کلہاملة واحدة یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مختلف دین کا ایک دین مسلمان ہو جائے گا۔ مخالف ان دو آیتوں کے ہے کیونکہ یہ حدیث مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اول آیت ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدھا ولكن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اگر ہم چاہیں تو البتہ دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت، لیکن ثابت ہو چکا ہے مجھے یہ قول کہ البتہ پر کروں گا جہنم کو جنات اور بنی آدم کل سے دوسری آیت یہ ہے ولو شاء ربک لاجعل الناس امة واحدة ولا یز لون مختلفین الامن رحم ربک ولذلك خلقہم وتمت کلمة ربک لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین ط اور اگر چاہتا رہ تیرا اے محمد ﷺ تو البتہ کر دیتا کل لوگوں کو ایک گروہ اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے، مگر جس پر کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہو چکی ہے۔ بات رب تیرے کی البتہ بھروں گا دوزخ کو جنات اور بنی آدم سے۔

جواب: کوئی مخالفت اور تعارض نہیں کیونکہ آیت اولی کا مفاد یہ ہے کہ ہم نے چوں کہ السمات اور جنات سے دوزخ کا بھرنا منظور کر لیا ہے۔ لہذا ہر ایک جن اور ہر ایک آدمی کو ہم نے ہدایت نہیں دی۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیدیتے اور یہ ہو سکتا ہے کہ سب کو

ہدایت بھی نہ ہو اور جہنم کو بھی پر کر دیا جائے۔ باوجود اس کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ سب ایک ملت ہو جائیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ماقبل کے لوگ مختلف رہیں اور عین عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے لوگ جو حالت کفر کی موت سے بچ جائیں وہ سب کے سب ایک ملت پر ہو جائیں اور پھر بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے لوگ بوجہ فتن و فجور کے بیدار ہوں گے۔ قیامت تو شریروں ہی پر قائم ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے اول اور آخر کے لوگوں سے مع جنات کے جہنم پر کر دی جائے گی اور ان کے وقت کے مسلمان لوگ بوجہ ہدایت کے جہنم سے بچائے جائیں گے اور دوسری آیت بحسب استثناء من رحمہ ربک مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود رہیں گے مختلف بھی رہیں گے اور لایزالوں کا یہ متفق نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں دیکھو قول باری تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ﴾ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفاک بنیانہم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے نہ ہوگا ہاں اگر مر گئے۔ تو چوں کہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تقطع قلوبہم مگر یہ کہ لکڑے لکڑے کٹ جائیں دل ان کے یعنی مرجائیں۔ پس زماں مسیح بن مریم میں چوں کہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسے ہوگا؟ پس ان آیات اور حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں لیکن بے علمی بری مرض ہے۔

سوال: مرزا کہتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو واقع ہے۔ لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔ وہ میرے حق میں ہے کیونکہ میں نے بذریعہ

ان بات کے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور مخالفین اسلام کو بلایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔
جواب: حدیث شریف میں تو "فلا یقبلہ احد" مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چوں کہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت ہدایت کی بغایت درجہ ہوگی۔ اور سب تارک اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقرہ حتی تكون السجدة الواحدة خیرا من الدنيا وما فیہا۔ شاہد ہے۔ اس لیے وہ مسلمان ہوں گے۔ زاہد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو ایسا بلکہ اظہار حقیقت اسلام بذریعہ اشتہار بات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔ فان قلت السجدة الواحدة دائما خیر من الدنيا وما فیہا لان الاخرة خیر وابقی۔ قلت الغرض انها خیر من کل مال الدنيا اذ حیث لا یمكن التقرب الی اللہ تعالیٰ بالمال۔ وقال التور بشتی یعنی ان الناس یغیون عن الدنيا حتی تكون السجدة الواحدة احب الیہم من الدنيا وما فیہا..... الخ (مذہبی بخاری ج ۷ ص ۳۹۲)

سوال: فرشتے زمین پر نہیں اترے اور جب اتریں گے تو اتمام حجت ہو جائے گا پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور حدیث دمشق جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا فرشتوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مذکور ہے وہ موضوع اور چھوٹی ہے۔ اس کو یہ آیت جھوٹا کر رہی ہے۔ اهل ينظرون الا ان تاتيهم الملائكة اوتاتی ربک اوتاتی بعض آیات ربک۔ یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایما نہا لم تکن امنتم من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا۔ نہیں نظر کرتے یہ کفار مگر اس بات کی، کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے رب نیرایا آئے بعض نشانی پروردگار کی، یعنی غضب و عذاب اور

جواب: ہو سکتا ہے کہ اس کی زائد خلقت اور صورت بعد بالکلیہ فنا ہو جانے اور زائل ہو جانے کے پھر اس کو ملتی ہو جب کہ تبلیغ کر چکتا ہوگا۔ بوجہ اس کے کہ تذلل دو صورتوں کا باہم نزدیک اہل حق کے درست نہیں ہے۔ علم منطق میں ہے الملک جسم نورانی بتشکل باشکال مختلفة لا یذکر ولا یؤنث یعنی بخاری "جلداول" میں عبداللہ بن یوسف کی حدیث جس میں یہ جملہ ہے واحیاناً یتمثل لی الملک رجلاً پوری کاشف اس وہم کی ہے۔ امام مقدمام یعنی اس کے تحت میں فرماتے ہیں۔ قول یتمثل ای یتصور مشتق من المثال وهو ان یتکلف ان یکون مثلاً لشیء اخر وشبہا له قوله الملک جسم علوی لطیف یتشکل بای شکل شاء وهو قول اکثر المسلمین وقالت الفلاسفة الملئکة جو اهر قائمة بانفسها لیست بمتحیزة البتة ثم قال الامام الموصوف فی بیان الاجوبة والا سئلة فی هذا الحديث العاشر ما قایل ما حقيقة تمثل جبرئیل علیہ السلام له رجلاً اجیب بانه یحتمل ان الله تعالى افنی الزائد من خلقه ثم اعاده علیه و یحتمل ان یزیله عنه ثم یعیده الیه بعد التبلیغ نبه علی ذلك امام الحرمین واما التداخل فلا یصح علی مذهب اهل الحق۔ اور اس جواب کے متصل دوسرا

سوال اور جواب بھی فرماتے ہیں۔ سوال: جبرئیل علیہ السلام کے 600 پر ہیں جب کہ وقت ملاقات رسول اللہ ﷺ کے دحیہ کلی صحابی کی صورت پر بن کر آتے تھے۔ تو ان کی وہ روح کہاں جاتی تھی۔ پس اگر اس چھوٹی صورت میں وہ روح آتی تھی تو کیا بڑا جسم اصلی اس کا فنا ہوتا تھا یا باقی رہتا تھا۔ سوائے روح کے اور اگر وہ روح اسی اپنے بڑے جسم میں رہتی تھی تو وہ جسم کلاں دحیہ کلی کی صورت پر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ یہ روح اور نہ یہ جسد جبرئیل

علیہ السلام کا تھا۔

جواب: جبرائیل علیہ السلام کی روح ان کے جسم کلاں سے منتقل ہو کر جسم صغیر میں آ جاتی تھی جو کہ بصورت دحیہ کلی صحابی کے تھا۔ اور جسم کلاں باقی زندہ رہتا تھا۔ سوائے روح کے جیسے شہیدوں کی رو میں منتقل ہو کر سبز جانوروں کے جو اصل پوٹوں میں رہتی ہیں اور جسم کی موت بوجہ جدا ہو جانے روح کے عقلاً واجب نہیں ہے۔ بلکہ پروردگار نے موت جسدی کو عادت کریمہ کے ساتھ بوجہ مفارقت روح کے بنی آدم وغیرہ حیوانات میں جاری کیا ہے۔ بس اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ملائکہ میں بھی بوجہ مفارقت روح کے موت جسم کی ہو جائے۔ قال الامام الهمام بدرالدین العینی الحنفی فی شرح البخاری تحت الحديث المذكور الحادی عشر ما قایل اذا لقی جبریل النبی ﷺ فی صورة دحیة فاین تكون روحه؟ فان كان فی الجسد الذی له ستمائة جناح فالذی اتی لاروح جبریل ولا جسده۔ وان كان فی هذا الذی هو صورة دحیة۔ فهل یموت الجسد العظیم ام یبقى خالیاً من الروح المثقلة عنه الی الجسد المشبه بجسد دحیة۔ اجیب بانه لا یبعد ان لا یکون انتقالها موجب موته فیقی الجسد حیاً لا ینقص من مفارقتہ شیء ویکون انتقال روحه الی الجسد الثانی کما تنقل ارواح الشهداء الی اجواف طیر خضر وموت الاجساد بمفارقة الارواح لیس بواجب عقلاً بل بعادة اجراها الله تعالى فی بنی آدم فلا یلزم فی غیرهم۔

سوال: آیت ومن نمره نکسه فی الخلق دال ہے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو ککوں اور واٹر گونی بہ

نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (یام الصلح)

جواب: اس شخص سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ”یام الصلح“ مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسی یا نوے سال کی قید جو مرزا نے لگائی ہے۔ کون سے کلمہ قرآنی کا معنی ہے؟ یہ کلام الہی میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف میں کیا تم نے آیت اصحاب کہف کے بارے میں نہیں دیکھی۔ جو پروردگار فرماتا ہے۔ ﴿وَأَبْثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ اور پھر وہ لوگ غار میں تین سو برس اور زیادہ کے انہوں نے نو برس۔ یعنی ۳۰۹ اگر اس آیت ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ﴾ کا مطلب اسی یا نوے برس ہے۔ تو اصحاب کہف کو ۳۰۹ تین سو نو برس تک کس طرح ٹھہرایا؟ بلکہ یہ تین سو نو برس تو وقت نزول اس آیت کے۔ اور اب ۱۳۳۲۔ اور جو گزر گئے۔ پس مجموعہ عمر میں ۱۶۴۱ ہوئی۔ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی ص ۱۲، جلد ۳ میں ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے ہمراہ ہو کر دجال سے لڑائی کریں گے اور حضرت الیاس علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان، جلد رابع ۱۰۳ میں ہے۔ ہزاروں برس کی عمر ہوگی اور باقلاق جمہور اہل تصوف و محدثین و بزرگان دین خواجہ خضر علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ غوث پاک عبد القادر جیلانی شیخ المشائخ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ جیسا کہ ”فواتح الرحموت“ شرح مسلم الثبوت، ص ۴۱۲ میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس اور حضرت آدم کی عمر (۹۳۰) سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو چھپن سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سے بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی دو سو تیس برس (۲۳۳)، کیسے خلاف مدلول آیت قرآنی کے ہوئی؟ مرزا نے افسوس کہ کوئی سیر اور تاریخ کی کتاب بھی نہ دیکھی۔ جہالت بھی بری بلا ہے۔

سوال: آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارضہ العمر دلائل کرتی ہے وفات عیسیٰ پر، معنی اس کا یہ اور بعض تم لوگوں سے فوت ہوتا ہے اور مر جاتا ہے اور بعض تم لوگوں سے لوٹا یا جاتا ہے بطرف ارض اور خراب عمر کے، قرآن شریف میں کسی جا یہ وارد نہیں ہے کہ بعض تم لوگوں سے اس جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور پھر لوٹے گا آخر زمان میں۔ یعنی اس قسم کی عبارت ومنکم من صعد الی السماء بجسده العنصری ثم یرجع فی اخر زمان۔ قرآن شریف میں کسی جگہ میں وارد نہیں ہے۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر بعض لوگوں کا چڑھنا بطرف آسمان کے بھی مانا جائے تو تیسرا امر بھی نکل آیا اور آیت مذکورہ کا حصر باطل ہو گیا۔

جواب: مسیح بن مریم علیہا السلام اس آیت کے دو شق میں سے ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلَى اَرْضِ الْعُمْرِ﴾ داخل ہے اور ارض العمر، کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے نہ منصوصی کہ کسی آیت میں تصریح ہو اور نہ عقلی۔ تاکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ اور علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کشفی طور سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ ”اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے پرکشوف ہوا ہے۔ علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود و محدود معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ مرزائی کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے کیونکہ مرزا خود کشفی دلیلوں پر جا بجا سندا لیا۔ اور شیخ اکبر کو اپنا پیشوا جانتا تھا۔ باقی رہا حضرت مسیح کا آسمان پر تشریف لے جانا سو یہ ان حالات میں سے ہے جو متوسط ہیں الولادة والموت میں۔ حالات متوسطہ کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہئے

کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی۔ جیسا کہ مرزا کا اور سارے مرزائیوں کا مزعوم ہے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔ موجب بطلان حصر آیت کا ہو۔ اور اگر یہی عدم ذکر موجب بطلان حصر آیت نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء جو حالات متوسط میں سے ہے۔ یہی نقل حصر آیت نہیں ہو سکتا ہے۔

سوال: از طرف مرزا اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا وما جعلنا ہم جسدا لا یاکلون الطعام ”ہم نے نہیں بنایا ان لوگوں کو ایسے جسم پر کہ نہ کھائیں طعام“۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ کانا یا کلان الطعام ”وہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے“۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے۔ تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر کھانے پینے کے کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور طعام کے معنی ”ما یطعم“ کے ہیں۔ یعنی جو ”چیز طعم“ اور غذا ہو کر ”مایہ حیات“ بنے ”طعام“ کا معنی فقط گیہوں، جو، برنج وغیرہ خوب ہی نہیں، بلکہ عام ہے اور یہ چند چیزیں بھی نخلہ ”افراد طعام“ عام میں سے ہے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی۔ بخاری اور مسلم دونوں اس حدیث کو لائے ہیں۔ معنی یہ ہوا ”اور کون ہے؟ تم سے مثل میرے کہ رات گزارتا ہوں میں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے“۔ یعنی میں تمہاری طرح آب و دانہ ظاہری ہی فقط کھا کر گزارہ نہیں کرتا ہوں کہ فقط معتادہ ماکولات ہی میرا گزارہ ہوں، بلکہ میری خوراک اور غذا عنایت ایزدی ہے یعنی پروردگار کا ذکر اور تسبیح و تہلیل۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جس کو ”ابوداؤد، امام احمد حنبل

اور طحاہی نے روایت کیا ہے۔ فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یرجزیہم ما یجزی اہل السماء من التسبیح والتقدیس۔ حدیث کا راوی آنحضرت ﷺ سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیسا حال ہوگا؟ جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات ذکر الہی اور تسبیح و تقدیس ہے۔ اسی طرح مؤمنین بھی ”سبحان الملک القدوس“ کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر انکا طعام اور سبب حیات ہوگا اور یہ مسئلہ ”انجیل متی“ اور لوقا باب ۴ ورس ۴۰ میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ”صحف انبیاء علیہم السلام“ میں اسی طرح مرقوم ہے کہ ”خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر کرتی ہے جو عوام لوگوں کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔“

اصحاب کہف کا قصہ یاد کروان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر ”طعام اور شراب مالوف و معمول“ اور بغیر تظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے، اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ افسوس کہ مرزا اور مرزائے، انبیاء اور اولیاء کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ بیٹ

کار پاکان را قیاس از خود مکیر گرچہ مانند در نوشن شیر و شیر اس امت مرحومہ محمدیہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے آدمی موجود ہیں۔ اور ہوں گے جن کی زندگی کا ذریعہ ذکر الہی ہے۔ اور ہوگا۔

سوال: مرزا کی طرف سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واولیٰ صانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا ”اور وصیت کی ہے مجھ کو یعنی حکم کیا ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتھ پڑھنے نماز اور زکوٰۃ کے جب تک کہ میں زندہ ہوں“ پس چاہئے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں۔ حالانکہ آسمان پر جیسا کہ خورد و نوش سے فارغ

ہیں ایسا ہی لوازمِ جسمیت سے بھی، علاوہ اس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے اور آسمان پر مال کہاں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں بھی بے باعیت زہد اور فقیر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ کو تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ مرزا اور مرزائی اگر زمین پر عیسیٰ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دیں تو بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تسخیر ہے ساتھ مسیح ابن مریم علیہ السلام کے اور زکوٰۃ کا معنی مفسرین نے ”تصفیہ نفس طہ“ بھی لکھا ہے۔

سوال: انک میت وانہم میتون بصریح وفات عیسیٰ علیہ السلام پر شاہد ہے۔

جواب: یہ دونوں یعنی ﴿اَنْکَ مِیْتٌ﴾ اور ﴿وَاَنْھُمْ مِیْتُوْنَ﴾ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، نہ دائرہ مطلقہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت میں اور وہ انبیاء سابقین بھی اپنے اپنے اوقات میں مرنے والے ہیں۔

اب دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نازل ہونے کے آسمانوں سے سب اہل اسلام ”انہم میتون“ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور نزولِ آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہو تو چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ بھی وقت نزولِ آیت کے داخل اموات ہو گئے ہوں۔

سوال: ”میت“ مشتق ہی موت سے اور حملِ مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا براں چاہئے کہ وہ سب مر چکے ہوں، حتیٰ کہ مسیح بھی۔

جواب: ”قیام مبداء“ کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ کے۔ یہاں پر منطق کا پردہ بھی کھل گیا کہ مرزا کہاں تک منطق جانتا تھا قضیہ کے تحقق اور صدق میں امتیاز نہیں رکھتا تھا۔

سوال: قرآن شریف میں وارڈ ہے والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شینا

وہم یخلقون اموات غیر احياء وما یشرعون ایان یعنون یہ آیت دلیل ہے وفات مسیح پر۔

جواب: یہ آیت ”سورہ نحل“ کی ہے جس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے بناء علیہ مراد من دون اللہ سے ”معبودات“ مکہ معظمہ کے مشرکین کے ہیں۔ یعنی اصنام اور بت نہ مسیح ابن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ”ابن عباس اموات“ کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

سوال: عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کا بنا براں مراد من دون اللہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں گے بغیر تخصیص بتوں کے، تو مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

جواب: ”معبودات باطلہ“ میں فقط مسیح ہی اس تفسیر پر داخل نہ ہوگا، بلکہ ملائکہ جو جملہ معبودات باطلہ ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے، تو بحکم آیات مذکورہ روح القدس بھی مر گیا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی مرزا پر؟ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کے رنگہ میں سمجھے جائیں۔ یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ ”بیضاوی“ اور ”ابن کثیر“ اور ”تفسیر کبیر“ اور ”کشاف او یواتی تفسیر“ میں ہے۔ تو مسیح ابن مریم قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

مرزا کا سوال: ”خاتم النبیین“ ہونا حضرت ﷺ کی دلیل ہے وفات مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہوا اور آخر زمان میں نزول فرمائے تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ پس حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب: بعد نزول در رنگ احاد امت ہی اتریں گے۔ علم ازلی کا مسئلہ سنو علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ من حیث المطابقة یعنی جس طرح معلومات۔ یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا انصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار ہو تو اسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔ مسیح ابن مریم کی بلکہ دیگر انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بعد ظہور میں پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا۔ ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تحقیق اس آیت کی کہ جس پر مرزا نے بہت زور لگایا ہے۔ اور اس کی غلطی ہے اور بے علمی کا بیان۔ تاکہ مسلمان واقف ہوں۔

﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ قَبْلَ مُوَيْهٖ﴾ اولاً معنی اس کا یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب جو موجود ہوگا وقت اترنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضرور ایمان لائے گا۔ ساتھ واقفیت مضمون بالا کے قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور مضمون یہ ہے کہ اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اور یہ کہ وہ نبی برحق اور پیغمبر صادق گزرے ہیں اپنے وقت میں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ یا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضروری اتریں گے تم میں ابن مریم شریعت کے حاکم بن کر اور منصف ہو کر۔ اور خزیرو کو حلال جاننا اور پرستش صلیب کی، جو کہ یہ امور ان کے بعد شرع میں نصاریٰ نے داخل سمجھے تھے۔ ان کو یک لخت موقوف کر دیں گے“..... ح

پس اس عیسیٰ سے مراد وہی ابن مریم ہیں۔ جو صاحب انجیل ہوئے ہیں۔ کیونکہ استشہاد کے وقت حضرت ﷺ یا ابو ہریرہ اس حدیث کے بیان کے وقت ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ قَبْلَ مُوَيْهٖ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اگر وہی عیسیٰ مراد نہ ہوں بلکہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا جیسا باطل گمان مرزا کا تھا تو آیت سے استشہاد کا کیا معنی ہے۔ افسوس! کہ مرزا بتائیں مثیل عیسیٰ علیہ السلام اپنے گمان میں بن تو گیا مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور حلت الزیور خوری اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام کرنا اور مال کی کثرت یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرتا اور ایک سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے ایک نے بھی نہ کیا۔ یہ نشانیاں ہیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور ان کے مثیل نے ایک نشانی بھی موجود نہ کی۔ اور ٹانیا عرض ہے کہ اگر مراد اس حدیث سے مرزا ہی ہوتا مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو مجلس کے لوگوں، صحابہ وغیرہ کو مرزا کے ہونے نہ ہونے میں تعجب ہی کیا تھا۔ جو حضرت محمد ﷺ قسم کھاتے اور لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد فرما کر لیو شکن فرما کر لوگوں کا تردد رفع فرماتے۔ واضح ہو کہ معنی آیت ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ قَبْلَ مُوَيْهٖ﴾ کا ابو ہریرہؓ سے منقول کیا گیا، ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے اور اسی معنی کو ”علامہ ابن کثیر“ نے اپنی تفسیر میں شہادت سوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے اپنے ماقبل سے ترجیح دی ہے اور دوسرا معنی جو کہ ایک روایت میں اس طور پر آچکا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اوپر ایمان لائے گا۔ سو یہ فقط وجوہ آیت میں سے ایک وجہ ہے۔ وكون المعنى واقعيا على وجهه من وجوه الكلام لا يستلزم ان يقوم هو المراد من الكلام لان واقعية المضمون شيء آخر. وكونه مراداً شيء آخر فتأمل لدقته۔

پہلی دلیل: رفع جس کی ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ قَبْلَ مُوَيْهٖ﴾ بمطوقہ وال ہے۔ نزول مسیح ابن مریم پر اور وہ مستلزم ہے رفع جس کی۔

دوسری دلیل: رفع جسی کی جب کہ پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں یہود کے ہاتھ سے تم کو بچاؤں گا اور اس قول سے تسکین فرمائی۔ ﴿لَيُعِيسِيَّ إِنِّي مُتَوَقِّعٌ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾

پس بڑے تعجب کی بات ہے بچانے کا وعدہ فرما کر یہود کے ہاتھ میں گرفتار کر کے اور ان کے ہاتھ دے کر سولی پر چڑھا دینا۔ بعد اس کے زندہ اتارنا اور پھر اپنی موت سے اس کو مارنا۔ کیا یہی وعدہ الہیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا کیا یہی مال ہے جو کہ رات بھر رورو کر کی تھیں۔

تیسری دلیل: رفع جسی کی ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ﴾ اخراج کیا فریابی اور سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عباس علیہ السلام سے اس قول مبارک میں ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ﴾ فرمایا خروج عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القيامة. و اخراج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاہد علیہ السلام ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَاعَةِ﴾ قال آية ﴿لِّلْسَاعَةِ﴾ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القيامة. تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس سے چند طریق کے ساتھ اس دعا کو روایت کر کے آخر کو کہا۔ عن ابی ہریرۃ و ابن عباس و ابی العالیۃ و ابی مالک و عکرمۃ و الحسن و قتادۃ و الضحاک و غیرہم وقد تواترت الاحادیث عن النبی ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القيامة اما ما عادلا..... الخ

پس ﴿اِنَّهُ﴾ کی ضمیر بمناسبت سیاق اور اقوال صحابہ و تابعین قرآن شریف کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ اور ایسا ہی غیر صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مرجع کرنا ضمیر کا۔ اس اعتبار سے کہ وہ زندہ کرنے والے مردوں کے ہیں۔ یا اور کسی حیثیت کی رو سے بلکہ ﴿اِنَّهُ﴾

کی ضمیر کا مرجع نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو کہ سیاقاً و تزلزلاً مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَمَّا صَرَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ..... الخ﴾ اس آیت میں ﴿مِنْهُ﴾ کی ضمیر اور ایسا ہی ام ہو اور ان ہو اور انعمنا علیہ اور وجعلناه۔ یہ سب ضما زجاج ہیں بطرف ابن مریم کے۔

دلیل ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ اور حضرت ﷺ نے منجملہ علامات قیامت کے یہ خبر بھی دی ہے کہ خارج ہوگا دجال ایک شخص معین یہود میں سے اور مسیح ابن مریم اس کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس ہم مسلمانوں کو بموجب اس آیت مبارکہ کے رسول اللہ کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہئے بے چوں و چرا کہ۔ اور جب کہ رفع جسی اور نزول مسیح علیہ السلام کا قرآن کریم اور احادیث متواترہ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر ہو چکا۔ تو اب ہرگز انا جیل کی طرف متوجہ ہونا باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القائے شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تفکیک کی وجہ سے تواتر ان کا قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں بھی قابل اعتبار کے نہ رہا۔ کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ ”انا جیل“ میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود۔ بایں قول کہ ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ..... الخ﴾ کہتے تھے۔ ان سب کی تکذیب باری تعالیٰ کے قول ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ اور ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ بل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے ہو چکی۔ جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرمادیا تھا کہ ”اے برنبا چونکہ میرے حواری یعنی بددگار لوگ وغیرہ بوجہ محبت دنیاوی کے مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور یہ کسی کے لائق نہیں ہے۔“ پس پروردگار نے چاہا کہ بروز قیامت مجھ پر لوگوں کی ہنسی نہ ہو تو دنیا میں اللہ نے یہود کی تکلیف دہی اور ان کی بے عزتی کی موت سے مجھ کو بدنام کرنا

چاہا، لیکن غلطی ثابت تشریف لانے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہوگی۔ جب حضرت تشریف فرمائیں گے تو اس غلطی قتل اور صلب کو رفع فرمائیں گے۔ استدلال کا دیانی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقولہ تعالیٰ ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم﴾ بان خلت بمعنی ماتت والرسول جمع معرف بالام الاستغراق۔ فلذا فرع علیہ افان مات الخ اذ لو لم یکن الخلو بمعنی الموت اولم تکن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفريع اذ صحته موقوفة علی اندراج نبینا ﷺ فی لفظ الرسل المذكور قطعاً۔ وذلک بالاستغراق۔ وکذا صحة موقوفة علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر وعموم الخلو من الموت یلزم تفريع الاخص علی الاعم مع ان التفريع یتعقب استلزام ما یتفرع علیہ المتفرع۔ ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص۔ فالتفريع الواقع فی قوله تعالیٰ یتستدعی تحقیق کلا الامرین من کون الخلو بمعنی الموت۔ ومن کون الجمع مستغرقاً وبعد کلنا المقدمتین یقال ان المسیح رسول وکل رسول مات وینتج هذا القیاس المؤلف من المقدمتین القطعیتین ان المسیح مات۔ وهو المطلوب والدلیل علی الصغری قوله تعالیٰ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ وقوله ما المسیح ابن مریم الارسل۔ وامثاهما من الایات وتسلیم جمیع الفرق الاسلامیة برسالة علیہ السلام۔ والدلیل علی الکبری المقدمتان الممہدتان المذكورتان لانه متى کان الخلو بمعنی الموت۔ وقد اشد الی الرسل وثبت کونه جمعا۔ فیندرج فیہ المسیح علیہ السلام قطعاً۔ فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبری

میت مانحن بصددہ۔

فارسی ترجمہ: ونیست حضرت محمد ﷺ مگر فرستادہ پروردگار بہ تحقیق گذشتہ انداز قبل آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام پیشینیاں آیا۔ پس اگر آنحضرت ہمیرند یا قتل کردہ شوند شما بازروید۔ ہر پائے خود از دین مسلمانی وما از جانب مرزا تقریر واصلاح تقریر باین طور میکنیم کہ قوله خلت بمعنی ماتت ولفظ الرسل جمع ست بالام استغراقی معرفہ است۔ بنابرین "افان مات" برو متفرع گشت زیرا کہ اگر نباشد خلو بمعنی موت یا الرسل جمع مستغرق نباشد متفرع بودن "افان مات" درست نگردد۔ زیرا کہ صحت این تفريع موقوف است برداخل بودن نبی ﷺ در لفظ الرسل۔ واین ادخال وقتے باشد کہ ال استغراقی باشد ونیز صحت این تفريع موقوف ست بر بودن خلو بمعنی موت زیرا کہ اگر درمیان موت وخلو تغائر باشد وخلورا از موت عام گیریم لازم آید۔ تفريع اخص براعم۔ حالانکہ تفريع وقتے درست باشد کہ متفرع علیہ را متفرع لازم باشد وظاہر ست عدم استلزام اعم للاخص۔ پس وجود تفريع در آیت کریمہ مقتضی تحقیق دو امرست یک خلو بمعنی موت دوم بودن الرسل۔ جمع مستغرق ازین ہر دو مقدمتین یک را صغری برائے شکل اول۔ دوم را کبری برائے آن میکنیم وشکل اینست عیسیٰ علیہ السلام بے شک رسول ست۔ وہر رسول مردہ است وازین قیاس مرکب از دو مقدمہ قطعیہ

این نتیجه بر آمد که تحقیق عیسی علیه السلام مرده است. و همین مطلوب بود. و دلیل بر اثبات صغری این که فرموده باری تعالی در حق عیسی علیه السلام در قرآن و رسولا الا بنی اسرائیل قوله تعالى «ما المسيح ابن مريم الا رسول» و المثال این دو آیت دیگر آیت نیز هستند و رسول بودن حضرت عیسی علیه السلام از اجماع امت ثابت است. و دلیل بر اثبات کبری آن دو مقدمه اند که اصلاح و تمهید ایشان اولاً کرده شده زیرا که چون خلو بمعنی موت شد و نسبت او بطرف الرسل کرده شد و آن جمع است. پس مندرج میشود. در لفظ الرسل مسیح علیه السلام قطعاً. پس لازم شد ثبوت موت برائے عیسی علیه السلام در ضمن کبری پس مطلب قادیانیان ثابت شد و اگر چه ایشان را طریقه استدلال معلوم نبود اما استحسنات و تبرعاتی الوسع از طرف ایشان در بیان علمی مهذب بیان نمودیم و اکنون جواب او برین طور میدهم.

فاقول فی الجواب المختصر بعون الله تعالى و توفيقه ان الخلط فی قوله تعالى قد خلعت عام لكل مضي من الدنيا. اما بالموت او بغير الموت فصح التفريع وان لم يموت عيسى عليه السلام وهذا ظاهر جدا وهذا الجواب وان كان مختصرا ولكنه فيه كفاية لذوى الدراية.

ثم اقول مفصلا ومطولا ومذيلا این هر دو مقدمه که برائے کبری دلیل آورده شدند مسلم نیستند - استحاله عدم صحت تفريع درین صورت که هر دو مقدمه مذکوره یا فقط يك مقدمه مفقود باشد نیز

مسلم نه و نیز ما این استدلال را باین طور مخدوش میکنیم که این استحاله مطلقا لازم آید سلمت المقدماتان کلتاهما او منعنا وسند المنع الاول ان لفظ الخلو الماخوذ من قوله تعالى «قَدْ خَلَتْ» الخ» ليس بمعنى الموت ليفرح المستدل والا ليقع التعارض الحقيقي في كلام الله تعالى وهو يدل على عجز الشارع وانه محال في جنبه تعالى فمستلزم المحال محال وصورته ان الآية الكريمة «سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ» معناه على زعم المستدل سنة لاوقد ماتت وتوفت والآية الكريمة «وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا» فان معناه ان السنة الالهية والطريقة السبحانية الربانية لايتغير من حال الى حال وبين مفاديهما كما ترى بل معناه المضي لشي كما جاءت به اللغة وما فسر احد من اصحاب اللغة لفظ قد خلعت بمعنی ماتت وتوفت ای بمعنی الموت فعلم ان حقيقة الخلو باعتبار اللغة المضي فقط. كما ارشد الله تعالى في القرآن العظيم في المنافقين «وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شُيَاطِينِهِمْ الخ» «وَإِذَا خَلَا بِعُضُوبِهِمْ إِلَى بَعْضٍ» وظاهر ان المراد منه في هاتين الكريمتين ليس معنى الموت وكذا لفظ الخلو في قوله تعالى «وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ» وفي قوله تعالى «كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ» ولا يخفى ان المراد من خلو السنن والايام ليس معنى الموت بل المراد مضيها وهذا معنى يقع صفة الزمان أولا وبالذات يقال قرون خالية وسنن ماضية ويقع صفة الزمانيات ثانيا وبالعرض ای توصف الاشياء التي في الزمان بالمضي بعلاقة الظرفية

والمظروفة. وايضا قال الله تعالى ﴿وَإِذَا لَقُّوْكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ﴾ (پاره ۳۴، رکوع ۳) وايضا. قال الله تعالى ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ فمعنى الخلو فى هاتين الايتين الماضى مطلقا لا الموت ۱۲ فمعنى الاية ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اى مضت الرسل من قبل محمد ﷺ سواء كانوا امواتا كآدم ونوح و ابراهيم وموسى عليهم الصلوة والسلام اولا كادريس وخضر والياس عليهم السلام فعلى هذا التحقيق مابقى تمسك للمستدل والحمد لولى الحمد ايضا.

اگر معنى خلوموت گرفته شود چنانکه قادیانی میگوید. پس این خرابی هم لازم آید که تعریف شه باخص و اخفی باشد زیرا که هر گاه فی الواقع نزد اهل لغت معنى خلوگزشتن و رفتن است. پس موت يك قسم از آن معنى باشد چرا که گذشتن صادق می آید بر هر يك قسم از اقسام انتقال مکانی اگر از بلندی به پستی رود آن انتقال موسوم به خفض است و برعکس آن رفع ست یا از قدام بطرف خلف و برعکس آن یا ازیمین بطرف شمال و برعکس. و هر قسم موت را شامل ست موت بقتل باشد یا بلا قتل. پس ما اگرچه الرسل را جمع مستغرق تسلیم بکنیم هم موت مسیح لازم نمی آید زیرا که خلو و گزشتن که عام چیز است اگر چه برائے هر فرد نوع رسول ثابت ست. اما مستلزم این امر نیست که هر قسم این عام برائے هر فرد نوع رسول ثابت گردد.

والتمسك على تقدير تفسير الخلو بالموت دون الماضى بلزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم كما تقدم مزيف بان المتفرع بها فى الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعد اداء رسالته وتبليغ الاحكام الالهية فكان تقدير الكلام ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ اى مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين ان نقل بالرفع كما رفع عيسى عليه السلام او ادريس او بالموت كما حكمنا به فى سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقر فى قلوبكم والتصريح. بالثانى موافقته للواقع ومطابقته لتقدير الله تعالى وذكر. الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لتفى جواز الارتداد وعلى كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضا وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثر وقوعه بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله تعالى عز وجل ﴿وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدر مراد الانتفاء ما يوجب ذكره من الموجبات المذكورة بظهور عدم توافقه القضاء والواقع والعدم استقراره فى قلوبهم وشدوذ تقدمه. فظهر ان المتفرع فى الحقيقة هو نفى جواز الارتداد على تقدير احد الشقوق الثلاثة المصدرة وذاك الامر الدائر بين الثلاثة مساو للخلو بمعنى الماضى فلا يلزم تفريع الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقى مرادا من لفظ الخلو

بل يلزم تفريع احد المتساويين على الآخر وذا جائز كما يقال رايت زيدا انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلية والجزئية فيفرع على هذا المفصل انه انسان والارتياب في تساوى هذا المجمل وذلك المفصل وفي صحته وتفريع احدهما على الآخر والامران اللذان حكمنا بمساواتهما. وكون احد هما متفرعا والآخر متفرعا عليه. هو ثبوت خلوك كل رسول ونفى جواز الارتداد على تقدير تحقيق واحد من الشقوق فان النسب انما يقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجود بين او سلبين او يكون احدهما وجوديا والآخر سلبيا ولا يلزم توافقهما في الثبوت او العدم والدليل على لزوم ذلك النفي للخلوان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة الموصلة الى الله تعالى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه والا يلزم ان لا يخلو زمان من الرسل وذا باطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة معنى المضى من لفظ الخلو من قوله ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ هذا.

السؤال: لما رحل رسول الله ﷺ من دار الدنيا وشرف دار الآخرة وشاع هذه السانحة في المدينة المنورة طاف عمر رضي الله عنه في السكك وجعل يقول ما مات رسول الله ﷺ ولا يموت ومن قال ان محمدا ﷺ قد مات الخ الحديث كما في المشكوة وغيرها من الصحاح. وانكر اشد الانكار فاستدل ابو بكر صديق ﷺ على موت رسول الله ﷺ بهذه الآية

الكريمة ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الخ﴾
الجواب: ليس موضع استشهاد الصديق ﷺ في هذه الآية قوله تعالى ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ بل قوله تعالى ﴿إِنَّا مَاتَ﴾ لان كلمة "ان" باعتبار اصل الوضع لا يدخل الاعلى الامور التي يمكن تقررها ويجوز وجودها لا الامور التي تاتي عن التكون والتقرر كما هو واضح على من طالع بحث معاني الحروف فاذا ثبت جواز ورود الموت على رسول الله ﷺ انتفى نقيضه وهو امتناع تقرر الموت ولما قلنا من موضع استشهاد ابي بكر بن الصديق بكلمة ﴿إِنَّا مَاتَ﴾ يريد ان الصديق حين الاستدلال بموته ﷺ تلا قوله تعالى عز وجل ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْتُمْ مَيِّتُونَ﴾

واما تمسكهم بالمقدمة السائرة على الستهم ان كل جمع معرف باللام يستغرق الافراد باسرها ايضا باطل لان لفظ الملائكة في قوله تعالى ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ﴾ لو كان حاويا للافراد كلها بحسب القاعدة فكان ذكر كلهم اجمعون مستدركا كا وكذا لفظ الملائكة في الآية الكريمة ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يَشْرِكُ الْآيَةَ﴾ ﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ الْآيَةَ﴾ ليس بمستغرق الافراد كلها بل المراد منه بعض الملائكة واذا انتقضت كلية الكبرى بنقض هذه المواضع انتقض القياس فلا ينتج بموت المسيح لانقضاء المشروط بدون الشرط هذا.

ثم قولنا بان استحالة عدم صحة التفريع على تقدير عدم

الاستغراق غير وارد في الحقيقة لان المقصود من الكريمة في قوله تعالى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ان محمد ﷺ ليس الابشراً وجنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ما ثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الى ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افراده بل لا يتخلف اقتضاء الذات من الذاتيات. فالثابت للبعض بالنظر الى ماهيته كما يستلزم امكان الثبوت لذلك البعض يستلزم امكانه لباقي الافراد فهذه المهمة.

اعني ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ وان كانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلته الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ما ينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان. بان يقال المسيح رسول وجنس الرسل قد خلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضمة الى صغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية والا المحذور الشرعي من ثبوت موته ﷺ في الزمان الماضي لكونه مخالفا لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة. وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعا مستغرقا فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدي المقدمتين فقط. فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معا اطهر وابهر وهذا ظاهر لمن له ادنى دراية وگرآن هر دو مقدمه قادياني بطور تنزل تسليم بكنيم اول مقدمه اين كه بودن الف ولام در لفظ الرسل استغراقی. دوم مقدمه اين

كه لفظ خلورا بمعنى موت بگريم براين تقدير نيز الزام عدم صحت تفريع نميرود. چنانكه بر تقدير عدم زيرا كه لفظ الرسل بصورت گرفتن اوجمع مستغرق وخلو بمعنى موت رسول اكرم ﷺ راشامل نمی باشد بوجه اين كه در آيت ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ خلو و مضى انبياء پيشينييان عليهم السلام قبل از رسول اكرم ﷺ بيان کرده شد كه ايشان عليهم السلام موصوف به سبقت مضى از رسول ﷺ اند و رسول اكرم ﷺ موصوف بتاخر اند و ظاهر كه اين سبقت ديگر انبياء عليهم السلام از رسول الله ﷺ و تاخر رسول الله ﷺ از ايشان اين هر دو زمانی اند كه متقدم بامتاخر جمع نمی شود وكذا عكس آن پس سرور عالم ﷺ بوصف خلو موصوف نشدند بوقت نزول آيت كريمه والا يلزم تقدم الشئ على نفسه للزوم قوله تعالى ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ الاخبار بقبليّة الشئ على نفسه ومع عدم اتصافه ﷺ بوصف الخلو مع الرسل واتصاف سائر الرسل به كان من شأنه يمكن له ان يخلو في الاتي كما خلوا فاذا تقرر كونه ﷺ فاقد الوصف الخلوحين خلت الرسل لم يندرج في تلك الرسل الخالية حينئذو يلزم على عدم اندراجهم ﷺ فيهم عليهم السلام بالنظر الى ذالك الوصف عدم صحة التفريع بحسب الظاهر فلا يتعدى الحكم منهم اليه صلى الله عليه وآله وسلم لان التعدي فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلو بالموت ولا ادعاء الاستغراق والله يهدي من يشاء الى

صراط مستقيم.

الحال ظاهر کرده میشود که هر جوابی که ازین الزام قادیانی مارا دهد همان جواب از طرف ماباشد و باز مارا فضیلت حاصل ست زیرا که ماسوائے این دیگر جواب نیز داده ایم کما ظهر مما سبق وجواب ماقادیانی را نافع نیست بوجه این که جواب ما برچنان امر دلالت میکند که مدعا ونقیض مدعائے قادیانی را شامل ست وامکان چیزے. چنانکه وجود آن شے رامقارن باشد همچنان عدم آن شے رانیز وثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل وان نفع المانع السائل ومن خفی علیه هذا فهو الجاهل بل الاجهل

ثم اقول (وبه نستعين) اگر تسليم كنيم كه آيت ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ دلالت ميكند بر موت همه انبياء عليهم السلام سوائے سرور عالم ﷺ پس ديگر آيت كريمه ﴿ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ دلالت ميكند كه سوائے حضرت عيسى عليه السلام همه پيغمبران مرده اند وقت نزول آيت حتى كه رسول اكرم ﷺ نيز بوجه اين كه الرسل مستغرق جميع افراد گرفته شد بر رائے قادياني واين صريح كذب ست زیرا كه نزول اين آيه كريمه وقت حيات رسول الله ﷺ شده فكون الالف واللام للاستغراق يستلزم المحال فيكون محالا لان مايلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح ﷺ تحت الاكبر الموقوف على تسليم الاستغراق المستلزم للمحذور

المذكور والمحال الشرعي الغير الواقع لم تصدق النتيجة في استدلالهم العاطل اللاطائل ولما بطل كون ال للاستغراق والشمول والاحاطة لجميع افراد الرسل بماحررنا ثبت ان ال للجنس يعني جنس رسول ﷺ از قبل رسول اكرم ﷺ مرده اند. اگرچه مسيح تا حال نمرده. اما بمنزل جنس خود بوقت اختتام عمر خود خواهد مرد بالجمله از آيت ﴿ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ بوجه گرفتن "الف ولام" جنس حيات مسيح عليه السلام ثابت شد همچنين از آيت ثانيه ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ سوائے ثبوت رسول اكرم ﷺ حيات عيسى عليه السلام نيز ثابت شد زیرا كه جنس بر قليل وكثير هر دو صادق می آيد چه ضرورت كه در آيت ثانيه عيسى عليه السلام را داخل کرده حكم موت دهيم.

فان قيل ما المانع من اخذ الآية الاولى دالة على حيات عيسى عليه السلام. والثانية دالة على موته مع انه يمكن ان يشمله ال جنسا.

اقول: نصب القادياني نفسه مقام المستدل ولا يرفع المستدل احتمال بل للمستدل اللزوم والوثوق على ان اثبات الحكم من القرآن من عند نفسه بدون التصريح في التفسير قول بالرأى والقول بالرأى في القرآن ضلالة لورود النص في ذلك.

ثم اقول عنه عن اصل استدلال القادياني بان كون عيسى عليه السلام مستثنى لا يخل في اثبات المدعى لان مزعوم المخاطب في واقعة احد

وحادثة موت النبي ﷺ كان براءة النبي من عروض الموت. أي كان مزعوم المخاطب لأشئ من الرسل بهالك سابقة كلية ولدفعه يكفى موجبة جزئية. لأنها صريح نقيض لها ومنه اظهر ان الرسالة ليست بمنافية للموت فصورة الاستدلال هكذا الموت ليس بمناف للرسالة. لانه لو كان منافيا لما توفي احد من الرسل لكنه مات عدة من الرسل قبله ﷺ..... الخ والمقصود الاصل من الكلام ابطال مزعوم المخاطبين باثبات نقيض مزعومهم. فانهم كانوا يزعمون رسول الله ﷺ بريئا من الموت بسبب الرسالة ففي ترديده. قال ﷺ وما محمد الا رسول ﷺ يعني ان محمدا ﷺ ليس برئ من الموت نعم انه رسول وللرسالة ليست بمنافية للموت لأنها لو كانت منافية له لما مات احد من الرسل ولاكن قد خلت من قبله الرسل وبهذا ظهر ان قد خلت من قبله الرسل مقدمة استثنائية للقياس الاستثنائي لا الكبرى للشكل الاول لانه مع قطع النظر عن تركيب الشكل الاول لا يصح المضمون. فان مراد ابي بكر الصديق على هذا التقدير يكون هكذا محمد ﷺ مات بالفعل لانه رسول وكل رسول من قبله مات وظاهر ان موت كل رسول لا يقتضي موت محمد ﷺ بالفعل لوجود هذا المقتضى من ابتداء الولادة الشريفة فكان ينبغي ان يتحقق الوفاة من قبل وثم اعلم انما قلنا (عدة من الرسل) لان آية ﷺ بل رفعه الله اليه ﷺ مخصصة لعمومها. هذا.

ثم استدلال القادياني على موت عيسى ﷺ بقوله تعالى ﷻ يا عيسى اني متوفيك ورافعك الي ﷻ وقوله تبارك وتعالى. فلما

توفيتي كنت انت الرقيب عليهم ﷻ وبقوله تعالى ﷻ وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه ﷻ وبقوله تعالى ﷻ وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ﷻ
الجواب: والله الموفق للصدق والصواب اقول هذا البحث يستدعي بسطا ووسعا لا تحتمله هذه الرسالة العجالة اما بحكم مالا يدرك كله لا يترك كله فلذا كتبت الجوابين احدهما مختصرا. وثانيهما مفصلا بحسب اقتضاء الوقت ان التوفى المأخوذ من الآيتين الاولين بمعنى القبض وانه عام لكل قبض وان كان مع الجسد ثم لادلالة في الواو على الترتيب ويقع الموت اجماعا بعد النزول وهكذا الرفع عام لما هو بالجسد كما سيأتي عليك في الجواب المفصل ويزيل اشتباهك في العاجل والآجل فانظره والآية الرابعة يحتمل عود الضمير في موته الى عيسى ﷺ وانت تعلم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فمابقي للمستدل الا ورطة الجهل والضلال.

ثم اقول مفصلا مستفيضا من الالهام الصحيح ان التوفى عبارة ان اخذ الشئ وافيا وماخذه ومادتها الوفاء من الاصول المقررة عند القوم ان اصل المأخذ بمفهومه معتبر في جميع تصاريفه. وان اختلفت الصيغ والابواب كاعتبار الجزء في الكل الا ترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل او الاضافة بين العالم والمعلوم او نسبته ذات اضافة كذائيه او الصورة الحاصلة او الحالة الادراكية او تحصيل صورة الشئ على حسب تنوع آرائهم وهذا المعنى يكون داخلا في معاني جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذالك المأخوذ من تصرفات المجرّد

اوالمزید فان علم مثلا بصیغة الماضی المعلوم معناه انه حصلت للفاعل صورة الشئ المعلوم فی الزمان الماضی وهذا علی الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بينه وبين ما علمه وهذا علی التفسیر الثاني وقس علی ما مثلناک به باقى الاصطلاحات فباشتمال مفهوم علم الماضی علی المفهوم المصدر ونسبته الی الفاعل والزمان یکون مفهومه کلا ومفهوم المصدر جزء ففيه التركيب من ثلاثة اجزاء وکرن النسبة الی الفاعل والزمان جزئین عام فی جميع ما اشتق من المصدر المجرد او اشتق من الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان یکون کل ما اشتق من ذالک المجرد او ما اخذ منه واشتق من الماخوذ منه سواء کان فعلا او غيره کک فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الی الزمان لا توجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وکلنا النسبتين لا توجد ان فيه لانسبة الفاعل ولانسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاک تعدى الان الی ما لم يتعد الیه فی صورته الاصلية لمادته ففيهما التركيب من جزئین ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصیغة الماضی مثلا ففيه یکون التركيب موجوداً من اجزاء اربعة اولها العلم اى المصدر المجرد. وثانيها ما هو مقتضى باب الافعال. وثالثها النسبة الی الفاعل اى العالم. ورابعها الزمان واذا حوت مادريت من هذه المذكورات فلا مفردک من الايمان علی ان الوفاء داخل فی مفهوم التوفی لکونه ماخوذاً منه وان اقتضاء "باب التفعّل" وهو الاخذ ايضاً معتبر

فيه فالكلمات التى تؤخذ من التوفی لها اشتمال علی اربعة اشياء لدلالاتها علی الزمان كلفظ توفيت والالفاظ التى لاتدل علی الزمان فالتركيب فيها من ثلاثة اجزاء كلفظ متوفى ولا يقال ان متوفى صیغة اسم الفاعل. وکل صیغة اسم الفاعل لابد فی معناه من الزمان لانا نقول بعدم تسليم کلیة الکبرى لعدم الزمان فی اسم الفاعل الغير العامل اى لابد من الزمان لاسم الفاعل الذى هو عامل لامطلقا ولفظ متوفى ليس هنا بعامل لا يقال انه عامل هنا لان الکاف فی متوفیک مفعول لمتوفى لانا نقول ليس بمفعول بل هو مجرور محلا لاضافة المتوفى الیه كما لا يخفى فان قلت المضاف عامل والکاف معمول قلت نعم. اما مرادنا ليس ان کل عامل سواء کان يعمل بالاضافة او غيرها لابد فيه من الزمان بل المراد العامل الذى هو غير المضاف. واما العامل المضاف کالمتوفى ههنا فلا يتضمن زمانا كما نص علیه النحاة فی اسفارهم وبالجمله فالصيغ الماخوذة من المصدر لابد ان تكون مشتملة علی اصل المصدر سواء کان تركيب معناها من تلك الاجزاء تركيا حقيقيا كما هو المشهور او تركيا تحليليا. كما هو الحق الابلج فمعنى الشمول ان اعتبار الجزء الاعتبارى من هذا لكل الاعتبارى جائز. فاذا المعنى الذى يقصد من لفظ التوفى او مما اشتق منه فهو علی تقدير كونه مجردا عن معنى "الوفاء" لا یکون معنى حقيقيا للفظ التوفى او المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والاي لزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فی حکم الكل مع

انتفاء ما هو فی حکم جزئہ وذا باطل بالبداہۃ فاذا لم یکن ذالک المعنى المراد معنی حقیقیاً لذلك اللفظ لابد ان یكون معنی مجازیاً اذ اللفظ المستعمل فی المعنی لا یخلو عن الحقیقة والمجاز ولا یختص ذالک بالحکم بارتفاع مفهوم الماخوذ. فحسب بل یحکم بالمجازیة فی کل صیغة بانتفاء کل جزء ای جزء کان من الاجزاء المعتبرة فی تلک الصیغة سواء کان دخول ذالک الجزء فیها بالوضع الشخصی او بالوضع النوعی یمثل الاول باللبنات فی الجدران. والثانی بدخول جزء المشتق فی المشتق. فان وضع المشتقات وضع نوعی کما یقال کل لفظ علی وزن مفعول فهو یدل علی من وقع علیہ الفعل. فاذا لم یکن بد لكون المعنی معنی حقیقی حال کونه مرکباً من تحقیق کل جزء من اجزائه ویکفی فی ارتفاعه وتحقق المعنی المجازی انتفاء واحد من تلک الاجزاء لانه کما ینتفی الکمل بانتفاء جمیع الاجزاء ینتفی بواحد منها فالآن مامر من البحث الشریف والتحقیق. الحقیق یدل دلالة واضحة علی ان معنی المتوفی هو الاخذ بالوفاء والتمام وذلک معناه الحقیقی لتحقق جمیع مالا بد منه للمعنی الحقیقی بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الی الفاعل ففی قوله تعالی خطاباً یعیسی ابن مریم الصلی علیہ وسلم یعیسی انی متوفیک ورافعک یكون معناه علی الحقیقة ان یا عیسی انی اخذک بالکلیة والتمام. ترجمہ یوں ہے کہ ”تو فی“ کا معنی لغتہ کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں (وفا ہے۔ قاعدہ مقررہ

علمہ ہے۔ کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گوان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جزء کل میں داخل ہوتی ہے۔

یہو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شی کی صورت کا حاصل ہونا یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے۔ یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔ یا شے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گو کسی معنی سے اس کو لوہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجرودہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے، کہ فلا نے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلا نے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالیہ معلومیہ) حاصل ہو گئی ہے۔ اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو ہر ایک میں وہی پائیں گے۔ جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں سے ترکیب ہوگی۔ ایک مصدر، دوم زمانہ۔ سوم فاعل کی نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جزئیں۔ ”ایک نسبت دوم زمانہ یہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو۔ یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہو۔ ماخوذ ہو۔ متحقق ہوں گے البتہ یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جائے نہیں بلکہ افعال میں۔ نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور زمانہ کی جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخوذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے۔ اور نہ زمانہ کی جانب ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب

افعال کا مقتضاء جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) ۱۱۱
ہے۔ لہذا اس میں دو جزء متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے، ”علم بصیغہ ماضی“
مشتق ہے اس لئے اس میں چار جزء ہیں۔ ایک علم جو ”مصدر ہے“۔ دوم باب افعال
مقتضاء۔

سوم فاعل کی طرف نسبت چہارم زمان جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ ہا
تفعل کا مقتضاء جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ ”توفی“
ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہوں گے
کہ توفیت پورا لے لیا میں نے اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ ان کی تین چیزیں
ہوں گی۔ دیکھو متوفی اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصر اے کہ جو جو صیغہ
مصدر سے لیا گیا ہو۔ انہیں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب
کو حقیقی یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تخلیلی کہیں گے حق بھی یہی
ہے حق بھی یہی ہے۔ تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزء اعتباری کا کل سے اعتبار کر لینا جا
ہے۔ پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ

موضوع لہ کے بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں، تو باوجود
انشاء جزء کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آئے
کہ جو حکماً کل ہے۔ وہ حکمی جزء کے بغیر متحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے ثابت ہوا کہ
مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقت یا مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال

ایشاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقع پر ہے کہ جب
ہو نہ ملتا یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت انی متوفیک میں جو متوفی ہے انہیں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ یہاں پر عامل
اس لئے کہ ”متوفی“ کاف خطاب کی طرف مضاف ہے اور کاف محذوف ہے۔ نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

کہا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔ تب ہی مجازی ہوگا۔ نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جب کہ اس
انشاء مان لیں گے۔ وہ مجازی ہی ہوگا۔ خواہ اس جز کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے
دریچہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا دوسرے کی مثال ”مشتق“ کی
کا اس میں داخل ہونا۔ کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو
شمول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہذا حقیقی معنی
جب کہ مرکب ہو۔ وہ تا وقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اس
کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کیلئے ایک جزء کا بھی انشاء کافی ہے کیونکہ کل کا انشاء جیسے کہ
تمام اجزاء کے منشی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی اس کا انشاء کسی ایک جزء
کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے لاغیر بھی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کہ جس کی
حقیقی ہونے کو ضرورت ہے۔ وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک وفاء دوم لے لینا، سوم فاعل
کی طرف نسبت۔ پس آیت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ جس کا مضمون یہ ہے کہ اے
موسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھالے جانے والا ہوں۔ یا کہ اے مسیح میں
تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔

وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا کسی مضمون کے واسطے معین کر دینا یا یہ کہ شخصی کیا ہے اور نوعی کیا ہو کہ شخصی میں وضع
موضوع کہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کیلئے موضوع ہے اب اس میں وضع اور موضوع کی بھی خاص
ہے۔ پس یہ وضع شخص ہوا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا
بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جز کی طرح داخل ہے۔ اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے وضع
دی وہ ہے جو حضرت مصطفیٰ علام نے خود بالتحریک فرمادیا ہے غرض کہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع
ہو۔ تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم

وکذا المراد فی قوله تعالیٰ حکایة عنه فلما توفیتی كنت الت
الریق علیہم هو الاخذ بالتمام۔

وذا لا یوجد الا فی الرفع الجسدى لانحصار الاخذ بتمامہ فی
هذا الرفع دون الرفع الروحى لانه اخذه ببعضہ دون کله فاطلاق التوفی مع
کونه محمولاً علی الحقیقة علی الرفع الروحى غیر جائز نعم لو ارید بالتوفی
اخذ الشئ مجرداً عن معنی "الوفاء والتمام" بان یکون عدم الوفاء ماخوذاً
فیہ او بان لا یکون الوفاء معتبراً فیہ سواء قارنہ اولم یقارنہ واعتبار عدم
الوفاء یغائر عدم اعتبار الوفاء فحینئذ یصح اطلاقہ علی الرفع الروحى لکن
علی الاول یکون اطلاقہ علیہ من قبیل اطلاق الكل علی الجزء وعلی
الثانی من قبیل عموم المجاز۔

ترجمہ: ایسا ہی آیت فلما توفیتی..... الخ سے بھی پورا اور تمام لے لینا مراد ہے لیکن کما
اللفظ پر جو پورا اور تمام مقبوض ہونا صادق آتا ہے تب ہی ہے کہ وہ بحسدہ اٹھائے گئے ہوں نہ اگر
ان کی روح ہی صرف اٹھالی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک
حصہ پر قبضہ ہوا۔ پھر بائیں ہمد اگر کہو گے توفی کا اطلاق رفیع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں
اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفائے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا
کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہونا
ہو وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا برآں توفی کا اطلاق
رفیع روحی پر صحیح ہوگا مگر پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا۔

۱۔ عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصطفیٰ
قدس تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ "اس کو وفا مقارن ہو یا نہ"۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا۔ وہ حقیقی اور جہاں مقارن نہیں ہوگا وہ
مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۱۲۔ مترجم

والفرق بین اعتبار عدم الشئ و بین عدم اعتبار ذالک الشئ انما هو
بالخصوص والعموم وکل من هذین الاطلاقین مجازى لا یصار علیہ
الا بقریۃ صارفة عن ارادة معناه الحقیقى الاصلی والقریۃ غیر موجودۃ
فلا بد من ان یحمل علی الحقیقة دون المجاز۔ ومن المعلوم ان مدارکون
اللفظ حقیقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان یکون الوضع وضعاً
نوعياً۔ فان استعمل اللفظ فی المعنی الموضوع له الشخصى او النوعى کان
حقیقة والا کان مجازاً والمشتقات لتركيبها من مادة وهیئة موضوعتین
اولهما بالوضع الشخصى وثانیهما بالوضع النوعى تکتون دلالتها علی
رأى یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ
فرق ہے کہ پہلا خاص، دوسرا عام ہے، جز جو کچھ ہے، سو ہے، مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں
تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا
قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو، ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر
کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی یہ ظاہر ہے کہ
حقیقی و مجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی
وضع معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا پس مشتقات جو ایسے مادہ
اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔
بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔

۱۔ دیکھو موصوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ یہی دلیل ہے جو عرف کے آپس میں مل
جانے سے ہو گئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ بوضع جو مفعول کے وزن پر ہو۔ وہ تین چیزوں کے
مجموعہ پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ، دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الی الفاعل۔ ظاہر ہے کہ موصوفی کا یہی مجموعہ ہے۔ مفعول کے وزن
پر بھی ہے۔ ۱۲۔ مترجم

معنی اصل المبدأ بمادتها بالوضع الشخصي وعلى مفهومها التركيبي بوضعها النوعي.

ولكونها مركبة بهذه الصفة لابد لكونها حقيقة من تحقق كلاً الوضعين ولايكفيها في كونها حقيقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور بانحاء ثلثة: بانتفاء الوضع الشخصي عن معناه الحقيقي الى معنى الدلالة وبانتفاء الوضع النوعي فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنى المصدري وبانتفاء كليهما كما لو اطلق الناطق واريد به المدلول. فلفظ «متوفيك» او لفظ «توفيتني» ان حمل على معنى الاخذ بالتمام الذي لا يكون الا برفع الروح والجسد نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع متحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو۔ تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبداء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات و جزئیات ہے۔ جب اسے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو۔ گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منٹھی ہوا ہے۔ مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں۔ نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق مدلول کیلئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لئے مستفسر ہے کہ لفظ متوفیک۔ توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے۔ کونسا معنی ان سے مراد لیں گے اگر ”پورے طور پر لے لینا“ مراد ہے۔ تو یہ روح و جسد دونوں کے

یکون حقيقة لتحقيق مدار الحقيقة من كلا الوضعين

وان حمل على معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه. بان يكون عدمه قيد الاخذ او بان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد فيه التمام او لم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصي ومن المقررات والمسلمات ان المصير الى المجاز بلا قرينة صارفة غير جائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة. ودعوى تبادل التوفى في معنى الامانة وجعل التبادل قرينة لكونه حقيقة في الامانة غير مسلم لانه لو اريد بتبادره في هذا المعنى التبادل مع عدم اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔

اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے ان تقریروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمت سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو ”متوفی“ سے مارنا بھی سرب الفہم ہے۔ سرب الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ ”متوفی“ سے بلا قرینہ مارنا مرنا متبادر ہے، سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے، مارنے میں بلا قرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا، مارنا بعد قرینہ متبادر

القرينة فذالك اول النزاع ولم يوجد في القرآن في موضع من وارد هذا اللفظ استعماله في هذا المعنى بغير قرينة وان اريد به التبادر مع القرينة فذالك مسلم ولكن علامته الحقيقة هي تبادره مع العراء عن القرينة لا مع انضمامها والا يكون كل مجاز مستعمل حقيقة.

فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة والمجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفى حيث وقع في القرآن بمعنى الامانة فانما وقع مع القرينة لابدونها. فان حمل التوفى على الموت. في قوله تعالى ﴿حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ﴾ بقرينة اسناده الى الموت وفي قوله عز وجل ﴿قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ وفي ﴿إِنَّ

ہے البتہ یہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلا قرینہ ہی متبادر ہونہ بمعہ قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔

لہذا لفظ کی تقسیم حقیقت و مجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا پر اس مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بے شک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی ”توفی“ کا لفظ بلا قرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے۔ لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (یتوفیہن الموت) یعنی وہ مرتے ہیں۔ لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ ”توفی“ کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔ (دیکھو یتوفاکم ملک الموت، ان الذین توفیہم الملائکۃ، تتوفیہم الملائکۃ، تتوفیہم الملائکۃ طیبین، توفیہ رسولنا، رسولنا یتوفونہم، یتوفی الذین کفروا الملائکۃ فکیف اذا توفیہم الملائکۃ۔ یعنی ”تم کو ملک الموت، موت کا مزہ چکھا

الذین توفیہم الملائکۃ طالبی انفسہم﴾ وفي ﴿توفیہم الملائکۃ ظالمی انفسہم﴾ وفي ﴿توفیہم الملائکۃ طیبین﴾ وفي ﴿توفیہ رسولنا﴾ وفي ﴿توفیہم الملائکۃ﴾ وفي ﴿توفی الذین کفروا الملائکۃ﴾ وفي قوله تعالى ﴿فکیف اذا توفیہم الملائکۃ یضربون وجوہہم﴾

اسنادہ الى الملك المؤکل فی الاول وفي الباقية من اقواله الشريفة اسنادہ الى الملائکۃ القابضة للارواح قرينة صارفة وفي قوله تعالى ﴿وتوفنا مع الابرار﴾ لسؤال المعية بالابرار وفي قوله عز وجل ﴿توفنا مسلمین﴾ سؤال حسن الخاتمة قرينة كذالك وفي ﴿فاما نرينک بعض الذي نعدہم او نتوفینک قالینا یرجعون﴾ قرينة التقابل اذا دے گا، وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزہ چکھا یا۔ موت کا ذائقہ انکو ملائکۃ الموت چکھائیں گے۔ ان کو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائیں گے، ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے کیا ہوگا۔ جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلا قرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرآن۔ پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اس آیت میں (وتوفنا مع الابرار) جس کا معنی یہ ہے کہ ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر۔ اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔ آیت (توفنا مسلمین) کہ ”اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارتا“۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت ﴿فاما نرينک بعض الذي نعدہم او نتوفینک قالینا یرجعون﴾

يعتبر في احد المتقابلين يعتبر عدما في المتقابل الاخر. كما اعتبر الانتقال التدريجي في الحركة وجوداً وعدمه في ضدها. اعني السكون والارب ان الحيوة معتبرة في نرينك اذ الالة بدون حيوة الرائي غير متصور فيعتبر عدمها في مقابله وهو نتوفينك

وفي قوله تعالى ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ والاخرى يترخص وكذا في قوله ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ الالة. قرينتان اولهما في الالة السابقة. وثانيتها لزوم الوصية وكذا التقابل يعني يا رسول اكرم ﷺ يا توهم آپ کو وہ بعض امور۔ کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں۔ دکھادیں گے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو، تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کے ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارادت) کا مقابل نتوفینک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارادت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالشرور اس کے مقابل یعنی نتوفینک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہوا اور نہ مقابل کیا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔ اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ (دیکھو) ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کیلئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں۔ تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عداۃ الموت کاٹیں۔ دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے

فی ومنکم من یتوفی وقید حین موتہا فی قوله تعالیٰ ﴿اللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا۔ وَالَّذِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا﴾ قرینۃ علی المعنی المجازی۔ وفی هذه الایۃ الاماتۃ والانامۃ کلثامہا مرادتان الابطریق الجمع بین الحقیقۃ والمجاز لما تقرر من امتناعہ فی الاصول۔ ولانہ لیس شیء من الاماتۃ والانامۃ معنی حقیقیاً للفظ التوفی حتی یلزم ذالک من اجتماعہ مع الاخر لا بطریق عموم المجاز کما فی قول القائل لا یضع قدمہ فی دار فلان فانہ یحنت سواء دخل من غیر رفع المقدم کما اذا دخل راکباً او مع الوضع کما اذا دخل ماشیا حافیا وسواء دخل فی الدار المملوكة ایک بیویوں کو چھوڑ مریں۔ دوم عداۃ الموت کا کٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ ایک بیویوں کو چھوڑ مریں دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت ﴿وَمِنْکُمْ مَّنْ یَتَوَفَّی﴾ میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت ﴿اللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّذِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا﴾ یعنی خداوند تعالیٰ ارواح کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصاً

اس میں حین موتہا قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا دونوں مراد ہیں۔ مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی و مجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا۔ یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہر حال حاثث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت

لفلان اولدار المستعارة او المستاجرة لفلان ويخصص هذا القول بمعناه الحقيقي حتى ينحصر حثه في الدخول حافياً وفي الدخول في الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازي حتى ينحصر حثه في الدخول في غير الدار المملوكة لفلان وفي الدخول غير حاف بل يعم بالدخول مطلقاً في دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك السكونة بالملك او بالعارية او الاجارة وليس ذلك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقي والمجازي كليهما. وهذا هو عموم المنجاز وارادة كليتهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقي نہیں رکھتا ہے۔ پس اسکا حاث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں لگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حاث ہوگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلاں کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پائے کے ہی۔ یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حاث ہوگا، نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حاث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکورہ میں توفی سے سلانا مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب توفی سے سلانا مقصود ہو، تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا۔ وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا۔ وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشبہ اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں جس کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کما کر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق احساس اور زندگی کے درمیان بطور ترویج دائر ہے جس طرح کہ کوئی امر خاص و عام کے درمیان مردہ ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردید اس

من الاخذ بالکلیۃ والاخذ بالبعضیۃ فان کونہما مراد تین لیس الامن حث ارادة الاخذ بالبعضیۃ. بان یراد بالتوفی سلب تعلق الروح بالبدن علماً یوجب الادراک الاحساسی وتعلقاً یوجب الحیوة فان کان الاول مسلوباً بدون الثانی وهذا هو الانامۃ وان کان الثانی ومن لوازمہ کونہ منضمناً لسلب الاول فهذا هو الاماتۃ ودوران ذلك التعلق بین الاحساس و بین الحیوة. لیس کدوران الشئ بین التقيضین بل کدورانه بین امرین یكون احدهما اخص والاخر اعم. ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانی ویقال وجوباً کل حساس حی بدون عکس کلی فلا تنافی فی اجتماع الاحساس والحیوة فی الحيوان بل فی ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثانی لرفع التعلق الاول لا یقتضی نفی سماع الاموات ملرز پر ہے کہ جس طرح پرشی نقیضین کے درمیان مردہ ہے اسی واسطے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ ”ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے، غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتا۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہ ہوں۔

الجواب: ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا سننا بمعنی

بعض لوگ حنیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدر رحمہ اللہ وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں۔ تو اسے حنیو ائم کیوں مانے دینے کے تامل ہو۔ حضرت مصطفیٰ فطیلت اب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً مانے ہوئے کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت حسانیہ سے سنتے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں۔ ۱۲ مترجم

اذ سماعہم الذی نحن مثبتوہ ہو بمعنی ادراک ارواحہم وذلک ثابت بالادلة القطعیة لامجال لاحد فی انکارہ. وهذا لا یرتفع فی ضمن ارتفاع الحیوة وما یرتفع فی ضمن ارتفاعہا. وهو السماع العادی الذی لا یمکن الابقوة جسمانیة عصبانیة ولا یقول احد بتحقیقہ مع انتفاء الحیوة فالسماع الثابت بالادلة الشرعیة والعقلیة غیر مرتفع وما هو مرتفع غیر ثابت وبهذا یظهران التقابل الذی بین الموت والحیوة هو التقابل بالتضاد لکون کلہما وجودیین. فان کون الحیوة امراً وجودیاً ظاہروما الموت فلانہ اثر للاماتة والاماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وایقاع الفصل بینہما وتخریب البدن کان الموت الذی هو مطاوعہا عبارة عن القطاع ذلک التعلق و الانفصال والتخریب کل ذالک وجودی. ویدل علی کونہ وجودیاً قوله تعالیٰ خلق الموت والحیوة لان

ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ اولہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز کا کہ مردہ بقوت جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ ناپید نہیں۔ اسی تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت و حیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اتحاد یا جائے اس کا اثر لازم مرنے سے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”ہم نے موت کو پیدا کیا ہے“ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے

الموت لو کان عدمیاً لما تعلق بہ خلق اذ لا یقال للعدم می انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والایجاد وعدمیة عدم الحیوة عدماً ثابتاً للالزام للموت لاتصیر الموت عدمیاً لظہور عدم استلزام عدمیة اللزام عدمیة الملزوم الاتری الی الفلک. فانه ملزوم لعدم السکون عند الفلاسفة ولا یلزم بکون لازمہ هذا عدمیاً کون الفلک عدمیاً ونظائرہ اکثر من ان تحصر.

وهذا ما قلنا من ان التوفی لیس حقیقة فی الاماتة لان الاماتة لا یوجد فیہا الاخذ بالتمام بل الاخذ فی الجملة بخلع صورة نوعیة عن الجسم الحيوانی و لیس اخری منها وبفصل الروح عن البدن فباعثار وجوب حمل اللفظ علی الحقیقة. یكون قوله عزوجل ﴿يُعِصْنِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ دليلاً لنا لا له و یزیدہ العطف بقوله ﴿وَرَأْفِعْكَ اِلَيَّ﴾ اذ کہ موت اگر عدی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا؟ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدی پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدی ہو؟ کیا دیکھتے نہیں؟ کہ عدم الحیوة اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدی ہونا موت کے عدی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے آسمان معدوم نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک حصہ کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ

المراد به الرفع الجسماني والا فما وجه تخصيصه بعيسى ﷺ لعموم الرفع الروحاني كل مؤمن وحمله على هذا الرفع العام مستدلاً بقوله عز وجل ﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ غير صحيح لان المذكور في تلك الآية هو رفع المسيح نفسه وفي هذه الآية رفع الدرجات ولا يخفى الفرق بين رفع الشئ نفسه وبين رفع درجاته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه اوبينه اوشيناً آخر مما يتعلق به.

ومع ثبوت التغاير بين الرفعين لا يتم التقريب فعلى هذا يقال ان واجب هواء آيت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ الرفع ﷺ لعل دليل هو ان قاديانيون کے لئے اس کا ہمارے لئے دلیل ہوئے کو ﴿وَرَفَعَكَ اِلٰى﴾ کا اس پر معطوف ہونا قوت بخفا ہے۔ اس واسطے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح ﷺ سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا ”مرفوع“ ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمان داروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایمان دار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے، بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح ﷺ کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شئ کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھا لیا ہے یا میں نے زید کا کپڑا اور کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہوا اٹھا لیا

من نودی وخطوب بالضمائر هو عيسى ﷺ فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الاتباع اياه ﷺ فيتركب القياس من الشكل الاول من ان عيسى هو المصداق للمتوفى المفهوم من الآية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسى ﷺ هو المصداق للمرفوع. وهذا عين ما ادعيناه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وايضا لو كان روح عيسى ﷺ مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده في ايدي الكفرة ولحصل مرادهم ولا هانوه فلم يصح قوله تعالى ﴿وَمُطَهَّرَكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ فان الامانة ليس تخليصاً وتطهيراً من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايصالاً لهم الى مناهم وغايتهم ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہوا، بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شئ کا رفع اور ہے بناء علیہ ثابت ہوا کہ آیت ﴿يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ الرفع ﷺ میں مناد اور مخاطب کا مرجع خود مسیح ﷺ ہے، نہ خالی روح جب خود مسیح ﷺ ہی مناد اور مرجع ہوئے تو متوفی مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔

پہلی دلیل اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے جس پر یہ صادق ہے۔ اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے نتیجہ مسیح ﷺ ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح ﷺ کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا، حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح ﷺ ہم تجھ کو کافروں کے اختیار

متمناہم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع في هذه الاية الرفع الروحاني وهل لا يعد ذلك المستبط من ارباب الجهالة ولعمري ان هذا الشيء عجيب بتعجب منه كل لبيب واستدل ايضا بقوله تعالى ﴿وقولهم اناقتلنا المسيح ابن مريم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم﴾ وان الذين اختلفوا لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا ﴿

سے الگ اور پاک کر دیں گے، پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا درست ہوگا؟ لہذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا جسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب جسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔ قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام مریم علیہا السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اسکے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد کہتا ہے۔ اسکا بیان

مستحمل الرفع على الرفع الروحاني. وقال بر جوع الضمير المجرور متصل بالباء في قوله تعالى ليؤمنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين يكون عيسى مقتولا مصلوبا ورجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابي ثم وجهه بتوجيهين اخرين وحكم على كليهما بالصحة. والصواب الاول ان لفظ الايمان مقدر في قوله تعالى قبل موته ان قبل الايمان بموته فيكون معنى الاية ان كل كتابي يؤمن بان قتل عيسى مشكوك فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعي الذي وقع في الزمان الماضي.

والتوجيه الثاني ان كل كتابي كان يؤمن ويعلم قطعا بانهم

ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے میں شک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اسکے بعد دو توجہ ہیں کرتا ہے۔

پہلی توجہ کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اسے تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے، ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجہ کہ ہر ایک کتابی یقینا جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کو مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ

قادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ اور کوئی اگر مقدس کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

شاكون في قتل عيسى وليس قتله الاعلى سبيل الشك والظن. وذلك
اي ايمانهم بكونهم شاكين كان قبل ان مات عليه السلام والحاصل انهم
والحال ان عيسى حي اي قبل ان مات كانوا شاكين في قتله. ولم يكن
حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مات يوقنون بمشكوكية قتله. وفي
هذا الاستدلال انظار شتى. اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حصل
الرفع في الآية على الرفع الروحاني غير صحيح. اذ الكلام وقع بطريق
قصر الموصوف على الصفة على نحو قصر القلب وهذا مشروط بتنافي
الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلا بعكس ما يعتقد مثل مقام زيد بل
قعد لمن يظن بقيامه. وظاهر ان القيام والعود ومتنافيان واشترائط التنافي
اعم من ان يكون شرطا لحسنه او لا صله ومن ان يكون التنافي تنافيا في
الشيء كونه من قبله اي اس شك پر یقین رکھتے تھے۔ اب دیکھئے کہ استدلال پر
کتنے اعتراض وارد ہوئے ہیں۔

اولاً کہ دفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں مسیح عليه السلام
وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس حصر اور
قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم
ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں، بلکہ بیٹھا ہے۔ پس
دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔
ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفات آپس میں منافات اور غیریت رکھتی ہیں۔ بے
شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہے۔ خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر
کے واسطے شرط ہو، نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ

نفس الامراء في اعتقاد المخاطب على حسب تعدد الآراء وانما كان قوله
تعالى ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ﴿﴾ على نحو قصر القلب لانهم كانوا
يدعون ان عيسى مقتول فخاطبهم الله تعالى بعكس ما زعموا من انه مرفوع
لامقتول كما زعمتم فيجب التنافي بين وصفي القتل والرفع وذلك
لا يتصور الا اذا كان مرفوعاً حال كونه حياً. اذ منافاة الرفع حال الحيوة. اي
الرفع الجسماني للقتل ظاهر بديهی لا يحتاج الى تنبيه فضلاً عن دليل.
واما اذا كان الرفع رفعاً. روحانياً فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل
لا يتحقق التنافي بين الرفع والقتل لان كل واحد يعلم قطعاً ان من قتل في
سبيل الله فهو مرفوع بالرفع الروحاني باجماع المذاهب فحينئذ يجب
اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامرى والاعتقادى ايضا ارتفع
جس کا مضمون یہ ہے کہ ”انہوں نے مسیح عليه السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے
ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل
کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح عليه السلام قتل کئے گئے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان
کے برعکس فرمایا کہ مسیح عليه السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح
عليه السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر و حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا
کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات تو جب ہی تصور ہے کہ مسیح عليه السلام بحسد و مرفوع
ہوئے ہوں کیونکہ دفع بحسد بدھادہ منافی قتل ہے، مگر جب دفع سے روحانی دفع مراد لیں
گے۔ جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں؟ کہ جو شخص خدا کی راہ
میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا
گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے۔ تو

التنافی راساً، فلم یصح القصر اولم یحسن.

فاما ان یقر بكون هذا الکلام نزل رداً لزعم اهل الکتاب فیلزمه الاقرار بكونه قصراً للقلب ووجوب التنافی بین الوصفین فی قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربیة بالجملة لا بد له اما من القول برفعه العلیہ السلام حیوا اما من الخروج عن العربیة فایهما شاء فلیختر والنظر الثاني ان ارجاع الضمیر الاول الی مشکوکیة قتل عیسی دون عیسی لیس باولی من ارجاعه الیه فاختیاره علیه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجیح بلا مرجح بل ترجیح للمرجوح

منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنا بر آں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا۔ یا بہتر نہیں ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔

لہذا قادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہوگا۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے لیکن اس صورت میں قصر القلب، قتل، رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح العلیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آئے گا۔ مختصراً قادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح العلیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کر لے، دوسرا اعتراض پہلی ضمیر کا مشکوکیہ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح العلیہ السلام کے جانب پھیرنے سے اولی نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ پھر مشکوکیہ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔

وهذا افحش من ذالک مع انه یكون المعنی علی هذا ان کل کتابی یؤمن بان المسیح مشکوک القتل وان قتله لیس بقطعی کما اوضحه بنفسه وهذا المعنی لا یستقیم لان اتیانهم بمضمون قتل عیسی العلیہ السلام فی عنوان الجملة الاسمیة وتاکیده بان صریح فی کونهم مدعین بقتله ولذا رد الله عزوجل ادعائهم هذا بقوله عزوجل ﴿وَمَا قَتَلُوهُ یَقِینًا﴾ اذ لو لم یکن لهم الادعان لکفی فی ردهم ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ ولم یزد علیه قید ﴿یقینًا﴾ فالقول بانهم لم یکنوا مدعین بل کانوا شاکیں فی قتله قول بالغاء قید ﴿یقینًا﴾ فی قوله تعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ یَقِینًا﴾ لخلوه عن القاعدة علی هذا التقدير وادعاء ان قید یقیناً قید للقتل المنفی فی وما قتلوه فیکون النفی واردا علی القتل المقید بهذا القید والنفی علی هذه الوتیرہ یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔ مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ”ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے۔ کہ مسیح العلیہ السلام کا مقتول ہونا شک ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔“ چنانچہ قادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح العلیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو مؤکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحت اس پر دال ہے کہ وہ مسیح العلیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اسی واسطے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ”انہوں نے مسیح العلیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔“ ا جی! اگر انکو مسیح العلیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرمادیتے کہ انہوں نے مسیح العلیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین و اذعان نہیں ہے۔ یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں

کما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلك يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلك فان القتل مع التيقن منتف لا ينفعه ولا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفايته نفى اصل القتل في ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفي الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انك لرسول الله من غير صميم القلب فيكف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منفي ہوتی ہے۔ ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منفي ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منفي ہے اس واسطے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقرر بننا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے۔ تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ علاوہ برآں یہ کہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ جملہ ﴿اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ منع بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری ایک آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا اہل کتاب نے باوجود کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل

من قبيل اظهار خلاف ما كانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكائد المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مدعين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن ان النصارى قديماً وحديثاً يدعون بذلك ويدعون الناس الى الايمان بذلك ويزعمون ان وقوعه له ﷺ كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلك مكتوباً في انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشك في قتل عيسى عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لا يتصور ان ينسب الى جميعهم الشك في قتله وقوله عز وجل وان الذين قبوليت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے اس لئے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہے۔ پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلا تے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی ہو۔ لیکن وہ اس پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ یہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکہ منظور ہے۔

شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ ”وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں نہیں ان کو اس پر اذعان مگر کہ ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے۔ کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ

اختلاف افہ لقی شک منہ۔ مالہم بد من علم الاتباع الظن مؤول۔ بان المراد بالشک لیس مایتساوی طرفاء کما اصطلاح علیہ المنطقیون بل المراد من الشک المذكور ما یقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلى هذا لاتنافی بین شکہم واذعانہم فی قتل عیسیٰ علیہ السلام فیکون معناه "وان الذین اختلفوا فیہ لقی شک منہ" ای لقی حکم غیر مطابق للواقع وان کان حکمہم بذالک حکمًا جازمًا ولاکن لعدم مطابقة لنفس الامر لایعد علمًا بل شکا ولس لہم بذلک علم اذ لا بد فیہ من المطابقة فی نفس الامر فہم انما یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق لنفس الامر فیکون مأل الشک والظن واحدا ولو ارید بالمعنی المصطلح لاهل المعقول لم یتحد مصداقہما المتبائن منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ "منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقریر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارہ میں شک میں ہیں۔ یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔ گو وہ لوگ یہ حکم بزع خود قطعاً وجزماً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے۔ بلکہ شک ہے۔ کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال

۱۔ جیسے کہ مذکور کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائل نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ دیا سے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

بینہما لوجوب رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمہ مطلقاً فی الشک وهذا ظاهر۔

واطلاق الشک والربیب علی غیر المعنی المصطلح لہم مما یتقابل العلم الیقینی شائع فی القرآن واقع۔ قال عزوجل ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ اطلق الربیب علی انکارہم وقولہم الجازم بانہ کلام البشر وبانہ شعرا وکھانا یدل علی ذالک قوله تعالیٰ ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصَرُونَ ۝ وَمَا لَا تُبْصَرُونَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۝ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۝ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ فلو کانوا شاکین فی کونہ کلام اللہ تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت هذه التأكيدات من کون الجملة اسمیة۔ وتاکیدہا بان وبالقسم اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔ اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک و ظن کو منطقیوں کی اصلاح کے موافق لیں گے۔ تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن اور وہ خیال ہے کہ طرف موافق تو ہی ہو اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔

چنانچہ ظاہر ہے رہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کے معنی برخلاف منطقیین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارہ میں دیب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔۔۔۔۔ الخ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو دیب بمعنی شک ہے۔ ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ (یہ خدا کا

ایضاً یہ ایک شخص مذکور کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضمیمہ مانگنا ہے۔ اس کو منطقیین ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

فہذا دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالى البالغ الى حد الجرم بانه كلام غير الله.

وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالى ﴿اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ وخلاصته الاشكال الذي ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشك اما لزوم الغاء القيد في الآية واما حمل قولهم

كلام نہیں ہے، بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر کہانت ہے) اطلاق کیا گیا ہے اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبریل علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام شاعر کا کلام نہیں ہے، تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کہ ان کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک کنندہ بائیں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔ تو خداوند پاک تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ پہلے کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا دوم ان کو ذکر کیا۔ سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ان کا انکار قرآن شریف کا کلام الہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اس طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو۔ اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھتے وہ آیت جس کا ما حاصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے

انا قتلنا المسيح ابن مريم علي خلاف الظاهر مع وجود ما يوجب حملہ

على الظاهر. فمن التزم الاول فقد لكافروان الثانى فقد تحامر فايهما شاء فليخترو ثالث الانظار ان فى هذا التوجيه تكلفاً بحيث لا يتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القرآن. والرابع ان المعنى على هذا التقدير يؤول الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحدين لازم كون التصديق متعلقا بالشك الذى هو تصور سواء اريد بالشك مفهوم

ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلے التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر رد سرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ”ارجاع“ سے انتشار ضمار لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضمار کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پر از فصاحت قرآن کو بنا لگانا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اسی طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوکیت چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک کا تصور ہی ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے۔ وہی مقصود رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق

العنوانی او مصداقه لان کلامنهما تصور لامحالة وسواء ارید بالتصور الادراک الادعائی الذی هو من جنس الادراک او الحالة ادراکی الادعائیة التی هی من لواحق الادراک وتعلقه بالتصور مطلقا باطل کہ تقرّر فی مقره ولكن تعلقه بالشک حال کون التصدیق من جنس الادراک افحش من تعلقه به علی تقدیر کونه من لواحقه لانه علی هذا یکرر الشک معلوماً والتصدیق ادراکاً وعلماً به وقد ثبت بالبرهان عندهم اتحاد العلم بمعنی الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصدیق والشک مع انها متبائن.

ادراک وتصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے۔ جسے ”دانش“ کہتے ہیں۔ مطلوب ہو۔ لیکن تصدیق کا بہر حال تصوری یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے۔ کہ علم تصور و صورت علیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ غلط نہ ہو کہ تصدیق و شک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا۔ کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ

۱۔ جب انسان کا مظالم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی مابیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علیہ کہتے ہیں۔ ۱۲۔ مترجم

النظر الخامس ان الشک المصطلح عبارة عن التردد بين طرفي النسبة من الوجود والعدم على التساوی ای ادراک النسبة مع تجویز طرفها من غير اذعان باحد جانبیها۔ فالمعنی الذی اراد الکائد من ان اهل الكتب امنون بشکهم فی قتل عیسی قبل الايمان بموته الطبعی يرجع الی ان شکهم فی قتله۔ حاصل من غير اذعان بموته الطبعی لان من لوازم القبلية ان لا یوجد التباعد حين حدوث القبل۔ ولان الشک فی قتل الشخص مع الايمان بموته الطبعی مما یمسحیل ولا خفاء ایضا فی ان لقتله ^{القتل} طرفین وجوده وعدمه فاذا کان مشکوکا یجب ان لا یذعن باحد جانبیه مطلقاً ولا بما یندرج فی ذالک الجانب وظاهران الموت الطبعی یندرج فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیوة والموت ایسا ہے۔ یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ ”اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح ^{علیہ السلام} کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔“ اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح ^{علیہ السلام} کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے۔ کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو، نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو۔ تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات سے ہے۔ ظاہر تر ہے۔ کہ مسیح ^{علیہ السلام} کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں۔ ایک یہ کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہو گئے ہیں۔ پس جبکہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔“ یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل مندرج ہے۔

یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے ہاں یہ اندراج ایسا

الطبعی کلہما۔

فیسجد الشک فی قتله من الأذعان بموته الطبعی من اجل
البديهيات لان تساوى طرفي الشك مع رجحان احدهما غير ممكن
وهذا مما ليعلم كل من له ادنى فهم فلو كان مراد. هذا الآية ماقاله فان
علم حصل بنزولها. وای فائدة من فوائد الخبر ترتبت عليه فتدبر على ان
حملك هذا الآية على ما حملت قول بان هذه الآية مبنية لبعض اجزاء
الماهية للشك وهذا كانه ادعاء ان القرآن يبين المعاني المصطلحة.
ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے زندگی کو شامل ہے ویسے
ہی طبعی موت کو شامل ہے۔

لہذا لازم ہوا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو۔ تو
آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے۔ کیونکہ شک کے لئے جائزین کی تجویز
کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے چنانچہ
کم درایت والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بنا براں اگر آیت سے وہی مراد ہے جو قادیانی سمجھتے
ہیں تو کہتے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا اس خبر پر کون سے عوامک مرتب
ہوئے علاوہ براں اگر اس آیت کو قادیانی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ
اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے
نے وہ معنی بیان کئے جو قوم کے مصطلح ہیں پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی
کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عقل مند قائل نہیں ہے۔
اس پر قادیانی کی دوسری توجیہ سواس پر بھی پانچویں بحث کے سواء سب ابھاث و خدشہ وارد
ہوتے ہیں۔

نقوم كما ان الكافية والشافية والتهديب وامثالها كذلك فهل يتفوه به
عاقل۔

واما على التوجيه التالي فيرد عليه ماعدا الخامس من الانظار
المذكورة كلها. ويرد عليه خاصة ايضاً ان سلب الاوصاف بتما مها عن
فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفته معينة لها كما يقتضى انحصار
ذالك الشئ فى تلك الصفة وهذا انحصار حقيقى كذلك سلب وصف
معين عنها سواء كان مقدراً أو ملفوظاً ثم اثبات منافي ذلك الوصف
بقتضى انحصار الشئ فى المنافى للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافى
وكلا هذين الحصرين نوعاً حصر الموصوف فى الصفة واما انحصار

البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۃً یہ بحث وارد ہے۔ وہ یوں ہے۔ کہ ”تمام اوصاف
کا سبب کسی شئی کے ہر ہر فرد سے کر دینا، پھر خاص صفت انکے واسطے ثابت کرنا۔ جیسا کہ اسی
سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں اسی طرح پر ان افراد سے
خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقتدر ہی ہو۔ بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو
مسلوب سے منافی ہو ان افراد کو ثابت کرنا۔“ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے
منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام ”حصر حقیقی“ دوسرے کا نام ”حصر اضافی“ ہے۔ لیکن یہ دونوں
موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کیلئے دو قسم ہیں۔ اس پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار
حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں، صفت کا
موصوف میں بطور ”انحصار اضافی“ کی منحصر ہونا سوا اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف
میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔
اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ ”حصر اضافی“ اور

الصفة في الموصوف بالانحصار الحقيقي في وجودها في الموصوف
انتفائها عن جميع ما عداها او بالا انحصر الاضافي في وجودها فيه وانتفاء
عن بعض ما عداها فقط.

ومن المعلوم بالبداية صدق المحصور فيه على محصور الكفر
كلها وفي الایة انحصر اضافي لانحصار اهل الكتاب في الايمان بالاسماء
الى وصف الكفر دون سائر الاوصاف.

فلكون المراد من الایة سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه

نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیہ منحصر ہے کلی طور
صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل
کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے
ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔

پس مراد اس آیت صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا اور سب کے
لئے صفت الايمان کا ثابت ہونا ہے۔ "لا غیر اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ
انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک
صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہذا مفاد الآیہ یوں ہوا کہ سب اہل
کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائے جائیں یا نہ۔ پس سب
اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب
کو ثابت کر دیا گیا۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم
آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی
اس پر ایمان لائے گا۔" اس لئے یہ قضیہ موجب محصورہ کلیہ بنا۔

من الايمان لجميعهم كذا لك وحصرهم في ذلك النقيض يجب صدق
الايمان على الكتابي صدقاً كلياً بان يقال كل كتابي يؤمن به فهذه قضية
موجبة محصورة كلية.

فاذا حمل قوله تعالى عز وجل ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن
به﴾ "قبل موته" على ماحمله في هذا التوجيه يكون معناه كل كتابي يؤمن
بمشكوكية قتله ﷺ قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل
المضارع على الماضي والاعراض عن مفاد النون الثقيلة من معنى
جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس
تفسیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح ﷺ کے قتل کی مشکوکیت پر ان کے مرنے سے
پہلے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر
میں مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی انکار کریں کہ نون تاکید ثقیلہ
معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بہتر توجیہ بیان کریں گے وہ
یہ ہے کہ یہ حکم خاص انہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے۔ جو مسیح ﷺ کے زمانہ اور آپ کی
مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے
لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل
کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور جو
اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے
گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت
میں موجود ہو۔ اسی جب تم مسیح ﷺ کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ
ہوئے کہ مسیح ﷺ کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لائے چکے ہیں تو صاف لازم آیا

الاستقبال۔ اما ان یخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودین فی زمانہ قبل رفعہ وهذا مناف للقاعدة المارة انفا واما ان یعم للموجودین سہم قبل رفعہ وبعده الی يوم القيامة وهذا یؤدی الی تجویز وجود من لم یوجد حال عدم وجودہ لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيہ تجویز لمعا النقيضین وكذا یرد علیہ ان حمل موته الذی هو مصدر علی الماضي غیر دواع فخصص تکلف لا یرتضیہ ارباب الفہوم ویرد علی تصویبہ کلا المعنیین ونسبة کلا منہما الی الكشف والالہام۔

ان احد المعنیین باطل لامحالة اذ التوجیہ الثانی قوی الاحتمال

کہ جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے۔ موجود ہوں آخر جب سب کے لئے موت
الموت من قبلہ سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی
موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متصل ہو یہ تجویز گویا اجتماع
الیقینین کو جائز کر دینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ یہاں مصدر کو بلا
موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔
رہی یہ بات کہ متادل دو معنوں کو اپنے منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے
مؤید کرتا ہے۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے
کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو
اجتماع الیقینین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم
وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری
ندارد ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔

فی الخصوص لا هو نية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضین والاول
لا یتماشى فیہ سوى العموم والخصوص مما یتغائر ان فان سلم
التوجیہ الاول انتفی التوجیہ الثانی وان الثانی ارتفع الاول۔

فاحد الكشفین لو فرض بالہام من الرحمن یكون الاخر بالہام من
الشیطان اذ لو كان کلاهما بالہام اللہ تعالیٰ لما وقع التخالف بینہما۔
فالحق ان کلا الكشفین من الكشف الكاذبة الشیطانیة لامن الكشف
الصادقة الرحمانیة والالہم یرد علی کل منہما نقوض شرعیة قاطعة
وایرادات عقلیة ساطعة۔ فالذی من شأنہ امثال هذه الدعاوی ومن خصائلہ
انہ اذا اخذ بالقرآن تمسک بالانجیل واذا لزم بالانجیل رجع الی القرآن
اب کہئے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لیں گے۔ تو دوسرا بدھتہ

شیطانی ہوگا۔ اس لئے اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہوتا چاہئے
تھا۔ لہذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ
اعتراضات ساطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات ہے کہ اگر ان
کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں
تو قرآن طلب کرتے ہیں جب دونوں پیش کئے جائیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر
عقل بھی اگر پیش کی جائے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی
جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہو جاتے ہیں غرض کہ وہ لوگ نادھر کے رہے نادھر کے رہے ہر ایک
دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب
بوجھ ڈالنا چاہیں تو ان کے والا جانور بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اوڑھنا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے
یا یوں کہ ایسے لوگ اس مرض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو، نہ وہ زندہ اور

واذا بهما تشبث بالعقل وان بكل منهما تذليل بالكشف والالهام. فان
طولب بدليل يدل على صدق كشفه تبهت وتحير وتنكس او هو مثل
للمريض مرض الموت ليس بحی فیرجی ولا میت فیلقی او تطیر للنعماء.
اذا استطیرت باعروا اذا استحتمل نظائر فاقول بفضل الله تعالى ان المعنى
الصحيح للاية المذكورة الذى لا يرد عليه شيء من تلك الانظار هو انهم
قالوا انما يتيقنون بقتل المسيح ابن مريم فردهم الله عز وجل بانهم ﴿مَاقْتُلُوهُ
وَمَا صَلَّوْهُ﴾ فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لا بد للعلم اليقيني من مطابقتها
لنفس الامر واذالم توجد المطابقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهذا
نه مرده ہے اور کسی نبی کے مثل نہیں ہے۔ خیر جو ہیں، سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔
ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف و خلف آیت ﴿اَنَا قَتَلْنَا
الْمَسِيحَ.....﴾ سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراض مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی
وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر
یقین رکھتے ہیں سو اللہ عز وجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا
اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا
متصور ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ
واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو ہرگز نہیں لہذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارہ میں متیقن
ہیں باوجود کہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے ”بلاشبہ جہل مرکب“ ہے کیونکہ جہل مرکب
کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارہ میں شک میں مبتلا
ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب
کے تابع دار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی

النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقيني به شبهة صرفة
وجہل مرکب یفسر بالحکم الغیر المطابق. الثابت فی نفس الامر فہم فی
شک منہ ای فی حکم لم یطابق الواقع ولسوا علی یقین بل ہم یتبعون
الظن والجهل المركب. لانهم ﴿مَاقْتُلُوهُ﴾ ای انتفى قتله انتفاء یقیناً بان
یکون قوله یقیناً قبلاً للنفی لا للمنفی ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ بالرفع الذى
ینافی القتل وهو الرفع الجسمانی دون الرفع الروحانی. فانه لا ینافی القتل
بل یجامعه فی نفس الامر فی اعتقاد المخاطب ﴿وَتَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا﴾
لا یعجزه شیء عن رفعه ^{العلیہ السلام} مع جسده ﴿حَکِیمًا﴾ فی صنع رفعه. و
ہے کہ یقیناً نفی ﴿مَا﴾ کی قید ہے نہ منفی ﴿قَتَلُوهُ﴾ کی ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ﴾ بلکہ خداوند
عزاسم نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ جسدہ منافی قتل
ہے۔ نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقعہ اور اعتقاد مخاطب میں
قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے ﴿وَتَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَکِیمًا﴾ خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے
جسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ﴿حَکِیمًا﴾ خدا حکمت والا ہے۔
رفع کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ﴾ اہل کتاب میں
سے مگر کہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے مرجانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے
لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ
ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے
پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو، پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہر حال ایمان کی
حفاظت ہے۔ دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقیلہ جو مدخول کے
استقبال پر باجماع دلالت کرتا ہے۔ اپنے ہی طور پر رہا اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں

لیس احد من اهل الكتب الا لیؤمنن با . ای عیسی قبل موته ای قبل موت عیسی سواء كان ایمانه نافعا له کالایمان فی حالته غیر البأس اعم من ان يكون قبل نزول عیسی اوحین نزوله . فهذا المعنی قد روعیت فی صیغة المضارع والنون الثقيلة . التي تدل علی استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم یرد علیه شیء من النقوض . فالذی ذکرناه من المعنی هو المحکوم سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کما هو الظاهر بالمتامل الصادق۔ لہذا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے۔ اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے۔ اور اس کے برخلاف البہامات وکشف کو کھنڈروں پر دے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔ گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑاواس سے انحراف کرے۔

علیه بالصحة الصافی عن شوائب الايرادات کاف لدفع الاشکالات یؤمن به المنصف المناظرون اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر . ثم استدال القادیانی بطریق الالزام علی اهل الاسلام القائلین بحیوة المسيح عليه السلام . بان کل من یؤمن بوجود السموات یؤمن بتحریکها علی الاستدارة . فلو کان عليه السلام علی السماء للزم بتحریکها تحریکه فلم یتعین له جهة الفرق بل علی هذا . قد یصیر فرقا وقد یصیر تحت فلا یتعین له النزول ایضا . اذ النزول لا یكون الا من الفوق . وایضا یلزم کونه فی الاضطراب وعدم القوارئما مادام هو فی السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفرق یطلق حقیقة علی منتهی الخط الطولانی من جانب راس الانسان بالطبع من محذب فلک الافلاک وجهة التحت علی منتهی ذلک الخط ممایلی رجلیه من مرکز العالم وهاتان الجهتان لا تتبدلان عوض ویطلق الفوق والتحت علی الحدود التي بین المركز و بین المحذب ایضا لکن اطلاقا اضافیا لاحقیقیا وکل من هذه الحدود المتوسطة یمکن اتصافه بکلا الوصفین من الفوقیة والتحتیة مثلا محذب فلک القمر متصف بالفوقیة بالاضافة الی مقعره . وما عداله من الحدود المتقاربة الی مرکز ومتصف بالتحتیة بالنسبة الی سائر الا فلاک . فهذا الحد المعین فوق وتحت بالوجهین والحاصل ان کل حدین فرضا بین المركز و بین محذب فلک الاعلی فما کان منهما اقرب الی المركز وابتعد من المحذب فهو تحت وما بالعکس فهو فوق بخلاف المتحققین فان ما یتصف منهما بالفوقیة لا یمکن ان

يتصف بالتحية وما يتصف بالتحية لا يمكن اتصافه بالفوقية. لان محدب
 الفلك الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لا يتغير ولا تبدل
 فيهما. وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان في السماء الثانية
 فلاريب في انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو
 على وجه الارض. فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه
 بتحرك السموات فلا يلزم عدم تعيين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو
 في السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعا. فاذا اراد الله
 تعالى نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السماء الثانية بحيث
 بتزايد البعد فيما بينه وبين محدب فلك الافلاك آنا فانا من البعد الذى
 كان بينهما وتناقص كذلك البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد
 الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض. وانت تعلم
 ان الحركة من المحدب الاعلى او مما يقرب الى جانب مركز العالم هو
 النزول كما ان الحركة من جانب ذلك المركز الى جانب ذلك
 المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحرك السموات على
 الاستدارة عدم تعيين النزول له عليه السلام وايضا لم يلزم من تحركه بتحرك
 السموات كونه مضطربا وفي نوع من العذاب الا ترى الى الذى ذهب اليه
 اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى
 تدور حولها. وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل لارض حركة
 حولها وان الارض احدى السيارات عندهم التى منها عطارد والزهرة
 والارض والمريخ. وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرك هذه

الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى
 الكواكب طالعة وغاربة. لانها اذا تحركت كذلك وكانت الكواكب
 ساكنة او متحركة الى تلك الجهة ايضا لكن بحركته ابطاء من حركتها
 ظهر لنا فى كل ساعة من الكواكب ما كانت محتجبة بمحدبية الارض فى
 جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبها فى جانب المغرب ما كانت
 ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة. وان الكواكب هى متحركة بتلك
 الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرك الارض كما يتخيل
 ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركا الى خلاف
 جهة السفينة. وهذا القول وان كان مردودا بان الارض ذات مبدئيل
 مستقيم طبعيا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرك على
 الاستدارة وبانها لو كانت كذلك لما وصلت الطيور الى جهة المشرق
 عند طيرانها من المغرب الى المشرق. وان كانت المسافة التى بين مبدئ
 مسير الطيور وبين انتهاء مسافة قليلة الا بعد مضى اكثر من يوم وليلة.
 وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما فى الجوف من الطيور متحركا
 الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركا بحركة نفسه الارادية
 الى المشرق او المغرب. وذلك بطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض
 وبوجوه اخرى تركنا ذكرها. ويقول تعالى شانه ﴿وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ﴾ ويقول الكريم ﴿أَمْ مَنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ﴾ الآية. فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع
 كونهم عقلاء لم يجزوا بطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب من هو

على الأرض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تنزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلک الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاك المعبر بالعرش في لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد في الشرع دليل قطعي يوجب الظن بذلك فضلا عن ان يوجب العلم القطعي كيف ولم يثبت ذلك في خبر قوى ولا ضعيف ان العرش يتحرك على الاستدارة. ويتحرك ماتحته من الافلاك بل قد ثبت في اخبار صحيحة ان له قوائم. وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذى يصفونه على ما يصفونه ولا يابى ماصح انه مقبب كالخيمة. وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملائكة وثمانية منهم يوم القيمة. قال عز وجل ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ﴾ اى يوم القيمة وعلى هذا كيف المستقيم كون الفلك متحركا بالحركة المستديرة وما ورد في القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالى ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ وقال ﴿كُلٌّ يَجْرِي إِلَى آجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وقال ما اعظم شأنه ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ ۖ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ﴾ وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشتري والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركا فلا نسلم انه يلزم بتحركه يتحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع

الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة في فلاة وهكذا السماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة. وهكذا والكل من الكرسى وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقة في فلاة وظاهر انها لو كانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة ولما لم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلک الافلاك لا يلزم تحرك ماتحته من الافلاك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضا لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستدل بطريق الالتزام تقليد اللاوهم العامة. وحاصل كلامنا هذا كله ورود منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله باننا لانسلم كون الفلك الاعلى متحركا ولئن سلم فلا نسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلا نسلم ان يتحركه يلزم تحرك باقى الافلاك لتوقفه على اتصالها ولا اتصال. فلا يلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كان ذلك فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعيين جهة الفوق له وعدم تعيين النزول له وكونه في العذاب الدائمى ممنوع مطلوب دليله دانى له ذلك وقد عرفت مفصلا وتامل فيه بالنظر الصائب ليظهر لك مبلغ انكشافه في علم الهيئة ودركه في القواعد الهندسية ينكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقول المفترى من المسيحية الخ.

واستدل القادیانی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقولہ تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ وتہذیب استدلالہ انہ لو کان المسیح حیافی السماء لزم كونه جسدا لا یاكل الطعام وكونه خالدا وقد نفی اللہ تعالیٰ ذالك فان مفاد الاية سلب کلی ای لاشئ من الرسل بجسد لا یاكل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحكم الشخص مناقض للسلب الكلی والدلیل علی كون المفاد سلبا کلیا قوله تبارك وتعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اِنْ اَرَادَتْ اَنْ تَبْقَىٰ فَهِيَ الْخَالِدَةُ﴾ فانه صریح فی السلب الكلی فاذا ثبت الرفع والسلب کلیا بالنص ارتفع الحكم الشخص المستلزم للايجاب الجزئی المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان احد المتناقضین لا یجامع التقیض الاخر كما لا یرتفع معه وهذا بدیهی.

اقول: بتوفیقہ تعالیٰ ان فی قوله تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً..... الخ﴾ انما ورد النفی علی الجعل المؤلف المتحلل بین المفعولین ومفعولہ الثانی

قادیانی اپنے استدلال فاسد میں اس آیت کو موت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی پیش کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔ لیکن ہم پہلے اس استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ استدلال قادیانی کا یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بھی مان لیا جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا..... الخ

الجواب: آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ جعل بسیط پر وارد نہیں بلکہ جعل

المجعل الیہ هو قوله ﴿جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ..... الخ﴾ فمدخول النفی هو الجعل المقید بهذه القيود وظاهر ان المقید ولویالف قید لا یتصور تحققہ الا بتحقیق کل من تلك القيود والقيود التي ههنا هي تالیف الجعل وكون المجعل الیہ جسدا مع تقييده بعدم اكل الطعام فلا بد تحقق هذا المقيد من تحقق تلك القيود الثلاثة بخلاف الانتفاء. فانه متصور بانتفاء جزء ای جزء كان ولا يتوقف علی انتفاء جميع الاجزاء فينتفی ذلك المدخول للنفی بوقوع غير الجعل موقعه وبانتفاء تالیفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولین. اما بالاول فقط. واما بالثانی فحسب ویرفع خصوص المجعل الیہ ووضع امر آخر فی محله وبانتفاء قید عدم الاكل. ولوسلم تحقق كل قید ماعدا فرض انتفائه وبانتفاء مجموع القيود وبمعنی انتفاء كل قید وبانتفاء المقيد. اعنی ذاتا مانع تسليم القيود باسرها فهذه المواد

مؤلف پر ہے جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ ایک کا نام مجعول دوسرا کا نام مجعول الیہ۔ دیکھو اس آیت میں انبیاء علیہم السلام مجعول اور جسد مجعول الیہ۔ جو بغیر طعام کے فاسد ہو جاتا ہے۔ پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی جو مقید ہے۔ اور بدیہی ہے کہ مقید، گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوں نہیں پایا جاتا جب تک کل قیود نہ پائے جائیں۔ اب یہاں تین قیدیں ہیں: ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا، سوم عدم الاكل کی قید۔ لہذا یہ جعل مقید بہ اس قیود جب ہی موجود ہوگا کہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہونا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جائے تو اس چیز کا عدم پایا جائے گا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اگر اور ہی چیز

والمواقع ليست الا بالامكان لا بالفعل والاطلاق الرفع القيد الاخير. واقع بالفعل ومراد بقوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً﴾ وتحقق ما عدا ذلك القيد مسلم بل مثبت بالبراهين العقلية القطعية وعدم الاكل الذي هو امر عدمي متصور بوجهين بعدم اكل شيء ما اعم من ان يكون طعاما او غيره وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلك الانتفاء الذي اضيف الى الامر العدمي انما يتحقق بتحقيق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذلك العدم الذي هو في قوة السالبة ثبوت الاكل الذي هو في قوة الموجبة المحصلة اذ عموم الاولى من الثانية انما هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققه العين عدما لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البديهي ان الموضوع فيما فرض كي جائے یا اس کا مرکب ہونا اڑادیں یا بایں طور کہ صرف پہلے مفعول یا دوسرے کیساتھ متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں مگر عدم اکل یا تمام قیود یا مطلق شی کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کر لیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا لیکن یہ سب مفہومات ممکن ہی ممکن میں واقع ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں۔ البتہ ان میں سے عدم اکل کا منشی ہونا گو ممکن ہے واقعی بھی ہے۔ ماسوا اسکے جتنے ہیں واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے۔ اسلئے ایک عدا مت واقعی نہیں۔ جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام بھی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا جب متحقق ہوگا کہ کھانا متحقق ہو پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبۃ السالبة ہے موجبہ محصلہ لازم ہوا گرچہ یہ

جن فيه موجود. وقد تفور في مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فيلزم من قوله تعالى ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً﴾ لا يأكُلُونَ الطَّعام الذي هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعني كل رسول ياكل الطعام فيقال لمن يدعى به على اثبات موت المسيح ابن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول في هذه القضية هل هي بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفى وقت ما اوفى وقت معين او بحسب الدوام ذاتا اووصفا او بالاطلاق او بالامكان

مازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہی پر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے، ضرور ہونگے۔

اس واسطے ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ آیت مذکورہ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ﴾ قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔ اب قادیانی سے مستفسر ہیں کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے انکی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا تین زمانوں میں کسی زمانوں میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اسکا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع قید الدوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللام ضروری جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنابر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا بالضرورة الدوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ ضروریہ یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا بالضرور ثابت ہے اور دائرہ یعنی ہر رسول کیلئے اکل الطعام دائرہ ثابت ہے باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطاقہ کی انقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع

مع قید اللادوام فی ماعدا الاول والخامس اومع قید اللاضرورة فی ماعدا الاول فقط علی رأى اوفی ماعدا الخامس ایضا کما علی رأى آخر وان لم یکن بعض التراکب منها متعارفا ولا یعتبر قید اللاضرورة ولا قید اللادوام الاول والخامس بدیهی البطلان بوجود نقیض کل منهما وهو امکان عدم الاکل للاول واطلاقه للخامس وكذا الثاني والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة فی ضرورة الاکل اودوامه کما لامدخل فیهما لمعنون ذلك الوصف وكذا لاتكون ضرورة بحسب الوقت مطلقا لا بحسب وقت ما ولا بحسب وقت معین لان غاية الامر ان یكون الاکل ضروريا بشرط الجوع والجوع لمالم یکن واجبا فی وقت مالم یکن المشروط به ضروريا فی وقت ما کما صرح به فی کتب المنطق من الکتابه لیست بضرورية فی

التقیهین پایا جائے گا۔ اسی طرح پردائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کر سکتا ہے۔ یہ صریح صادق ہے اس لئے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو دیے ہی اجتماع التقیہین لازم آئے گا جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔ اس واسطے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یادوام اکل کو نہیں چاہتا۔ علیٰ ہذا القیاس اکل الطعام رسول کیلئے مطلق وقت میں کوئی وقت ہواور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں۔ آخر یہی تو کہو گے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے اور حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ بھوک خود ضروری الوجود نہیں پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں تو جسکے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت ضروری نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کتابت

من الاحیان فما ظنک بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غیر الضرورة فی وقت ذلك الشئ والاول لا یستلزم الثاني کما فی تحریک الاصابع بشرط الکتابه۔ فان التحریک بشرط ضروری۔ ولیس فی وقتها ضروری فکذلك ضرورة الاکل بشرط الجوع امر وضرورته فی وقت الجوع امر آخر لاتلزم بينهما فضلا عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروری فی وقت مالم تکن القضية وقتیه مطلقه ولا منتشرة مطلقه فلم لکن وقتیه ولا منتشرة لاستیجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وكون الاکل ضروريا بشرط الجوع لا یقتضی ان تكون القضية مشروطة ایضا اذ

چونکہ کسی وقت ضروری نہیں۔ اور منجملہ اوقات وہ وقت بھی سہی جس میں کتابت متحقق ہے۔ پس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا، ویسے کھانا گو بشرط الجوع ضروری ہے مگر جوع کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید کہو گے کہ جب مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو قضیہ مشروطہ صادق آئے گا (کہ ہر رسول کیلئے بشرط الجوع اکل طعام ضروری ہے) حالانکہ تم کو مضمر ہے۔ سو واضح ہو کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آتا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا، کیا معلوم نہیں کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو جسکے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے نہ بھوک کا۔ پس مشروطہ کیسے بن سکتا ہے بنا بریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے خواہ دوام یا لا ضرورت کی قید لگائیں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے (کہ یا رسول اکرم آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے) کیونکہ

المشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط الوصف العنوانى لا بشرط وصف كان ومن الظاهر ان الوصف العنوانى فى القضية انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق او الامكان قيد اللادوام او اللاضرورة او بدونه والاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالى ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ فيكون وجودية احد جزئيه ثابت بهذه الاية وثانيهما مخرج من البيان وهى ان كانت مستلزمة لما عداها لاكنها... لكونها اخص

اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر وقت میں۔ پس جیسا کہ ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس امکان کو قطع کرنا دوام کی قید لگائیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ ایسا ہو کہ پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری جزء یعنی لادوام کا مفہوم ہمارے سابق تقریر سے پایا ثبوت کو پہنچا۔ البتہ اس وجودیہ کو سبب اس کے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس واسطے اسکی دو جزء لے کر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ اہل اسلام کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتا ہے اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی سے مخالفت نہیں رکھتا کیونکہ یہ قضیہ (کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے) صادق ہے اور جو ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے کہ بھوک ضروری ہے سو اسکی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب سے اجزاء کیسے ہیں اور ان اجزاء کم

احق بالاعتبار وينجل الى قولنا كل رسول ياكل الطعام بالفعل ولاشئ من الرسول ياكل الطعام بالفعل وهذه القضية لاتناقض مذهب اليه الاسلاميون لانه يصدق قولنا المسيح ابن مريم اكل للطعام بالفعل وليس باكل بالفعل وماقررنا قيل من ان الجوع ليس بضرورى لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبيعة بدل مايتحلل منه وذلك فرع التحلل ولا ارتياب فى تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولا تحديد لمراتبه. فالتحلل الذى فى مرتبة ناقصة غير التحلل الذى فوقه يجوز سلب كل منهما عن الاخر. وكذلك يقال فى جميع مراتبه عينها فهو مسلوب عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبتان عنها فهذا حكم اجمال على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الاخر كماكان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امكان السلب فى نفس الامراذ سلب مرتبة معينة فى مرتبة اخرى سلب مقيد. والسلب فى نفس الامراع من ان يكون ذلك السلب مقيدا بكونه فى مرتبة اخرى اولا سلب مطلق ولا ريب فى ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذا كان الامر كذلك امكن سلب التحلل راسا.

فامكن انتفاء الجوع اصلا مع بقاء الشخص بل حكم الله تعالى بتحقيق انتفاء الجوع فى القرآن ولم يكتف بمحض امكانه وقال وعز من قائل مخاطبا لادم عليه السلام ﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۚ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَىٰ﴾ وليس ذلك الالعدم التحلل كما ان عدم الضحى لعدم الشمس وحمله على عد دوام الجوع او على عدم استعداده

غیر صحیح والاصح حمل جميع الافعال المدخولة بحرف النفي على نفس دوامها او عدم اشتدادها. وامثال هذا لاتصح ولا تستقيم الا لو جرد ضرورة داعية وای ضرورة احوجالی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله على غیر الظاهر بحيث لا ينتقل الیه الذهن اصلاً. والتمسک على وجود تلك الضرورة بقوله ﴿وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ غیر مستقیم وان اطلاق الاكل وابعاده لهما لا يقتضي الجوع اذ كما ان الفواكه فی الدنيا لا توکل الا لحصول اللذة لا لدفع الجوع كذا طعام الجنة والافتقار الیه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل. وانما يكون شده گئی ہوئی کے قائم مقام ہونے کو بھوک کہتے ہیں پس جب یہ کہنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ تحلل یعنی کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرور تحلل کے درجے بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجے بے شمار ہیں پس بنا براس کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مد نظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گو یہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسوا سب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بحر امکان مطلق کے ممکن نہیں ہو سکتا۔

اکلہ لحصول اللذة فقط. فان لم تقنع بما قلنا فطالع التيسير والوجيز وكيف لامع انه قد تاكد وتايد بما صح ان في الجنة بابا. يقال له الريان من دخل شرب ومن شرب لا يظماً ابدا ولا فرق بين الجوع والظماً فلما لا امتناع في عدم التعطش لا امتناع في عدم الجوع ولا يرد على ما قلنا من انه اذا امكن سلب التحلل امكن انتفاء الجوع انه احتجاج بلا دليل اذ انتفاء العلة لا يستلزم انتفاء المعلول. بدليل ما تقرر عند الاصوليين من جواز تعدد العلل على معلول واحد فلا يلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحد منها لجواز تحققه بتحقيق علة اخرى منها كعدم صحة الاحتجاج على الحكم. بان زيد الم يموت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه لم يسقط من اعلى الجبل فهذا الاستدلال غير صحيح اذ الموت كما يتحقق بالسقوط من اعلى الجبل كذلك به عن اعلى سطح البيت ومن فوق الشجرة الطويلة وبضرب من السيف والحجر وامثاله وببحر امراض يستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها. كيف يجزم بانتفاء الموت اصلاً لا مكان تحققه بتحقيق واحد آخر من تلك الانواع وعدم وروده. لان التحقيق ان المعلول اذا انحصر في العلة وتكون العلة لازمة له وهي مفسرة في كتب القوم بمالولاه لا تمتنع الحكم المعلول فانتفاءها يستلزم انتفاء المعلول اذ لا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى حتى يمكن عند انتفاء احداها ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة وانحصر المعلول الواحد في العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة بهذا

المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم. فلا استدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولا ريب في صحته والتحليل بالنسبة الى الجوع كذلك لانه المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لا يمنع لا بمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لا يلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونها بعلة غير الجوع كما ستحصل اللذة وقصد علاج ونحوه. وهذا واضح على من له ادنى تأمل.

﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ناقل الايات والاحاديث والتفاسير والفقهاء والعبارات

القاضي غلام گیلانی الحنفی الفنجابی

ثم چهار چوی ثم الشمس آبادی عفی عنه



حضرت علامہ

قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمہ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز قدس سرہم تقریباً ۱۸۷۷ء میں علاقہ چھچھ کے مشہور قصبے شمس آباد میں پیدا ہوئے۔

حضرت علامہ قاضی محمد غلام محمد ربانی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر اسی دور کی علاقائی درس گاہوں میں تحصیل علم کے بعد یونیورسٹی کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رامپور کے جلیل القدر اساتذہ سے علم کی تکمیل کی۔ ان اساتذہ میں حضرت علامہ فضل حق رامپوری، مولانا ابوطیب علی اور مولانا منور علی شامل تھے۔

سند فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کے ہمراہ ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک اسلامیہ کالج میں عربی لیکچرار کی حیثیت سے بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مرید خاص تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو متعدد اوروں کا نصف کی اجازت عطا فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت کی سعادت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بنگال میں دس چودہ سال کے عرصے میں وعظ و ہدایت میں اتنے مشہور ہوئے کہ ”مولانا پنجابی“ کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ کی دعوت رشد و ہدایت کی بدولت ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی اور کئی غیر مسلم خاندان شرف بہ اسلام ہوئے۔

آپ ہنس مکھ، کشادہ دل، مہمان نواز اور نہایت مخلص تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ دس بیس آدمی اکثر اوقات آپ کے کھانے میں شریک ہوتے۔ آپ کا حلقہ

اثر بہت وسیع تھا۔ آپ کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد مریدین تھے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ جس موضوع پر بولتے دریا بہا دیتے تھے۔ قادیانیوں، شیعوں، وہابیوں اور دیگر ہندوہوں کو آپ نے لاکارا۔ کوئی بھی آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ کی بہت بڑی لائبریری جس میں کئی نادرونایاب کتب تھیں جو آپ کے وسعت مطالعہ کی مظہر تھیں۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور ہنگالی زبان میں دسترس رکھتے تھے۔ نعت گو شعری بھی کی لیکن افسوس آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ جہاد بالقلم میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے جن سے آپ کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

☆..... جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام.

☆..... فوز المرام فی بیان حادی عشر لغوث الانام.

☆..... الدلیل المبین فی اعراس الصالحین.

☆..... التحقیق الصواب فی مسئلۃ المخواب.

☆..... البیان فی اخذ الاجرة علی الاذکار و تلاوة القرآن.

ردہ قادیانیت:

آپ کے رد قادیانیت پر دو مختصر رسالے دستیاب ہوئے ہیں:

۱..... مرزا کی غلطیاں۔

۲..... رد قادیانی۔

ان دونوں رسالوں کے علاوہ آپ نے تیج غلام گیلانی کا تہہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ تین دن علیل رہنے کے بعد ۱۲ دسمبر ۱۹۴۶ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نماز جنازہ میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کا مزار پرانوار شمس آباد ضلع انک کے قبرستان میں واقع ہے۔



مرزا کی غلطیاں

تصنیف لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی حاشی حنفی رحمہ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم

مرزا غلام احمد قادیانی کا مدت دراز سے یہ دعویٰ تھا کہ چوں کہ میں محدث یعنی نبی ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر و تحریر ایسی معجز عنایت کی ہے کہ کل روئے زمین کے فصحاء و بلغاء اس سے عاجز ہیں۔ مرزا نے بہت رسالے اور ایک آدھ دیوان عربی و فارسی بھی لکھا، مگر کسی عالم علم دار نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مگر مرزائی لوگ چوں کہ اس کے علم کی لافیں اور لہجہ ترانیان بڑے زور و شور سے مارا کر کہتے ہیں کہ اُس کی مثل منشی اور شاعر اور فصیح و بلیغ و خود ان کوئی آج کل موجود نہیں۔

لہذا قدرے بمثال بمشتی نمونہ خروارے اُس کی غلطیاں اُس کی کتاب ”اعجاز المسیح“ سے لکھتا ہوں۔ فاقول وبالله التوفیق نعم الرفیق۔ قادیانی نے ”اعجاز المسیح“ کے ”اول صفحہ“ پر لکھا ہے۔ (۱) فی سبعین یوما من شهر الصیام۔

اقول: رمضان شریف تو ستروں (۷۰) کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا ایہام معنی غیر مراد سے جو منائی ہے فصاحت و بلاغت کو اس صفحہ میں ہے۔ (۲) وکان من الہجرۃ ۱۳۱۸ھ و من شہر النصاری۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء۔

اقول: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ اسی صفحہ میں ہے۔

(۳) مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور۔

اقول: ضلع گورداسپور بھی خلاف محاورہ ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے (غورداسپور) یا جو رداسپور چاہیے تھا۔ بلکہ من جهة التركيب والاعزاب بھی۔ اسی

صفحہ میں ہے (۴) باہتمام الکلیم فضل الدین۔

اقول: بعد اعراب فضل الدین چاہے۔

قال: ص ۲ کدست غاب صدرہ، او کلیل اقل بدرہ۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کے ص ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

قال: ص ۲ و خلعت راحتھا من بخل المونة۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ خلعت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور

تعلیل یہ سہم ہے۔ معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

قال: کاحیاء الم اہل للسنة الجماد۔

اقول: یہ بھی مقامات حریری کے ص ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: و عاد جرها و سبرھا۔

اقول: یہ مثل مشہور ہے۔

قال: ص ۳ من کل نوع الجناح۔

اقول: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے۔ جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لئے نوع

للجناح چاہئے تھا۔

قال: ص ۳ کل امرهم علی التقویٰ۔

اقول: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے کل امر لهم چاہئے۔

قال: فلا ایمان له او یضیع ایمانه۔

اقول: لفظ ایمان کا تکرار مستکرہ ہے۔

قال: ص ۷ و افرق بین روض القدس و خضراء الدمن۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

قال: کالربیع الذی یمطر فی ابانہ۔

اقول: یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: و عندی شہادات من ربی لقوم مستقرین و رجبہ کوجہ الصادقین۔

اقول: ”و وجہ“ عطف ہے شہادات پر، گویا و عندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ محققین

ہے کیونکہ وجہ جزء ہے اور جزء پر عند نہیں آتا۔

قال: ما قبلونی من البخل والاستکبار۔

اقول: ”من“ کا کلمہ یہاں پر ”قبلو“ مثبت کے لئے تعلیل یہ نہیں ہو سکتا اور نفی مستفاد من

الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہئے۔

قال: ص ۸ حتی اتخذ الخفافیش و کرا الجنانہم۔

اقول: ترجمہ یہ ہے۔ ”یہاں تک کہ چمگادڑوں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنا لیا۔

جنانہم پہلا مفعول ہوا۔ اتخذ کے لئے اور و کرا دوسرا مفعول ہوا۔ ”اتخذ“ چوں کہ

بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے لہذا لام کا لانا فضول ہے۔ دوسرا ”تقدیم مفعول

ثانی“ کی بے وجہ ہے۔ تیسرا جنان اور و کرا کا لحاظ ماقبل یعنی قولہم و فضلہم

واعیانہم کے جمع ہونا چاہیے۔

قال: ص ۹ و اعطی ما توقعوہ۔

اقول: اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ لہذا و اعطوا چاہئے

تھا۔

قال: ص ۹ ہفتری۔

اقول: مفتر چاہئے۔

قال: ص ۹ واكفروه مع مریدیه واعوانه وانزل الله كثيرا من الاى فما قبلوا.

اقول: وانزل الله كثيرا فصل کا کل ہی کوئی کلمہ والی علی الفصل چاہیے۔

قال: ص ۱۱ وقدموا حب الصلات على حب الصلوة.

اقول: ”حریری“ کے پہلے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: ص ۱۳ بل يريدون ان يسفكوا قائله۔

اقول: ان يسفكوا دم قائله چاہیے۔ لا يقال سفككم يدا بل دمہ۔

قال: ولما جاء هم امام بما لا تهوى انفسهم.

اقول: قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما۔

قال: وجعل قلمی وکلمی منبع المعارف.

اقول: منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

قال: لو كان غيا ولو كان كالهمداني او الحريري فما كان في وسعه ان

يكتب كمثلي تحريري.

اقول: یہ غبی جناب فضیلت مآب ”مولانا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی“ کو کہتا ہے۔ ایسے

عمدۃ الفضلاء کو غبی کہتا ہے، حالانکہ اعلیٰ قسم کا غبی تو خود ہے جو ”غیر المغضوب علیہم

ولا الضالین“ سے سمجھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخص جیسا کہ جہاں کا فرقہ ہے کوئی

چیز نہیں، اگر علم الہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیہم

ولا الدجال۔ دیکھو ص ۱۸۹ اور اسی ”اعجاز المسیح“ کے صفحہ ۴۲ پر مرزا نے لکھا ہے کہ مالک

یوم الدین میں یوم الدین جو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانے کا نام

رکھا ہے وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانہ زمان یحییٰ فیہ الدین۔

اقول: لعنة الله على الكاذبين المنحرفين في كتاب الله تعالى۔ اللہ تعالیٰ تو خود

قرآن پاک میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے۔ ﴿وَإِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي

جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ یعنی گناہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں

گے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے، تو اسی وقت سے حساب و کتاب ہو کر گناہ گاروں کو

دوزخ میں داخل کیا جاتا۔ پھر باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ

مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ

لِلَّهِ﴾ غور کرو ﴿يَوْمَ الدِّينِ﴾ اور ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ دونوں کا

مغاد ایک ہی ہے۔ اور یہی مرزا قادیانی پھر ص ۳۵ پر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں

﴿وَالْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ﴾ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ حمد

سے پہلا ”احمد یعنی آنحضرت ﷺ“ اور آخرہ حمد سے پچھلے ”احمد“ کا اشارہ ہے۔ یعنی

غلام احمد قادیانی پھر اس کے بعد لکھتا ہے۔ وقد استنبطت هذه النكتة من قوله

الحمد لله رب العالمين۔ ”سبحان اللہ یہ مرزا کا استنباط ہے جس پر صرف میر پڑھنے

والے طلباء بھی مزاح کرتے ہیں“ کیونکہ ایسے استنباطوں سے تو حضرت ﷺ بھی بے خبر

تھے۔

قال: ص ۲۷ وما رميت اذ رميت ولكن لله رمى.

اقول: حدیث کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۲۷. وحجته بالغة تلذغ الباطل كالنضناض.

اقول: حریری کے ص ۳۹ سے سرورق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وما انا الا خاوی الوفاض .

اقول: ”حریری“ کے ص ۸ کا سرقہ ہے۔ باز دیار۔

قال: ص ۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات .

اقول: ما اعطی کی جگہ یا اعطیت چاہیے۔

قال: ص ۳۲ ولا ترهق بالتبعة والمعتبة .

اقول: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

قال: عن معرفة اللکن .

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: وتوفيقا قائدنا الى الرشيد والسداد .

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: ص ۳۶ ان اری ظالعه کا ضلیع .

اقول: مسروق من الحریری ص ۵ بتغیر ما .

قال: ص ۳۹ يقال عثاره .

اقول: حریری کے ص ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما .

قال: اقتعد منا غارب الفصاحة وامتطى مطايا الملاحة .

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ بالاعانة على الابانة .

اقول: حریری کے ص ۳ کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ ويعصمهم من الغواية ويحفظهم في الرواية والدراية .

اقول: حریری ص ۳ کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: وای معجزة .

اقول: و آية معجزة چاہیے۔

قال: كمجهول لا يعرف ونكرة لا تعرف .

اقول: حریری ص ۵ سے مسروق ہے۔

قال: ص ۵۰ فكل رداء نرتديه جميل .

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموال بن عادي .

اذا المرء لم يدنس من اللوم عرضه . فكل رداء يرتديه جميل . (خامس ص ۱۱۴)

قال: ص ۵۵ لاشيوخ ولا شاب .

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا بے وجہ ہے۔

قال: ص ۵۵ كنز المعارف ومدینتها وماء الحقائق وطینتها .

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: ص ۵۸ كما يملأ الدلو الى عقد الكرب .

اقول: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرعہ ہے باز دیار لفظ کما۔

قال: ص ۶۰ القيت بها جراني .

اقول: مقامات حریری کے ص ۱۲۳ کا سرقہ ہے۔

قال: كادراك العهد السنة جماد .

اقول: حریری کے ص ۱۲۳ کا سرقہ ہے بتغیر ما .

قال: ص ۶۳ فصاروا كميث مقبور . وزيت سراج احترق وما بقى معه من

نور.

اقول: دوسرا جمع پہلے سے بہت بڑا ہے۔ یہ عند الفصحاء والبلغاء غیب ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: ص ۶۳ فما كانا ان يتحرر كوا.

اقول: یہاں مصدر کا حمل ناجائز ہے۔ اس لئے (ان) نہ چاہئے تھا۔

قال: ص ۷۷ ومثلها كمثله ناقة تحمل كلما تحتاج اليه توصل الي ديار الحب من ركب عليه.

اقول: ناقة کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: ص ۸۱ وهذا الرجيم هو الذي ورد فيه الوعيد اعني الدجال.

اقول: عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم میں جو شیطان ہے اس سے تو مراد ”ابلیس“ ہے۔ اور رجيم جو اس کی صفت ہے۔ اس سے مراد ”دجال“ ہے۔ جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک تو یہی سنتے رہے۔ کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم میں مرزا قادیانی نے کیا ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا خودانی ہے۔

قال: ص ۸۳ لزم الله كافة اهل الملة.

اقول: كافة کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال: ان الاسم مشتق من الوسم.

اقول: هذا خلاف ما صرح به الثقات.

قال: ص ۱۲۷ طرف الله ذا الجلال

اقول: ذا الجلال منصوب غلط ہے۔

قال: ص ۱۲۹ الامن اعطى له عينان.

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطى کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا اقتدار ہے۔

قال: ص ۱۳۰ ومن اشرف العلمين واعجب المخلوقين وجود الانبياء والمرسلين.

اقول: وجود کا لفظ نہ چاہیے عدم صحة العمل.

قال: ص ۱۳۰ وذلك وقت المسيح الموعود وهو زمان هذا المسكين واليه اشار في اية ”يوم الدين“ في ”سورة الفاتحة“. ثم قال في ص ۱۳۳

وسمى زمان المسيح الموعود يوم الدين.

اقول: لعنة الله على الكاذبين المحرفين.

قال: الاقليل الذي هو كالمعدوم.

اقول: دعویٰ تو فصاحت و بلاغت کا اور موصوف کمرہ اور صفت معرفہ لائے۔ واہ واہ۔

قال: ص ۱۲۳ ان يجعل الله احمد كل من تصدى لعباده.

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: وان لا تؤذى اخيك.

اقول: اخاک چاہئے۔

قال: وانهم ثمرات الجنة فويل للذى تركهم.

اقول: ترکھا چاہئے۔

قال: الظن ان يكون الغير.

اقول: اسے فصیح صاحب کلمہ غیر تو معروف باللام نہیں ہوتا۔

قال: ينضفون تضنضة الصل ويحملون حملة البازي المطل.

اقول: ”مقامات حریری“ کے ص ۱۵۶ سے مسروق ہے بتغیر ما۔

قال: ص ۳۱ فقد الغدم علمه كتنج بالذوبان.

اقول: الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ محاورہ فصحا میں عدم چاہے۔ دیکھو قاسموس نقش از حجتہ اللہ البالغہ، وفيه كفاية لذوى الدراية، ایسا ہی اس کی تصنیفات میں عربیت کے قاعدہ سے بکثرت غلطیاں ہیں۔

محمد غلام ربانی پنجابی ٹمس آبادی کیمپور

وما علینا الا البلاغ المبین

فائدہ: جس شخص کے علم کا یہ حال ہے لوگ اس کو مہدی موعود کیونکر ماننے لگے اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے قرآن وحدیث سے نہ کوئی فتاویٰ بنایا نہ کوئی ایسی کتاب کہ جس سے کل احکام نکالے جاتے۔ اس کے ماننے والے مثل سابق دستور کے اب بھی اسی صرف ونحو وفقہ واصول وتفسیر وغیرہ فنون پر کار بند ہیں، جو کہ غیر لوگوں کے بنے ہوئے ہیں۔ جس قدر سستی اسلام کی لوگوں میں تھی وہ ویسی ہی ہے۔ کوئی بدعت مروجہ دور نہ ہوئی۔ خالی نام کا مہدی بنا۔ کام مہدی کا ایک بھی نہ کیا اور فوت ہو گیا بلکہ مرزا کی ذات سے تو اور علماء صلحاء سابقہ وموجودہ جو کہ بدرستین وصاحب تصانیف مفیدہ وواعظ حقانی ہیں عامہ مخلوق کے حق میں اچھے ہیں کہ وہ بالکل بے ضرر ہیں اور مرزا نے ہدایت اسلام تو کسی کو نہ کی اٹلے اور فتنے وفساد پر پا کر دیئے۔ اب اس کے خلیئے بھی پنبہ غفلت درگوش ہو کر راہ راست کو اختیار نہیں کرتے بلکہ دن رات لوگوں کی تباہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے۔ (محمد غلام ربانی ۱۲)



رِسَالَةُ

دَرْ قَاضِيَانِي

تَصْنِيفُ لَطِيفُ

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی حشمتی رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

در ثبوت این امر که عیسی علیه السلام زنده بآسمان رفته اند
وتاحال بر آسمان اند. این آیت زیرین درحق عیسی علیه السلام وارد
شده. **قوله تعالى ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾** ای عند رب
بارتفاعه الى السماء وصحبة الملائكة فيها (روح البیان، جلد اول) وهم در آن جگ
تفسیر روح البیان، صفحه ۳۲۸ فرموده ولما رفع الى السماء وجد
عنده البرة كان يوقع بها ثوبه. فاقترضت الحكمة الالیه نزوله فی السماء
الرابعة الخ. **﴿اِذَا قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾** ای مستوفی اجلک.
ومعناه انی عاصمک من ان يقتلک الکفار وموخرک الى اجل کتبت
لک وممیتک معتف انک لاقتلا بايديهم **﴿وَرَأَفَعُكَ﴾** الآن **﴿إِلَى﴾**
ای الى محل کرامتی ومقر ملائکتی وجعل ذلک رفعا الیه للتعظیم. الخ
﴿وَمُطَهَّرُكَ﴾ ای مبعدک ومنحیک **﴿مِنَ الدِّينِ کُفْرًا﴾** ای من سوء
جوارهم وخبث صحبتهم ودنس معاشرتهم.

قيل ينزل عیسی علیه السلام من السماء علی عهد الدجال حکما
عدلا، یکسر الصلیب، ویقتل الخنزیر ویضع الجزية فیفیض المال حتی
لا یقبله احد ویهلك فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویقتل الدجال
ویتزوج بعد قتله امرأة من العرب وتلد منه ثم یموت هو بعد ما یمیش
اربعة سنه من نزوله فیصلی علیه المسلمون لانه سأل ربه ان یمعه من
هذه الامة فاستجاب الله دعائه الخ. (جلد اول، ص ۴۳) قوله تعالى **﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا**

صليوه ولكن شبه لهم ﴿ فاجتمعت كلمة اليهود على قتل عيسى عليه السلام فبعث الله تعالى جبرائيل فاخبره بانه يرفعه الى السماء..... الخ (صفر ٥١٣، جلد اول) قوله تعالى ﴿بل رفعه الله اليه﴾ رد وانكار لقتله واثبات لرفعه. قال الحسن البصري اى الى السماء التى هى محل كرامة الله تعالى - رفع الى السماء لما لم يكن وقوله الى الوجود الدنيوى من باب الشهوة وخروجه لم يكن من باب المنية بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة الخ. ﴿وكان الله عزيزا﴾ لا يغالب فيما يريد فغزة الله تعالى عبارة عن كمال قدرته فان رفع عيسى عليه السلام الى السموات وان كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لا يغلبه عليه احد ﴿حكيم﴾ فى جميع افعاله واما رفع الله عيسى عليه السلام كساء الريش والبسه النور وقطعه عن شهوات المعظم والمشرّب وطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

قال وهب بن منية بعث عيسى على راس ثلثين سنة ورفعه الله وهو ابن ثلث وثلاثين سنة وكانت نبوة ثلاث سنين. فان قيل لم يرد الله تعالى عيسى الى الدنيا بعد رفعه الى السماء. قيل اخر رده ليكون علما للساعة وخاتما للولاية العامة لانه ليس بعده ولى يختم الله به الدورة المحمدية تشريفا لها بختم نبي مرسل يكون على شريعة محمدية يؤمن بها اليهود والنصارى ويجدوا الله به عهد النبوة على الامة ويخدمه المهدي واصحاب الكهف ويتزوج ويولد له ويكون فى امة محمد ﷺ وخاتم اولياء ووارثيه من جهة الولاية. واجمع السيوطى فى تفسير الدر المنثور

فى سورة الكهف عن ابن شاهين اربعة من الانبياء احياء اثنان فى السماء عيسى وادريس عليهما السلام واثنان فى الارض الخضر والياس عليهما السلام فاما الخضر فانه فى البحر واما صاحبه فانه فى البراه واعلم ان الارواح المميمة التى من العقل الاول كلها صف واحد حصل من الله ليس بعضها بواسطة بعض وان كانت صفوف الباقية من الارواح بواسطة العقل الاول كما اشار ﷺ انا ابو الارواح وانا من نور الله والمؤمنون فيض نورى فاقرب الارواح فى الصف الاول الى الروح الاول والعقل الاول روح عيسى لهذا السر شاركه بالمعراج الجسماني الى السماء وقرب عهده بعهد. فالروح العيسوى مظهر الاسم الاعظم وفانض من الحضرة الالوية فى مقام الجمع بلا واسطة اسم من الاسماء روح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الالهي وراثه اولية ونبينا ﷺ اصالة كذا فى شرح الفصوص الخ. (روح البيان جلد اول، صفر ٥١٣) ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته﴾ اى هر دو ضمير برائى عيسى عليه السلام اند والمعنى ﴿وما من اهل الكتاب﴾ الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام من السماء احد الا ليؤمنن به قبل موته. وفى الحديث ان المسيح جاي فمن لقيه فليقرنه منى السلام الخ. (صفر ٥١٥) ﴿يكلم الناس فى المهد وكهلا﴾ مراد بتكلم دركهل اينست كه كلام خواهد كرد در آخر زمان بعد نازل شدن اواز آسمان قبل زمانه كهولت الخ.

در مذهب ملكيه احمديه شافعيه وغيره جميع مذاهب حقه مشهور بلکه متواتر ست که حضرت عيسى عليه السلام بهمين جسم عنصرى

ای خاکی بر آسمان رفته اند و قبل از قیامت بهمین جسم از آسمان فرود آیند و کارهایی که بایشان متعلق باشند خواهند کرد از مذهب شافعیه نیز عبارت يك كتاب فقط برائے نمونه حاضر میکنم در نهایی الا مل لمن رغب فی صحة العقيدة والعمل. الشيخ محمد ابی حنبل الدمیاطی، صفحه ۱۰۸ نوشته دجال يك شخص ست از بنی آدم کوتاه قد. وهو رجل قصير كهمل براق الثنايا عريض الصدر مطموس العين. و اکنون موجود ست نام او صاف بن صیاد و کنیت آن ابو یوسف ست و گفته شد که نام او عبد الله است و آن از قوم یهود ست یهودیان انتظار او میکنند چنانکه مسلمانان انتظار امام مهدی رحمة الله تعالى علیه میکنند خارج باشد در آخر زمانه بندگان را پروردگار مبتلا خواهد کرد که زمین و آسمان و همه چیز دران و قدرت او کرده شود و طعام و آب میوه و زروسیم و هر اسباب آرام در سست او باشد (دران وقت معاش اهل اسلام تسبیح و تهلیل و تقدیس پروردگار و قوت روحانی باشد) و مردگان بادجال کلام کنند و هر قسم فتنه و فساد در زمانه او برپا شود کسی که سعادت مند ازلی ست ازو دور ماند و شقی ازلی تابع او باشد و او خارج خواهش شد از جانب مشرق از قریه سرابادین یا از عوازن یا از اصبهان یا از مدینة خراسان و ابوبکر صدیق علیه السلام فرموده در میان عراق و خراسان و آن اکنون موجود ست و محبوس ست در دیر عظیم زیر زمین بهفتاد هزار زنجیر مقید ست و بر او مروی زور آور عظیم قد مقرر ست در دست او از آهن گرفته است

و قتیکه دجال اراده حرکت کند آن مرد عظیم البدن آنرا بآن گرز آهنی میزند. پس قرار می کند و پیش دجال يك ارادهائی عظیم ست و قتیکه دجال نفس میگیرد ارادهائی عظیم اراده خوردن او می کند پس بوجه خوف آن مار عظیم دم زدن هم نتواند و قتیکه دجال خواجه خضر علیه السلام را قتل کرده دو قطعه بکند و در میان هر دو قطعه بر خر خود سوار شده بگذرد باز زنده کند و پرسد که مرا خدا میگوئی یا نه خواجه خضر علیه السلام انکار فرماید همچنین سه بار قتل کرده زنده گرداند (بعده بر قتل او قدرت نیابد) همه بلاد و اصار در حکومت آرد مگر مکه معظمه و مدینه منوره و بیت المقدس و کوه طور و قتیکه باری تعالی اراده هلاک آن دجال و هلاک تابعین دجال و هلاک تابعین کند ناگاه فرود آید از آسمان حضرت عیسی ابن مریم علیها السلام از مناره مسجد دمشق بوقت عصر و نماز خواند همراه امام مهدی علیه السلام و در روایتی امام مهدی علیه السلام امام شود و در دیگر روایت آمده که عیسی علیه السلام امام باشد بعد از ادائی نماز برائی قتل دجال برود بر خر خود سوار شده یا بر براق نبوی علیه السلام که در معراج آمده بود یا بر اسب که بقدر مثل استر (خچر) باشد و به نیزه دجال را قتل کند و خون او مردمان را بنماید و همه یهود از رسیدن باد نفس عیسی علیه السلام مثل گداختن قلعی گداخته شوند و بادوم عیسی علیه السلام تابو از ده کرده خواهد رفت هر کافر را که رسد آب خواهد شد. روایت ست که هر کافر که در پس سنگ و درخت پوشیده

دجال کفار اند و مراد از مهدی و عیسی علیه السلام مردیست که صفت مهدویت و عیسویت درو باشد یا روح هر دو دران حلول کرده باشد چنانچه قادیانی خود را مصداق این می ساخت و افعال و اقوال و عقائد قادیانی خود شاهد عدل اند براینکه صادق امام مهدی بودن برکنار باد امام مهدی علیه السلام و عیسی علیه السلام نیز بر او نگذشته غرض که همه اهل اسلام از شرقاً غرباً بر همین ایمان آورده اند که ضرور مهدی علیه السلام و عیسی علیه السلام پیدا باشند قبل از قیامت و کسی که همه امت مرحومه محمدیه و دیگران سابقه را بر ضلال داند او خود ضال و مضل است. ع

همه شیران جهان بسته این سلسله اند

رویه از حیل چسان بگسلد این سلسله را

والله تعالى يهدي من يشاء الى صراط مستقيم

العبد المفتقر الى الفيض السبحاني غلام رباني

الحنفي مذهباً والجشتي مشرباً

فالنضجاني ثم الجهاجهي ثم الشمس آبادي مسقطاً ومسكناً

كان الله له ولو الديه ولمشايعه ولا ساذه ولا قربانه ولا حبانة

ولجميع المؤمنين الى يوم الدين

بجاه حبيبه الامن الامين وصحبه المكرمين

الميامين عند اهل السموات واهل الارضين آمين.



وَاعْظِ الْإِسْلَامَ مَوْلَانَا حَافِظُ
سَيِّدِ طُهْرُشَاهِ قَادِي حُفْنِي رحمته الله عليه

○ حَالَاتِ زِنْدِگِی

○ رَدِّ قَادِيَانِي

حالات زندگی :

مجمع جمال صوری و معنوی، صاحب کمال ظاہری و باطنی حضرت مولانا پیر ظہور شاہ ابن مولانا پیر سید محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد کشمیر سے آکر جلال پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جلال پور میں پڑھا اور کچھ درسی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ برادر مکرم مولانا سید اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جموں میں استفادہ کرتے رہے۔ پھر کچھ وقت پشاور میں رہے اور آخر میں بریلی شریف جا کر کسب فیض کیا اور فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت پیر صاحب اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے۔ آپ جہاں وعظ فرماتے، ہزاروں کا اجتماع ذوق و شوق سے شریک مجلس ہوتا۔ آپ کا خصوصی وصف یہ تھا کہ عوام الناس کو عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی بھرپور تلقین کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرایا کرتے تھے جس کا حاضرین کے دل پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے۔ قدرت ایزدی نے آپ کو زور بیان، وجد آدرخوش الحانی اور حسن سیرت و صورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

آپ مسلک اہل سنت و جماعت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرمایا کرتے تھے اور عقائد باطلہ خاص طور پر اہل تشیع کا رد بڑی خوبی سے فرمایا کرتے تھے۔ انسان تو انسان،

حیوان بھی آپ کے حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ موضع کندہ وال (ضلع جہلم) میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک اونٹ سوار آ کر محفل میں شریک ہوا۔ جب اس اونٹ کو باندھنا چاہا تو اس نے شور مچا دیا۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

”اے چھوڑ دو! یہ بھی کالی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سننا چاہتا ہے۔“

چنانچہ وہ اونٹ خاموشی سے بیٹھ گیا اور جب تک تقریر جاری رہی خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔“

حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت دیکھتے تو بروقت اس کی ممانعت کرتے۔ موضع بوچھال کلاں (ضلع جہلم) میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر راہ گزرتے ہوئے انہوں نے کثیر دیکھ کر رک گیا اور جلسہ گاہ میں جا کر مجمع کی تصویر اتارنے لگا۔ آپ نے فوراً منع فرمادیا اور فرمایا: ”ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔“

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا اور دور دراز علاقوں میں جا کر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا خاص طور پر جہلم، گجرات اور سرگودھا کے قصبوں اور دیہاتوں میں آپ کا دورہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے بڑی بڑی صعوبتوں کو برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر آپ کے عزم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے

صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری (جن کی عمر اُس وقت چھ یا سات سال کی تھی) نے جب آپ کو جھکڑی پہننے ہوئے دیکھا تو رو دیئے اور پوچھا: آپ کو یہ زنجیر کس نے لگائی۔ آپ نے انہیں دلاسا دیا اور فرمایا: بیٹا! یہ اسلام کی خاطر میرا زیور ہے۔ یہ کیس تین ماہ تک چلتا رہا۔ بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور فصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا خلاف شانستگی کوئی بات زبان پر لائے۔

حضرت پیر صاحب کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی دودھ بلوتی اور آٹا پیستی ہوئی آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرتی تھیں۔ آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور نہایت مفید اور مقبول عام تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور تشیع کی مدلل تردید کی ہے۔ آپ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

- ☆..... نور ہدایت
- ☆..... شمشیر پیر گردن شری
- ☆..... وظائف حضوری
- ☆..... چرخہ ظہوری
- ☆..... خطبات ظہوری
- ☆..... سیف مرید بر فرقہ یزید

☆..... مصمصام حنفیہ

☆..... سیف الخادین علی رؤوس الفاسقین

☆..... مرغوب الواعظین المعروف بہ محبوب العاشقین

☆..... ظہور کرامت وغیرہ۔

ردہ قادیانیت :

آپ نے فتنہ قادیانیت کے رد پر دو کتابیں لکھی ہیں :

۱۔ قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی

یہ کتاب قادیانی عقائد، قادیانیوں کو مسلمان ماننے اور ان سے تعلقات قائم کرنے مثلاً نکاح وغیرہ سے متعلق تین اہم فتاویٰ اور ان پر کثیر علمائے کرام کی تصدیقات اور تاثرات پر مشتمل ہے۔

۲۔ ظہور صداقت در رد مزناہیت (یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہو سکی۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو ادارے کو ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں)

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ (فاضل حزب الاحناف لاہور، سجادہ نشین دربار شریف ظہوری، منارہ ضلع جہلم) سید محبوب الزمان شاہ اور سید عادل مسعود شاہ تولد ہوئے۔

حضرت پیر سید ظہور احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۲ جمادی الاولیٰ، ۸ فروری ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو وصال فرمایا۔ مزار انور منارہ ضلع جہلم میں ہے۔ آپ کے خلف الرشید مولانا سید فخر الزمان شاہ قادری مدظلہ ہر سال آپ کا عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں۔



قہر یزدانی بر حبان دجال قادیانی

(سن تصنیف: ۱۹۱۲ء)

تصنیف لطیف

واعظ الاسلام مولانا حافظ

سید پر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الله لا يهدي من هو كاذب كفار

قہرزدانی

برجانب

وجال قادریانی

۱..... فتاویٰ عظیمہ من علماء الحنفیہ

۲..... عدم جواز نکاح مرزانی بامسلمہ سنیہ

۳..... عدم جواز صلوة جنازہ قادریہ

واعظ الاسلام حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری

جلال پور جٹاں، ضلع گجرات، پنجاب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذْ وَضَعَ السَّيْفُ فِي أُمْتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قِبَائِلُ مِنْ أُمْتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى تَعْمَلَ قِبَائِلُ مِنْ أُمْتِي الْأَوْثَانَ وَأَنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمْتِي كَذَّابُونَ يَلْفُظُونَ كُلَّهُمْ بِزَعَمِ اللَّهِ نَبِيُّ اللَّهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمْتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ (رواه ابو داود وترمذی)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ کبار رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جاتی تلوار میری امت میں نہیں اٹھائی جائے گی تلوار قتل اس سے قیامت تک۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ملیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے ساتھ مشرکوں کے۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ پوچھیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے بتوں کو۔ اور تحقیق شان یہ ہے کہ ہوں گے میری امت میں سے جھوٹے وہ تیس (۳۰) ہوں گے۔ سب گمان کریں گے وہ نبی خدا کے ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں نہیں کوئی نبی پیچھے میرے۔ اور ہمیشہ ایک جماعت امت میری سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے حکم خدا کا۔

(روایت کیا اس کو ابو داود و ترمذی نے)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى والصلوة على سيدنا محمد المصطفى وعلى اله المجتبي واصحابه المقتدى.

اما بعد ! احقر العباد خادم العلماء فقير حافظ سيد پير ظہور شاہ قادری واعظ الاسلام جلال پور جٹاں ضلع گجرات پنجاب، برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ لاہوری مرزائی جماعت کی طرف سے ایک ”دو ورقہ اشتہار“ شائع ہوا ہے جس میں بائیس (۲۲) اشخاص نے (جن کے نام آگے درج کیے جائیں گے) حلف اٹھا کر بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا۔ مسلمان ہماری قسمیہ شہادت پر اعتبار کریں اور مرزا صاحب کو مدعی رسالت نہ سمجھیں اور نہ ان کو بسبب دعویٰ نبوت و رسالت کافر و خارج از اسلام سمجھیں۔ جن اشخاص نے ان کو سمجھا ہے غلو کیا ہے اور علمائے اسلام نے الزام لگا کر ان کی تکفیر کی ہے، غلط ہے۔ حقیقت میں وہ نبوت و رسالت کے مدعی نہ تھے بلکہ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

لہذا مسلمانوں کی اطلاع کے لئے مرزا صاحب کی طرف سے دعویٰ نبوت و رسالت و توہینات انبیاء و عقائد الہامات و تحریرات پیش کی جاتی ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب رسالت و نبوت کے مدعی تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو خاتم نبوت نہ جانتے تھے اس لئے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ جو ہم عقائد مرزا غلام احمد کے ہے کلہم کافر و خارج از دائرہ اسلام ہیں۔ اگر فقیر کے کہنے پر رنج پیدا ہو جائے تو علماء صاحبان سے بطور استثناء تصفیہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مریدوں کی بابت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور عیسیٰ ابن مریم سے بڑھ کر ہوں۔ جو کوئی مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہے۔ خدا میری نسبت کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد جس سے تو راضی اس سے میں راضی اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے خدا نے مجھے قادیان میں اپنا سچا رسول کر کے بھیجا ہے اور خدا نے مجھ کو کرشن بھی کہا ہے معجزہ کوئی شے نہیں محض مسریم اور شعبہ بازی ہے۔ آیا اس قسم کے عقائد والے کو کافر کہا جائے یا نہ۔ اس کی امامت و بیعت اور دوستی و سلام علیک اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل جزاکم الله رب الجلیل۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله الكريم

اما بعد پس مخفی نہ رہے کہ عقائد مذکورہ کے ماسوا لحد قادیانی کے اور بہت سے عقائد کفریہ ہیں جن میں بعض کا بطور مشتم نمونہ از خروارے کلمہ فضل رحمانی سے ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

(ازالہ اہام صفحہ ۳۰۳)

حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے شریر مکار چور شیطان کے پیچھے چلنے والا جھوٹا وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو صمد انجام آتم صفحہ ۷۷)

اور اس جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تین دایاں نانیاں زنا کار تھیں۔ انبیاء علیہم

السلام بھولے ہوتے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔ (توضیح المرام صفحہ ۶۸ تا ۶۹)

قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ (ازالہ ابواب صفحہ ۴۷ تا ۵۰)

دجال پادری ہے اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ (ازالہ ابواب صفحہ ۳۹۵ تا ۳۹۶)

دجال کا گدھاریل ہے اور کوئی گدھا نہیں۔ (ازالہ ابواب صفحہ ۶۸۵)

یا جوج ماجوج انگریز ہیں اور اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸ تا ۵۰۹)

دخان کچھ نہیں غلط خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

آفتاب مغرب سے کوئی نہیں نکلے گا۔ دابۃ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے کو اور یا جوج ماجوج اور دابۃ

الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔

مرزا کی طرف سے دعویٰ نبوت

۱۔۔۔۔۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت

کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۳۳۹)

۲۔۔۔۔۔ مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔

(مرورق الزلادہام)

۳۔۔۔۔۔ خدا نے مجھے آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا پھر مثیل

موسیٰ کہا پھر مثیل ابراہیم پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (ازالہ صفحہ ۴۵۳)

۴۔۔۔۔۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جن کا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار

پا چکا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداوند

تعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۱۳ تا ۴۱۴)

۵۔۔۔۔۔ چونکہ مسیح میں مماثلت ہے اسلئے اس عاجز کا نام بھی آدم کہا اور مسیح بھی۔

(ازالہ صفحہ ۴۵۶)

۶۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ازالہ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی مولفہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔

۷۔۔۔۔۔ احمد اور عیسیٰ اپنے جہالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی ایک طرف یہ اشارہ ہے۔

(ازالہ صفحہ ۶۷۲)

۸۔۔۔۔۔ اور یہ آیت کہ هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی

الدین کلمہ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانے سے متعلق ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۵)

۹۔۔۔۔۔ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی

نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۵ تا ۶۹۸ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ)

۱۰۔۔۔۔۔ حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام۔

(رسالہ آریہ دہرم مولفہ مرزا صفحہ ۶۵)

۱۱۔۔۔۔۔ ان کو کہو کہ تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(انجام آتھم صفحہ ۵۶۴ تا ۵۶۵)

۱۲۔۔۔۔۔ اے احمد تمہارا نام پورا ہو جائیگا قبل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۶۵)

۱۳۔۔۔۔۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۶۵)

۱۴۔۔۔۔۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۶۵)

۱۵..... نبیوں کا چاند مرزا صاحب آئیگا۔ (انجام ص ۵۸)

۱۶..... ما ارسلک الا رحمة للعالمین تمکو تمام جہاں کی راحت کے واسطے بھیجا۔

(انجام صفحہ ۷۸)

۱۷..... انی مرسلک الی القوم المفسدین علی الصراط المستقیم۔

یعنی تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (انجام صفحہ ۷۸)

۱۸..... ینس والقوآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔

یعنی اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷)

۱۹..... قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم اللہ واحد۔

یعنی اے نبی ان سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے کہ

تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۸۱)

۲۰..... قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً یعنی ”اے مرزا تو تمام لوگوں کو

کہہ دے کہ میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں“۔ (اخبار الاخبار صفحہ ۳)

یہی فرمان الہی ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کامل رسول بنایا جب وہی الفاظ

مرزا صاحب کو خدا نے فرمائے تو وہ کیوں کامل نبی و رسول نہیں۔ یا یوں کہو کہ مرزا صاحب

نے خدا پر افتراء کیا ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلام احمد صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت

نہیں کیا۔ کیا انہوں نے یہ کتابیں پر خرافات اپنی آنکھ سے نہیں دیکھیں؟ یا جان بوجھ کر چشم

پوشی کر کے مخلوق خدا کو چاہ ضلالت میں ڈبونا چاہتے ہیں اور فریب دہی کے واسطے چند ایک

شعر مرزا صاحب کے، جو انہوں نے قبل از دعوے لکھے تھے، لکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دیتے

ہیں۔ خصوصاً لاہوری مرزائی جماعت نے بھی یہی شعر پیش کر کے حلف اٹھائی ہے کہ مرزا

غلام احمد کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا: بیٹ

ما مسلمائیم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

آں رسولے کش محمد ہست نام دامن یاکش بدست ما مدام

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام

مشترکین کے نام یہ ہیں :

۱..... محمد علی (ایم اے پریذینٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۲..... ابو یوسف مبارک علی (سیالکوٹ)

۳..... جمال الدین (بی اے انجینئر سکولڑجوں)

۴..... سید عبدالجبار شاہ (سابق بادشاہ سوات)

۵..... شیخ نیاز احمد (میوہل کمشنر وزیر آباد)

۶..... شیخ نور احمد (بی اے پلیڈر ایسٹ آباد)

۷..... محمد یحییٰ دیب گراں (خلع ہزارہ)

۸..... محمد یحییٰ دانہ (خلع ہزارہ)

۹..... یعقوب بیگ (ایل ایم فزیشن اینڈ سرجن لاہور)

۱۰..... سید محمد احسن امروہی

۱۱..... کمال الدین (بی اے ایل ایل بی مسلم شری)

۱۲..... خان صاحب غلام (رسول ذہنی پرنٹنگ پریس فیروز پور)

۱۳..... محمد جان مرچنٹ (وزیر آباد)

- ۱۴..... شیر محمد (بی اے پرنسپل، سنسٹ ریونیو میجر جنرل)
- ۱۵..... شیخ مولابخش (پروپرائیٹر، قدر ملز، کابل پور)
- ۱۶..... محمد عجب خان (تحصیلہ اربوشرہ)
- ۱۷..... بشارت احمد (ایل ایم ایس کراچی)
- ۱۸..... عبدالرحمن (ای اے سی میجر، نوالہ)
- ۱۹..... صاحب زادہ سیف الرحمن (پشاور)
- ۲۰..... عزیز بخش (پرنسپل، ضلع ڈیرہ غازی خان)

چونکہ یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جو قسم کھا کر ان اصحاب نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ سچے مسلمان تھے اور ان تمام عقائد پر قائم تھے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔

۱..... آپ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کاذب و کافر یقین کرتے تھے۔

۲..... آپ نے نبوت و رسالت کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔ ناظرین آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے جو ان اصحاب نے قسم اٹھا کر لوگوں کو دیا ہے۔ نبوت و رسالت کے متعلق ان کی کتابوں سے بہت کچھ ثبوت دیا گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نبی و رسول تو ایک طرف، مسلمان بھی ہیں کہ نہیں۔

جواب: مرزا صاحب ہرگز مسلمان نہ تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ ”پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ

میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو نبی ہے آریوں کا بادشاہ..... الخ۔ (تحریر: مولوی صفحہ ۸۵)

اور سیا لکھنؤ والے لیکچر میں کہتے ہیں۔ ”کہ حقیقت روحانی کی رو سے میں کرشن ہوں جو ہندو مذہب کے بڑے اوتاروں میں سے ایک اوتار تھا۔“ الخ

جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ میں آریہ ہوں بلکہ آریوں کا بادشاہ ہوں تو پھر مسلمان ہرگز نہ رہے کیونکہ آریہ لوگ تناخ کے قائل اور قیامت کے منکر ہیں اور کرشن جی مہاراج کا بھی یہی مذہب تھا۔ چنانچہ وہ گیتا میں لکھتا ہے۔

بھید تناخ کند داد رش بانواع قالب دروں آورش
پہ تنہائے معبود در میروند جسم سگ و خوک در میروند
جس کا مطلب یہ کہ اعمال سزا و جزاء اسی دنیا میں بذریعہ اوگون (تناخ) ملتی ہے، یوم الآخرت کوئی نہیں۔ (دیکھو گیتا مترجمہ فیضی صفحہ ۱۳۶)

پھر کرشن جی ارجن سے کہتے ہیں۔ ”ہم سب گزشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے۔“ (دیکھو گیتا شلوک ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳

رسول خدا ﷺ کو سچے خاتم النبیین جانتے تو مذکورہ بالا الہامات سے دست بردار ہوتے۔

سوال: مرزا صاحب پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا ہوں مجھے کن فیکون کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں صاحب شریعت بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض آپ پر افتراء ہے۔ الخ

جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات سے ان کا دعویٰ نبوت و رسالت ثابت ہے اگر ان کی تحریریں نہ دکھائیں تو ہم جھوٹے اور اگر آپ نے قسمیں کھا کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے تو آپ سے خدا سمجھے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ رسول نہ تھے حالانکہ وہ افضل الرسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرمائیے ان کا شعر ہے کہ نہیں یرث

آنچه دادست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بہ تمام
یعنی جو نعمت نبوت و رسالت کا جام ہر ایک نبی کو دیا گیا ہے وہ تمام جام مجھ اکیلے کو دیا گیا ہے۔

حضرت آدم سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جس قدر نبی ہوئے ان سب کی نعمت کا جام جب مرزا صاحب کو دیا گیا تو وہ سب سے افضل ہوئے یا نہیں؟ مرزا جی کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو جس میں وہ آنحضرت ﷺ پر خصوصیت سے اپنی فضیلت کا فخر کرتے ہیں یرث

خسف القمر المنیر وان لی خسفا القمران المشرقان آنسکو
یعنی محمد ﷺ کے واسطے تو صرف چاند کو گہن لگا تھا اور میرے واسطے چاند اور سورج کو گہن ہوا اب تو کیا انکار کرے گا۔

مرزا صاحب کا یہ شعر پر دھواور نور عقل سے دیکھو کہ کس قدر دروغ گو ہے اور دھوکا

دہندہ وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو فریب میں لانے کے لئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ

ما مسلمائیم از لطف خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

کیا امام اور پیشوا کی یہی عزت ہوا کرتی ہے جو مرزا جی نے کی کہ محمد کے واسطے

ایک نشان ظاہر ہوا تو میرے واسطے دو نشان ظاہر ہوئے۔ مگر مسلمانو! کچھ افسوس نہیں کیونکہ

مرزا صاحب نے اپنی کتاب البریہ صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں نے ایک کشف میں دیکھا

کہ خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم

اور تلخی و شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم

ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو

اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے

موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے

آسمان و دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنيا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو

مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔“

مرزا جی صاحبان فرمائیے کہ جب مرزا صاحب خالق زمین و آسمان اور خالق

انسان ہیں تو بے شک محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ گئے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے باوجود

افضل الرسل اور خاتم النبیین ہونے کے کہیں اپنا کشف نہیں لکھا اور نہ خالق زمین و آسمان

بنے وہ تو وحید ہی بتلاتے رہے۔ اشہد ان محمد عبده و رسوله فرماتے رہے۔

مرزا جی صاحبان آپ نے ناحق جھوٹی قسم کھائی ہے کہ مرزا صاحب پر کن فیکون کے

اختیارات کا جھوٹا الزام ہے۔ دیکھو الہام مرزا صاحب ”انما امرک اذا اردت شینا ان

تقول له کن فیکون۔ اے مرزا اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے تو صرف

کہہ دے کہ ہوا چادہ چیز ہو جائے گی۔“ (اخبار بدر ۲۲ فروری ۱۹۰۵ء)

مرزائی صاحبان فرمائیے کہ یہ مرزاجی کا الہام ہے یا نہیں؟ اگر الہام ہے تو آپ کا کہنا غلط ہے ورنہ مرزا صاحب کے احکام پر عمل بے سود ہے۔ (دیکھو ترجمہ الوحی صفحہ ۱۲۳)

اسی طرح مرزا صاحب کی کتاب اربعین نمبر ۴ صفحہ ۹ میں بابو الہی بخش کی نسبت یہ الہام ہے۔ کہ ”یویدون ان یورد طمشک یعنی بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔“ الخ

مسلمانو! الہام کی یہ تفسیر مرزاجی کی اپنی ہی لکھی ہوئی ہے اس سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں :

۱..... خدا تعالیٰ جل شانہ بچے جانتا ہے۔

۲..... مرزاجی کے حیض سے اطفال اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

۳..... مرزاجی خدا کی بیوی ہے جس کے حیض سے طفل اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہر ایک مسلمان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس مذہب میں ایسے ایسے لغو مسائل ہوں وہ مذہب ذریعہ نجات ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا لاہوری مرزائی جماعت کے اراکین نے جو لکھا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ جھوٹے الزام ہیں۔ اہل اسلام کو بتائے کہ یہ کتابیں مرزاجی کی تصنیف ہیں یا نہیں؟ اگر مرزاجی کی کتابوں میں یہ ذخیرہ خرافات ہے تو پھر مسلمان سچے۔ اور اگر مرزاجی کی کتابوں میں ایسا نہ ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ ہم پر نالش (مقدمہ) کر کے بذریعہ عدالت جھوٹ سچ ثابت کر لیں۔ اگر مرزاجی کو اپنے دعوے میں آپ سچا یقین کرتے ہیں اور آپ کا ایمان ہے کہ مرزاجی خدا کے فرمان کے مطابق الہام

پاتے تھے اور مرسل من اللہ تھے تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے وہ وہ باطل مسائل اسلام میں داخل کیے جن کی قرآن شریف اور حدیث نبوی تردید کرتی ہے مثلاً ابن اللہ کا مسئلہ عیسائیوں کا مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا جو کفارہ عیسائیوں کی بنیاد ہے، الوہیت مسیح کا مسئلہ، آریوں اور ہندوؤں کے اوتار کا مسئلہ، طول ذات باری تعالیٰ کا مسئلہ جیسا کہ کشف میں لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا، تجسم خدا کا مسئلہ۔ الغرض ہجو قسم کے باطل مسائل داخل اسلام کر کے خود کرشن جی کا روپ دھارا آریوں کے بادشاہ بنے باوجود اسلام میں ایسی خرابیاں ڈالنے کے مجدد دین محمدی کا دعویٰ بیس

بریں عقل و دانش بپایہ گریست

ہاں اگر لاہوری جماعت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مرزاجی نبوت و رسالت کے دعویٰ میں سچے نہ تھے اور آیات قرآنی کو اپنے پر دوبارہ نازل شدہ سمجھنے میں حق پر نہ تھے تو اعلان کیجئے کہ ہم مرزاجی کے خلاف قرآن و حدیث کثوف الہامات کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتے ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی کا فتویٰ ہے ”من اعتقد وحیا من بعد محمد کان کافرا باجماع المسلمین“ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ کرے کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں ”کہ سچا خدا ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(دائع الہام صفحہ ۱۱)

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ ”دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ

کفر بالجماع“ یعنی ہمارے نبی (محمد ﷺ) کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر

ہے۔ نظیریں موجود ہیں مسلمانہ کذاب اور اسود غشی وغیرہ کے حالات دیکھ لو اور یہ کفر کا فتویٰ حضرت محمد ﷺ کے حکم سے باتفاق صحابہ کرام صادر ہوا تھا اور تیرہ سو برس تک اسی پر عمل چلا آیا ہے کہ جب کسی امتی محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا (چاہے اپنی نبوت کا نام ظلی، بروزی، اشتراکی، مختاری، شیعہ نبی، استعاری وغیرہ وغیرہ ہی رکھا ہو) کافر اور خارج از اسلام سمجھا گیا گو نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہہ کر بھی کہتا ہو۔ مرزا جی اور مرزائی لاہوری جماعت کی یہ دلیل بالکل غلط ہے کہ علماء اسلام نے جو مرزا جی پر کفر کے فتوے لگائے لہذا وہ خود کافر ہو گئے۔ اہی جناب جب نظیر موجود ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے تابعداروں کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کبار نے کافر کہا تو پھر مسلمان مرزا جی اور ان کے تابعین کو کافر کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ اگر مسلمانہ کذاب بھی مرزا جی والی دلیل پیش کرتا کہ میں کلمہ گو ہوں لہذا جو مجھ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے تو کیا یہ دلیل درست ہوتی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان جیسے کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کلمہ گو تب تک ہی کلمہ گو ہے جب تک خود مدعی نبوت نہ ہو جب خود مدعی نبوت ہوا تو بعد متبعین خارج از اسلام ہوا۔ آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں۔

۱..... مرزا جی آپ کے اعتقاد میں سچے صاحب وحی تھے؟ یعنی ان کی وحی تو ریت و انجیل و فرقان کی مانند تھی جن کا منکر جہنمی ہوا۔

۲..... جو جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے آپ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہیں؟

۳..... مرزا صاحب کے الہاموں کو وساوس شیطانی سے پاک یقین کرتے ہو؟

۴..... مرزا صاحب کے کشوف من جانب اللہ اور سچے تھے؟

۵..... شیطانی الہامات اور شیطانی کشوف کی کیا علامات ہیں؟

۶..... مرزا صاحب نے جو حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۱۱ پر لکھا ہے۔ کہ ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا قرآن شریف پر۔“ اے کیا آپ کا بھی یہی ایمان ہے؟

۷..... اگر مرزا صاحب کے عقائد علماء اہل سنت والجماعت والے تھے اور آپ کے بھی ہیں تو پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے کیونکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔

توجہ طلب نہایت ضروری برادران اسلام کو اطلاع ہو کہ وہ اس ٹھوک سے بچیں اور لاہور کی مرزائی جماعت کی گندم نمائی و جو فروشی سے پرہیز کریں، اشاعت اسلام کا صرف بہانہ ہے۔ جب ان کو مرزا جی کا حکم ہے کہ ”جس ملک میں جاؤ پہلے میری تبلیغ کرو اگر وہ لوگ میری تصدیق کریں تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھو ورنہ اپنی نماز الگ پڑھو“۔

(دیکھو دائی احمدیہ صفحہ ۸۲)

سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ کا امام حضور (مرزا جی) کے حالات سے واقف نہیں تو

اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟

مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر

تصدیق کرے، تو بہتر و گرنہ اس کے پیچھے نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق

کرے نہ تکذیب تو بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

جب مرزائیوں کو اپنے مرشد کا حکم ہے اور فرض ہے کہ وہ مرزائی عقائد کی تبلیغ

کریں تو پھر مسلمانوں کی کس قدر حماقت ہوگی کہ وہ خود چندہ دے کر مرزائیت کی تبلیغ

کرائیں اور اسلام کی جڑ کھکلی کریں کیونکہ اگر عیسائی مرزائی ہوگا تو اس کو مرزا صاحب کے الہام انت منی بمنزلہ ولدی پر ایمان لانا فرض ہوگا تو اس صورت میں وہ بجائے ایک ابن اللہ (مسح) دو ابن اللہ (مسح و مرزا) کا قائل ہوگا یعنی ایک ابن اللہ حضرت عیسیٰ اور دوسرا مرزا صاحب۔ پس کوئی مسلمان مرزائی کو تبلیغ اسلام کے لئے ہرگز چندہ نہ دے جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو لے کہ کس اسلام کی تبلیغ مرزائی کریں گے؟ کیا لاہوری مرزائی جماعت تحریری اقرار دیتی ہے کہ وہ مرزائیت کی تبلیغ نہ کرے گی۔ جب تک وہ تحریری اقرار اور ہمارے اس ٹریکٹ کا تشفی بخش جواب نہ دیں ہرگز مسلمان ان کو چندہ نہ دیں ورنہ غضب الہی کے مورد ہوں گے۔ والسلام

- ۱..... اعظم علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج پریزیڈنٹ انجمن تائید اسلام لاہور۔
- ۲..... سید احمد علی شاہ پروفیسر اسلامیہ کالج و امام مسجد شاہی لاہور۔
- ۳..... محمد یار امام مسجد سنہری لاہور۔
- ۴..... قاضی فضل میراں بی اے بی ٹی اسلامیہ کالج لاہور۔
- ۵..... محمد الدین بی اے فیلو، پنجاب یونیورسٹی۔
- ۶..... صدر الدین ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
- ۷..... نور بخش ایم اے ناظم التعليم انجمن نعمانیہ لاہور۔
- ۸..... نجم الدین پروفیسر عربی اور سنسکرت کالج لاہور۔
- ۹..... احمد علی شیرانوالہ دروازہ لاہور۔
- ۱۰..... حاجی شمس الدین لاہور۔
- ۱۱..... مفتی عبدالقادر مدرس مدرسہ غوثیہ تکیہ سادہ وال لاہور۔

- ۱۲..... عبدالواحد امام مسجد چینی نوالی لاہور۔
- ۱۳..... فضل الدین مصحح مطبع دین محمد شمیم پریس لاہور۔
- ۱۴..... ابو محمد احمد امام مسجد صوفی لاہور۔
- ۱۵..... محمد حسین (شمس العلماء) پروفیسر مشن کالج لاہور۔
- ۱۶..... محمد باقر پروفیسر مشن کالج لاہور۔
- ۱۷..... حبیب اللہ منشی فاضل کشمیری بازار لاہور۔
- ۱۸..... ایم اے ضیاء الدین پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور۔
- ۱۹..... ایم اے فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
- ۲۰..... مولوی کرم بخش میونسپل کمشنر لاہور۔

یہ چند ایک سطور میں نے افی المکرم حامی دین قانع البدعت پیر بخش صاحب پبلشرز پوسٹ ماسٹر آنریری انجمن تائید اسلام لاہور کے رسالہ سے نقل کی ہیں۔

توہینات انبیاء

- ۱..... میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا ہرگز نہ مرے گا۔ (ازالہ ادہام صفحہ ۲)
- ۲..... جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکلیں۔ (ازالہ ادہام صفحہ ۷)
- ۳..... حضرت موسیٰ کی پیشین گوئیاں اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امیدیں باندھی تھیں، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (ماخذ از صفحہ ۸)
- ۴..... میر معراج حضرت ﷺ اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۵..... یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے۔ اُن دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال جھکے ہوتے تھے جو شعبہ بازی کی قسم میں سے ہیں۔ دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۲) چڑیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اور ان کا بولنا اور ہلنا اور دم ہلانا یہ عقلی معجزہ اپنے دادا سلیمان کی طرح ہے۔ (منہا ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۶..... حضرت مسیح بن مریم باذن و حکم الہی الیہ فیہ کی طرح اس عمل التراب (مسمریزم) میں کمال رکھتا ہے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کی فضل و توفیق سے امید تو یہ رکھتا تھا کہ عجوبہ نمایاں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۸)

۷..... یہ جو میں نے مسمریزم کی طریق کا نام علم التراب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۱۲)

۸..... چار سو نمبروں کی غلط پیشین گوئی نکلی۔ (ازالہ صفحہ ۶۲۹)

۹..... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۳)

۱۰..... حضرت رسول خدا کے الہام و وحی غلط نکلیں تھیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸-۶۸۹)

۱۱..... اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کا ملہ بوجہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے موبہ منکشف نہ ہوئی۔ الخ۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۱)

۱۲..... سورہ بقرہ میں ایک قتل کا ذکر گائے کا علم مسمریزم تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۴۸)

۱۳..... حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۵۲)

۱۴..... مریم کا بیٹا کشمیر کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (انجام مقسم صفحہ ۴۱)

۱ کشمیر راجہ رام چندر کی ماں کا نام تھا۔

عقائد کد مرزا صاحب

۱..... ہمارا خدا ناجی ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶)

۲..... حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک..... الخ (ازالہ صفحہ ۳۰۲)

۳..... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے پس اس جسم کا کرہ ماہتاب و آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۰۷)

۴..... سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۷۷)

۵..... قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی ہے مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لغت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سناسنا کر ان پر لغت بھیجتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۵۵-۴۶۰)

۶..... قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کی ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۴۷۷)

۷..... قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۷۴۸-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۳)

۸..... قرآن شریف میں انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ (ازالہ صفحہ ۷۷۷-۷۷۸)

۹..... اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی

۱ باقی کادانت۔

ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام ۱ صفحہ ۱۸)

۱۰..... امام مہدی کا آنا بالکل غلط ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۵۷-۵۱۸)

۱۱..... پایہ نبوت کو کچھ گھٹ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۹۵-۳۹۶، انجام آہم و خیمہ)

۱۲..... وہ گدھا دجال کا اپنا بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (ازالہ صفحہ ۶۸۵)

۱۳..... یا جوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹)

۱۴..... ذابۃ الارض وہ علماء اور واعظ ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۰)

۱۵..... دخان سے مراد قحط عظیم شدید ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

۱۶..... مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

۱۷..... کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں یہ تو بالکل غلط ہے کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا کوئی فروغی اختلاف ہے۔ اور غیر احمدی مرزا صاحب کی رسالت کے منکر ہیں اس لئے فروغی اختلاف نہیں۔ (مرزا صاحب کی تقریر کا خلاصہ صفحہ ۲۳)

۱۸..... جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا اور باوجود صد ہا نشان کے مفتری

۱۔ گویا مرزا کے نزدیک حضرت رسول اللہ خاتم النبیین نہیں ہیں۔

کھھراتا ہے وہ مؤمن کیونکر کھٹھہر سکتا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے اس مضمون کو اپنے باپ کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ سے نقل کیا ہے۔

۱۹..... ایک شخص مرزا کو جھوٹا بھی نہیں کہتا اور منکر بھی نہیں اور دل سے سچا بھی جانتا ہے اگر بیعت نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۲)

الجواب: یہ عقائد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر مرزا علیہ السلام کی تکفیر کے لئے کافی ہے کیونکہ ان میں یا تو بین انبیاء علیہم السلام ہے یا ادعائے نبوت یا رد نصوص، اور یہ سب کفر ہے۔ پس مرزا قادیانی کے ملحد مرتد کافر دجال ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ قادیانی کا کفر تو ایسا ہے کہ جس میں کسی بھی اہل اسلام عالم یا غیر عالم کو کوئی شک و شبہ و تردید نہیں ہے۔ مؤمن کا دل ایسے عقائد سے بھی اس کے کفر کی شہادت دے دیتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

(حررہ العاجز یوسف عفی عنہ از پگیلے والا)

الجواب: بلاشبہ مرزا قادیانی بوجہ کثیرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے خود کافر مرتد ہے۔ از انجملہ

کفر اقول: اپنے رسالہ ازالۃ الادہام کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھا ”میں احمد ہوں جو آیت ”مبشرا برسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد“ میں مراد ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو رات کی تصدیق اور اس رسول کی خوشخبری سنا تا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جن کا نام پاک احمد ہے۔“

”ازالہ کے قول مذکور ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ

افروزی کا مزدہ حضرت مسیح لائے، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر و موم: دافع البلاء کے صفحے پر لکھا ہے۔

”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔“

کفر سوم: اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۳ پر صاف لکھ دیا ہے کہ یہودی عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب دینے سے حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی رہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآن عظیم پر ہی تہمت جڑی کہ وہ ایسی باطل بات بتلا رہا ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

کفر چہارم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا سچا رسول بھیجا۔“

کفر پنجم: ازالہ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر۔ اور ”توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔“

لعنة الله على اعداء انبياء الله و صلى الله عليهم و بارك و سلم۔
ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے چہ جائیکہ نبی مرسل کی تحقیر کہ مسمریزم کے سبب نور باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔ لعنة الله على الكاذبين الكافرين۔

اور اس قسم کے صد باکفر اس کے رسائل میں بھرے ہیں بالجملہ مرزا قادیانی کافر و مرتد ہے اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔ اور ان کے ساتھ مواکلت، مشارکت اور محالست سب ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لا تاتوا کلوہم ولا تشاربوہم ولا تجالسوہم۔ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”ولا تترکونوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار“ ظالموں کی طرف نہ جھکو ایسا نہ ہو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن البہاری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ محمد عبدالجبار سنہلی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے۔ کریم بخش عفی عنہ سنہلی۔

صحیح جواب۔ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بریلوی۔

صحیح جواب۔ عبدہ المذنب ظفر الدین عفی عنہ بریلوی۔

جواب درست ہے۔ عبد الوحید مدرس اول نعمانیہ امرتسر۔

صحیح جواب۔ ہندہ فتح الدین از ہوشیار پور سنی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی محمدی سنی حنفی بہاری۔

ابوالفیض غلام محمد سنی حنفی قادری بریلوی۔

نواب مرزا عبداللہی۔ جواب ٹھیک ہے۔

الجواب صحیح۔ خادم العلماء ہندہ امام الدین کپور تھلوی۔

هذا الجواب صحیح۔ سید علی عفی عنہ القادری الجاندھری۔

و جدتہ صحیحاً ملیحاً۔ مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۹ اسیا لکونٹی ثم

گجراتی۔ مہر دار الافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت معروف بنام نامی منظر الاسلام بریلوی۔

قولنا بہ هذا للحکم ثابت۔ فقیر سعد اللہ شاہ دلائی ساکن سوات میر ملک

ما تحت اخوان صاحب سوات۔

الجواب صحیح۔ احقر الزمن محمد حسن مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

هذا الجواب صحیح۔ محمد اشرف مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جوابات مذکورہ بالا مطابق اہل سنت والجماعت ہیں۔ احقر الزمن خاکسار سید حسن علی۔

مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح لاشک فیہ۔ مسکین علم الدین لاہور۔

هذا الجواب صحیح لاشک فیہ۔ محمد رشید الرحمن عفی عنہ۔

لقد اصاب من اجاب حورہ الفقیر المفتی۔ ولی محمد جاندھری۔

مرزا غلام احمد کے اعتقادات مذکورہ اور اعتقادات کفریہ نقل کر کے علماء ہندوستان

پنجاب کی خدمت میں پیش کیے گئے سب نے بالاتفاق اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اس

کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات و سلام و کلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب

قریب ان ہر رسال میں دو سو علماء کی مہریں دستخط ثبت ہیں۔ ابو سعید محمد حسین بنالوی خشی

اہل حدیث۔

جو شخص خدا کے متعلق اس قسم کے عقائد رکھے جو سوال میں درج ہیں یا مدعی

رسالت ہو اگر وہ مجنون نہیں تو کافر ہے۔ حورہ ابو الفضل محمد حفیظ اللہ دارالعلوم لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ابو العلاء محمد شبلی چیراچپوری

مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ سید علی زبئی عفی عنہ

مدرس مدرسہ دارالعلوم لکھنؤ۔

ان عقائد کا معتقد کافر ہے۔ حورہ محمد واحد نور رام پوری۔

مرزا قادیانی اصول اسلامی کا منکر ہے اور ملحد۔ اس کی امامت، بیعت اور محبت بالکل ناجائز

ہے۔ رقیمہ احقر عباد اللہ الصمد مرید احمد میانوالی۔

بے شک مرزا قادیانی کے عقائد و اقوال حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لئے اس کے کفر میں کوئی

شک نہیں۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

ایسا شخص بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ محمد عبدالغنی عفی عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ سید انظار حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ محمد کرامت اللہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ابو محمد عبدالحق دہلوی۔

جواب صحیح ہے۔ محمد امین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

قادیانی نص قطعی کا منکر ہے اور جو نصوص قطعیہ سے منکر ہوتا ہے وہ کافر ہے۔ پس قادیانی

دعاوی مذکورہ کا مدعی ہے۔ تو بے شک وہ کافر ہے۔ حورہ امانت اللہ علی گڑھ۔

الجواب صحیح۔ محمد لطف اللہ از علی گڑھ۔

مرزا قادیانی اور اس کے پیرو یہ سب کے سب کافر ہیں۔ نصیر الدین خان۔

غلام مصطفیٰ۔ ابراہیم۔ محمد سلطان احمد خان۔ محمد رضا خان۔

مرزا قادیانی اور اس کے معتقد اور مرید اور دوست مثل یوسیم کے کافر ہیں۔

حورہ عین الہدی شاہ عفی عنہ قادری از کلکتہ۔

قادیانی خنزیر مسیلہ کذاب قادیان میں رہتا ہے مفتی زبیدی مردود کافر ناجب ابلیس لعنہ اللہ علیہ۔ زندیق کی توبہ قبول نہیں شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔

جمال الدین ازریاست کشمیری ضلع شہر مظفر آباد۔

الجواب صحیح۔ احمد جی علاقہ چھ موضع پانڈنگ۔

الجواب صحیح۔ سید حافظ محمد حسین واعظ ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

بے شک جو آدمی امور قطعیہ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ قرآن شریف معجزہ کا ثبت ہے اس کا انکار کفر ہے اور ایسے آدمی کی بیعت بھی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔

حورہ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ۔

جواب درست ہے۔ عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ۔

جو شخص کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کرے یا حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ عبدالسلام پانی پتی۔

الجواب صحیح۔ فضل احمد ضلع پٹنہ علاقہ مردان تحصیل صوابی۔

مرزا قادیانی کے عقائد اس حد تک یقیناً پہنچ گئے ہیں کہ دائرۃ اسلام سے خارج ہونے کا حکم عائد ہو جائے۔ دعویٰ نبوت اس کے اور اس کے مریدوں کی تصانیف میں بصرۃ موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہتک اور استخفاف سے ان کی کتابیں واشتہار و رسالے مملو ہیں۔ معجزات و خوارق عادت کی دوران کارنا و ابلیس نصوص قطعیہ کی تحریف معنوی ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لہذا اس کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ الراجمی الی اللہ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری۔

خاکسار مولوی محمد کفایت اللہ صاحب کے جواب سے اتفاق کرتا ہے۔ کتبہ مشتاق احمد مدرس گورنمنٹ سکول دہلی۔

مرزا غلام احمد دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ محمد اسحاق لدھیانوی۔

بے شک الفاظ مذکورہ مسطورہ فتویٰ کفر کے ہیں اور قائل ان کا کافر ہے۔ اگر مرزا مذکور سے یہ الفاظ تقریر یا تحریر ثابت ہیں تو بس کافر ہے۔ راقم فقیر امانت علی ازنگور۔

یہ شخص مدعی حال نبوت و رسالت کا ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کے دعویٰ کا ہر ایک کلمہ کئی کئی کفریات پر مشتمل ہے پس شریعت غرائیں قائل ان کلمات اور دعاوی کا مثل فرعون و جال مسیلہ کذاب کے ہے۔ اس کے ساتھ بیعت وغیرہ سلام و کلام شرع میں کفر ہے۔ کتبہ محمد محی الدین صدیقی حنفی عفی عنہ مدرس نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر۔

ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتی کو اس کے اقوال و کفریہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں وہ بھی کافر ہیں اس لئے کہ الرضا بالکفر کفر۔ حورہ محمد عبدالغفار خان رام پوری۔

ذالک الکتب لاریب فیہ۔ محمد معز اللہ خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ احمد سعید رام پوری۔

قد صحیح الجواب۔ محمد امانت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اور نیز باجماع امت ثابت ہے کہ انبیاء و رسل افضل الخلق ہیں لہذا جو شخص اپنے لئے رسالت کا مدعی ہے اور عیسیٰ (علیہ السلام) سے اپنے آپ

کو افضل جانتا ہے وہ کتاب اللہ کا کذب ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اور اس کے اتباع کی امامت اور بیعت و محبت ناجائز اور حرام ہے ایسے شخص سے اور اس کے اذتاب سے سلام کلام ترک کرنا چاہیے۔

..... حورہ ظلیل احمد سہارن پوری۔

..... ثابت علی سہارن پوری۔

..... عبداللطیف عفی عنہ سہارن پوری۔

..... محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

..... حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

..... فضل احمد رائے پور گوجراں۔

..... المذنب ابوالرجاء غلام محمد ہوشیار پوری۔

..... محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

..... نبی بخش حکیم رسول نگر۔

..... عثمانیت الہی سہارن پوری مہتمم مدرسہ عربیہ سہارن پور۔

..... محمد بخش عفی عنہ سہارن پور۔

..... صدیق احمد انبوشوی۔

..... احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

..... غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

..... عزیز الرحمن مفتی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔

..... محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

..... بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

..... قادر بخش عفی عنہ جامع مسجد سہارن پور۔

..... بندہ عبدالمجید۔

..... علی اکبر۔

..... محمد یعقوب۔

..... عبدالخالق۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان ساکلی ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے اولیٰ قطعیت مؤیدہ ہیں اور کتب شرعیہ مملوۃ۔

کتبہ احقر العباد اللہ الصمد ابوالرجاء غلام محمد ہوشیار پوری۔

..... نور اللہ خان۔

..... محمد فتح علی شاہ۔

..... فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

..... احمد علی شاہ اجیری۔

..... جمال الدین کوٹھالوی۔

..... احمد علی عفی عنہ بٹالوی۔

..... سلطان احمد گنجوی۔

..... احمد علی عفی عنہ سہارن پور۔

..... محمد عظیم متوطن لکھنؤ۔

..... فقیر غلام اللہ قصوری۔

..... محمد اشرف علی عفی عنہ بہاولپور ہندوستان۔

ما اجاب به المجيب فهو فيه مصيب غلام احمد امري تری ایڈیٹر اہل فقہ۔
من قال سوا ذلك قد قال محالا حورہ ابوالہاشم محبوب عالم عفی عنہ تو کلی
سیدوی ضلع گجرات۔

جواب درست ہے۔ عبدالصمد مدرس مدرسہ دیوبند۔

ذالک کذا لک۔ فقیر فتح محمد عفی عنہ۔

الجواب صحيح۔ شیر محمد عفی عنہ۔

لاریب فی ما کتب۔ رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحيح۔ ابو عبد الجبار محمد جمال امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔ عبدالکریم مجددی ساکن تنڈہ محمد خان ضلع حیدر آباد سندھ۔

الجواب صحيح۔ فقیر محمد باقر نقشبندی مدرس مشن کالج لاہور۔

الجواب صحيح لاریب فیہ۔ محمد رحیم اللہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد وصیت عفی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی۔

هذا هو الحق۔ خادم حسن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحيح۔ عزیز احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجيب مصيب۔ محمد احسن مدرس مدرسہ بارہ ہند وراؤ دہلی۔

الجواب صحيح۔ عبدالرحمن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحيح۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ۔

الجواب صحيح۔ محمد پر دل دہلی۔

الجواب صحيح۔ ولی محمد کرناووی۔

شخصیکہ رسالت باشد منکر نص قطعی است "ولکن رسول
الله وخاتم النبیین" ودر کفر قطعیات اختلاف نیست درہ چنین کسان
بیعت ومحبت چہ معنی دارد؟ اراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

سب نبی کفر ہے اور دعوی نبوت کفر ہے۔ نبی سے اپنے آپ کو افضل سمجھنے والا کافر ہے۔
ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ بدایونی عفی عنہ۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی ایک دہریہ معلوم ہوتا ہے مفتی علی اللہ ہے اس
کے الہامات سے معلوم ہوا کہ اسے خدا پر ایمان نہیں کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے
افترائے نہیں کیا کرتا اس لئے میرا یقین ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے
لئے کرتا ہے پس اس کی امامت جائز نہیں۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔

چونکہ شخص مذکور اپنے کو سچا رسول کہتا ہے اور رسالت کا ختم ہو جانا آنحضرت ﷺ
پر نصوص قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جو حد تو اتر میں داخل ہے اس لئے وہ شخص بلاشبہ دائرہ
اسلام سے خارج ہے پس امامت یا بیعت ودوستی سلام کام اس سے اور اس کے مریدوں
سے جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم احقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

جواب صحیح ہے۔ محمد اسحاق عفی مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الاجوبۃ صحیحہ۔ مقبول حسن عفی مدرس سیوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

لقد اجاب من اصاب۔ مشتاق احمد اول مدرس فیض عام کانپور۔

جو کلمات سوالات میں مذکور ہیں ہر ایک کلمہ کا مرتکب اشد کافر ہے۔ العاجز عبدالمنان وزیر آبادی۔
مرزا غلام احمد کے خیالات اور عقائد اکثر ایسے ہیں جن سے فتوی کفر عائد ہوتا ہے۔ یوسف
علی عفا عنہ میرٹھی خیرنگری۔

جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ ناظم و بینات مدرسہ العلوم علی گڑھ۔

تمام علماء نے اس کے کافر ہونے پر اتفاق کر لیا ہے کوئی گنجائش تاویل کی نہیں لہذا اس کی بیعت اور اس کے پیروے مجالست و مواصلت قطعی حرام ناجائز ہے۔ ابوالعظم سید محمد اعظم شاہ جہاں پوری۔

میری نظر سے مرزا کی کتابیں گزریں ان میں صراحۃ عقائد کفریہ مرقوم ہیں لہذا میں باعتبار ان کتابوں کے مرزا صاحب کو کافر سمجھتا ہوں۔ غلام محی الدین امام جامع مسجد شاہ جہاں پوری۔

مرزا صاحب کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جو نصوص قاطعہ کے خلاف ہیں لہذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عبدالکریم عثمانی عزاہ ہندوستان۔

محمد حسین عثمانی۔

جو شخص توہین کسی نبی کی انبیاء علیہم السلام سے کرے وہ مردود اور کافر ہے یعنی ایسا کافر ہے کہ اس کی توبہ میں اختلاف ہے تو اس کا کفر اور کفار کے کفر سے زائد ہے۔ العیاذ باللہ فقط محمد عثمان عثمانی مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط محمد عبدالخالق عثمانی مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک یہ شخص اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ مولوی محمد عثمان صاحب دام ظلہم نے تحریر فرمایا ہے۔ فقط ابوالرفعت محمد سخاوت اللہ خان مدرسہ سیوم مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔
مرزا غلام احمد قادیانی یقیناً کافر ہے اس کی تکفیر میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ احقر کو اس کی کتب تمامیدیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے اس سے اور اس کی تبیین سے اسلامی طریقہ

سے ملنا جلنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب محمد اعزاز علی بریلوی۔

مرزا قادیانی جو عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کلمات شنیعہ کہنے والا وغیرہ سراسر کاذب اور مفتری انتہا درجہ کا بے دین، مرتد، لحد، خبیث النفس اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اتباع کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلوی کشن گنج۔

مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلا ریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بنا پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزا میں آیات و احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات و احادیث سے ممنوع ہے جملہ تکالیف شرعیہ و ارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں؟ بلکہ جو شخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی مخالفت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی الامورائیت ہے۔ حورہ محمد عبدالحق المملتان عثمانی۔

الجواب صحیح۔ محمود عثمانی ملتان۔

بلا ریب و شک مرزائی لوگ مرتد اور کافرین ہیں ایسے ظالموں سے احتراز کرنا قرآن شریف اور حدیث نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد خوش بنیاد جناب باری تعالیٰ کا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ حورہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری قریشی الباشی جلال پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ عثمانی ملتان۔

فتویٰ نمبر ۲

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس شخص کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید نہ ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید تو نہیں ہوں اور نہ اس کے اعتقادیہ مسائل میں شامل ہوں لیکن اس کو مسلمان جانتا ہوں۔ کیا ایسے شخص کی بیعت اور امامت درست ہے؟

اور شرعاً اس کو کیا کہنا چاہیے؟ بینو اب التفصیل جزاکم الله الرب الجلیل

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ کے معلوم ہونے کے باوجود اس کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص اکثر وہی دیکھے گئے ہیں جو منافق اور کافر ہیں یعنی دراصل مرزائی ہوتے ہیں لیکن ظاہر داری کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو مسلمان جانتے ہیں یا اس پر ہم کفر کا فتویٰ نہیں دیتے یا ہم اس کو اچھا تو نہیں جانتے لیکن کافر بھی نہیں کہتے۔

دراصل یہ سب کاروائی منافقانہ ہے کوئی مصلحت مد نظر رکھ کر ظاہر نہیں ہوتے فی الحقیقت کچے مرزائی ہوتے ہیں۔ یاد رکھو مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ ایسے کافر کی تکفیر میں توقف یا تردد کرے۔ الحاصل مرزا اور اس کے سب مرید اور باوجود مرزا کی کفریات کے معلوم ہونے کے اس کے کفر میں توقف کرنے والے سب کے سب کافر ہیں۔ تو بین انبیاء علیہ السلام ادعائے نبوت و نصوص ایسا کفر ہے جس میں اہل سنت میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں اس واسطے دلائل لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم حررہ العاجز یوسف

علی غنی عنہ منکھیلے والد۔

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے مرتد ہے، بلکہ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کرے وہ بھی کافر مستحق عذاب عظیم ہے۔ شفا شریف میں ہے ”یکفر من لم یکفر من وان بغير مله المسلمين من الملل او وقف فیهم او شک“ یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے اس کی تکفیر میں توقف یا شک و تردد رکھے۔ وغیرہ مجمع الانہر ودر مختار وفتاویٰ خیریہ و بزازیہ وغیرہ میں ہے ”من شک فی کفره وعذابه فقد کفر“ یعنی جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن امباری غنی عنہ۔

..... احمد رضا غنی عنہ۔

صحیح جواب۔

..... محمد عبدالجبار سنہلی غنی عنہ۔

الجواب صحیح۔

..... عبدہ ظفر الدین بریلوی حنفی قادری رضوی۔

صحیح جواب۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی مہر دارالافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلوی منظر الاسلام۔

الجواب صحیح و المصیب مصیب۔..... احقر زمن محمد حسن مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

..... سید حسن غنی مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جواب صحیح ہے۔

..... کریم بخش سنہلی غنی عنہ۔

جواب صحیح ہے۔

..... عبد الوحید مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

الجواب صحیح۔

..... محمد اشرف مدرس نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح ہذا۔

..... فقیر سعد اللہ شاہ ساکن سوات۔

قولنا به هذا المحکم ثابت۔

رایتہ و جلدتہ صحیحہا ملیحہا۔..... مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۱۹ سیالکوٹی ثم جبراتی۔

جواب صحیح ہے۔ بندہ امام الدین کپور تھلوی۔

هذا الجواب صحيح۔ سید علی جالندھری۔

لقد اصاب من اجاب۔ حررہ الفقیر المفتی ولی محمد جالندھری۔

الجواب صحيح۔ بندہ فتح الدین ہوشیار پوری۔

هذا الجواب صحيح لا شك فيه۔ محمد رشید الرحمن۔

الجواب صحيح لا شك فيه۔ علم الدین لاہوری۔

جواب صحیح کو مسلمان سمجھتا ہے وہ یا جاہل یا بدعتی ہے۔ بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں۔ مکتبہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحيح۔ سید علی زبیری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحيح والمجيب مصيب۔ ابو العہد محمد شبلی عتیعی راجپوری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ایسا شخص جاہل ہے اس کو سمجھانا چاہیے اور اگر وہ اپنی غلطی پر مصر ہو اور ہٹ دھرمی کرے تو اس کی امامت سے بچنا چاہیے اور بیعت ایسے شخص سے نہ کی جائے یہ شخص بدعتی ہے۔ حررہ واحد نور رام پوری۔

بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ حررہ محمد امانت اللہ علی گڑھ۔

هذه الاجوبة صحيحة۔ محمد لطف اللہ علی گڑھ۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانے لگا اس کے طریقے پر نہ ہو یا مرید نہ ہو مگر وہ ایسا ہے جیسا کہ شہر اور ابن زیاد اور ابن ملجم کو مسلمان جانتا ہے۔ اور جاننے والا ہے منافق اور خارجی ہے۔ حررہ عین الہدی شاہ قادری از کلکتہ۔

ایسا شخص جاہل ہے کفر اور اسلام میں تمیز نہیں رکھتا اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ یہ تعصب بے محل نخل امامت و ارشاد ہوگا۔

حررہ ابو الحامد محمد عبد الحمید عتیعی حنفی القادری الانصاری النظامی لکھنؤ۔

هذه الاجوبة صحيحة۔ ابو سعید محمد عبد الحق لکھنؤ۔

اصاب من اجاب۔ محمد عبد العزیز لکھنؤ۔

صحیح جواب۔ عبد الحق لکھنؤ۔

الجواب صحيح۔ ولی محمد کرناولی۔

جواب صحیح۔ محمد قاسم عبد القیوم الانصاری لکھنؤ۔

اصاب من اجاب۔ محمد برکت اللہ لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ محمد عبد الحادی الانصاری لکھنؤ۔

صحیح الجواب۔ محمد عبید اللہ لکھنؤ۔

ایسا شخص فاسق ہے۔ محمد عبد الغنی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحيح۔ بندہ محمد قاسم مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد کرامت اللہ دہلی۔

الجواب صحيح والمجيب نجيب۔ بندہ محمد آمین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحيح۔ محمد عبد الحق دہلی۔

جو شخص مرزا کے عقائد معلوم کر کے اس کو کافر و خارج دائرہ اسلام نہ جانے وہ بھی اسی کا پیرو ہے۔ ابو محمد سعید محمد حسین بنالوی۔

اگر غلام احمد کے عقائد کو یہ عقائد کفر یہ جانتا ہے اور پھر ان سے راضی و خوش ہے تو یہ بھی کافر

ہے لان الرضا بالكفر کفر۔ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔
مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعت اسلام سے جدا ہے ایسے شخص سے
بیعت کرنا حرام اور اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔ مشتاق احمد خفی مدرس گورنمنٹ اسکول دہلی۔
کسے کہ قائل جواز اقتداء خلف مرزا واتباع او باشد مخطی
وناواقف از اصول دین است زیرا کہ صحت نماز بدوں ایمان صورت
نمی بندد وبطلان نماز امام موجب بطلان نماز مقتدی است
کمالا یخفی علی من له مسکہ بالمدین و بیعت چنین ناواقف برین قیاس
باید کرد۔ غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد ذاکر بگوی عفی عنہ لاہوری۔

من اصاب فقد اجاب۔ غلام رسول مالتانی۔

الجواب صحیح۔ ابو محمد احمد عفی عنہ چکوال لاہوری۔

الجواب صحیح۔ نور احمد امرتسری۔

اصاب من اجاب۔ سید حسین مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود دعویٰ کے اہل اسلام جانے یا اپنے دعوے میں
صادق سمجھے وہ اسلام اور دین محمدی سے خارج ہے۔ الراقم عبد الجبار امرتسری۔

الجواب صحیح۔ عبد العزیز ساکن قلعہ صہبائنگ۔

ایسا شخص منافق ہے ایسے شخص کے خلف اقتداء درست نہیں سلام دین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ حکیم ابو تراب محمد عبد الحق امرتسری۔

الجواب صحیح۔ سید شاہ حیدر آبادی۔

جو شخص اس کو حق جانتا ہے وہ بھی صراط مستقیم دین تویم سے منحرف ہے مرید احمد قادیانی۔
ایسا شخص کافر اور مرتد ہے ابو یوسف امرتسری۔

ایسا شخص سار حق ہے اور باطن میں معتقد قادیانی کا ہے ایسے امام کی بیعت وغیرہ سے کنارہ
کشی واجب ہے۔ الراقم محمد محی الدین الصدیق الخفی امرتسری۔

الجواب صحیح۔ محمد اخلق لدھیانوی۔

اس کے عقیدے میں فرق ہے اس کی امامت اور بیعت جائز نہیں۔ الراقم عبد السلام پانی پتی۔
شخص مذکور اگر مرزا کے کفر یہ مشقعات پر اطلاع حاصل کرنے کے بعد اس کی تکفیر کرنے تو
فیہا ور نہ وہ بھی قادیانی کے ساتھ کفر میں ”ہم رشتہ“ ہے اس کی بیعت اور امامت جائز نہ
ہوگی۔ حرورہ خلیل احمد۔

الجواب صحیح۔ عبد اللطیف سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

الجواب صحیح والقول تصحیح۔ غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور
ہر ایک جواب کی تائید کے اولیٰ قطعیت مکتبہ میں اور کتب شرعیہ ان سے مملو۔ کتبہ احقر

عبد اللہ الصمد۔ ابو الوفا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأیتہ فوجدتہ صحیحاً۔ نبی بخش حکیم رسول نگر۔

- اصاب من اجاب - فضل احمد رائے پور گجرات -
- الجواب صحيح - محمد رکن الدین نقشبندی ساکن الور -
- ما اجاب به المجيب فهو مصيب - غلام احمد امرتسری -
- جواب صحیح ہے - خادم شریعت ابوالہاشم محبوب عالم سنیدے ضلع گجرات -
- الجواب صحيح - فتح محمد -
- صحیح جواب - شیر محمد -
- الجواب صحيح - فقیر غلام رسول مدرسہ حمید بیہ لاہور -
- الجواب صحيح - فقیر غلام اللہ قصوری -
- الجواب صحيح - فتح محمد -
- الجواب صحيح - احمد علی شاہ اجمیری -
- هذا هو الحق - جمال الدین کنیا لوی -
- الجواب صحيح - سلطان احمد گنجوی ضلع گجرات -
- الجواب صحيح - محمد عظیم متوطن گھکلو -
- المجيب مصيب - احمد علی بنالوی -
- الجواب صحيح - صدیق احمد مونوی -
- جواب درست ہے - احمد علی عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ -
- الجواب صحيح - عنایت علی سہارن پوری -
- الجواب صحيح - محمد بخش سہرائی -
- الجواب صحيح - گل محمد خان مدرسہ عربیہ دیوبند -

- الجواب صحيح - سید محمد مدرسہ عربیہ دیوبند -
- الجواب صحيح - غلام اسعد خٹکی مدرسہ دیوبند -
- الجواب صحيح - عزیز الرحمن مفتی عفی عنہ مدرسہ عالیہ دیوبند -
- اصاب المجيب - محمد حسن مدرسہ دیوبند -
- الجواب صحيح - بندہ محمود مدرسہ اول مدرسہ عالیہ دیوبند -
- الجواب صحيح - قادر بخش مہتمم جامع مسجد سہارن پور -
- الجواب صحيح - بندہ عبدالحجید عفی عنہ -
- الجواب صحيح - علی اکبر عفی عنہ -
- المجيب صادق - عبدالحق -
- الجواب صحيح - ابو عبد الجبار محمد جلال الدین امرتسری -
- الجواب صحيح - رحیم بخش جالندھری -
- الجواب صحيح - عبد الصمد عفی عنہ مدرسہ دیوبند -
- الجواب صحيح - عبد الکرم ساکن ٹنڈہ محمد خان ضلع حیدر آباد سندھ -
- الجواب صحيح - محمد یعقوب دیوبند -
- الجواب صحيح والمجيب مصيب - حبیب الملین مدرسہ اول مدرسہ حسین بخش دہلوی -
- الجواب صحيح - محمد وصیت علی مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی -
- هذا هو الحق - خادم حسین عفی عنہ مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی -
- الجواب صحيح - محمد ناظر حسن صدر مدرس عربیہ فتح پوری دہلی -
- الجواب صحيح - محمد عزیز احمد عفی عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی -

المجیب مصیب۔ محمد انکم عنی مدرس مدرسہ بارہ ہندو رائے دہلی۔

الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق عنی عن دہلی۔

الجواب صحیح۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری۔

الجواب صحیح۔ ولی محمد کرناولی۔

ایسے آدمی کی بیعت ہی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔ احمد علی عنی عن۔

الجواب صحیح۔ عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

جو ایسے مدعی کو اس کے اقوال کا ذہب اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتا ہے اور راضی ہے وہ بھی

کافر ہے اس لئے کہ الرضاء بالکفر کفر۔ محمد عبدالغفار خان رام پور۔

الجواب صحیح۔ محمد سلامت الہدی رام پوری۔

جواب صحیح ہے۔ احمد سعید رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

ذالک الكتاب لا ريب فيه۔ محمد معز اللہ خاں رام پوری۔

ایسے صریح منکر کو مسلمان سمجھنا تو گویا خود مسلمانوں سے خارج ہونا ہے۔ ابو المعظم سید محمد اعظم

مفتی حنفی شاہ جہاں پوری۔

جو شخص مرزا غلام احمد کے عقائد مخالف کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ اس

سے کسی کو بیعت کرنا جائز ہے۔ ابو یوسف علی میرٹھی جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ علی گڑھ۔

مرزا اور اس کے اتباع کی مثل میرے نزدیک اسلامی فریق میں ایسا کافر کوئی نہیں۔ العاجز

عبدالمنان وزیر آبادی۔

جو ایسے اعتقاد والے کو مسلمان جانے وہ شخص بھی کافر ہے۔ جمال الدین ریاست کشمیر۔

الجواب صحیح۔ احمد جی علاقہ چھ۔

الجواب صحیح۔ سید محمد حسین واعظ ساڈھورہ۔

جو شخص مرزا کے عقائد سے ناواقف ہو کر مسلمان لکھتا ہے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلی کشن گنج۔

جو شخص مرزا قادیانی کے حق میں باوجود الہامات کے معلومات کے کہ وہ اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تقضیل دیتا ہے اور دعویٰ رسالت کرتا ہے، حسن ظن رکھتا ہو اور اس کو مسلمان کہتا ہو تو وہ شخص خود اترہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی امامت اور بیعت شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے اور اہل اسلام کو اس سے اجتناب لازم ہے۔

حورہ محمد خدا بخش عنی عن پشاور۔

مرزا کو یہ شخص اگر بنا بر جہالت کے مسلمان سمجھتا ہے تو معذور سمجھا جائے گا اگر باوجود اس کے ایسے دعاوی کفریہ اور عقائد باطلہ کے اس کو شخص کلمہ گوئی کے مسلمان جانتا ہے تو خود اس کے اسلام پر خطرہ ہے۔ اس کو پہلے تعلیم کافی دی جائے اگر نہ سمجھے پھر اس کی امامت اور بیعت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حورہ عبدالحق الملتانی۔

الجواب صحیح۔ محمود عنی عن ملتان۔

الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ ملتان عنی عن۔

من سبّ الشيخين او طعن فيهما فقد كفر لا تقبل توبته بل يقتل (در مختار) چہ جائیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر طعن کرنے والے۔ اور دعوائے نبوت کرنے والا اشد کافر ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم اپنی وحدانیت میں لاشریک ہے ویسا ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندوں میں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ تراب اقدام اہل اللہ فقیر

ابو میر محمد امیر اللہ قریشی الباشی جلال پور جٹاں بقلم خود۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ مرزائی لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سب عقائد کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی رسالت کے قائل ہیں، اس کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس واسطے علمائے عرب و عجم نے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنی دختر کا نکاح کسی مرزائی سے کر دے بعد میں اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص مرزائی ہے۔ آیا یہ نکاح عنداشرع جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور یہ شخص اپنی لڑکی کا نکاح عانی بلائے طلاق مرزائی زوج کے کسی مسلمان سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل جزاء کم الله الرب الجلیل۔

الجواب: مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کر سکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کو اس مرزائی سے فوراً جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے۔ بالکل وہی حکم ہے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کو حرام کی ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا اس سے فوراً علیحدہ کر لینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ ردالمحتار میں ہے قولہ "حرم نکاح الوثنیة" وفي شرح الوجیز وکل مذهب یکفر وبہ معتقدہ "در مختار میں ہے" ویبطل منه اتفاقا ما یعتمد الملة وهي خمس النکاح والذبیحة "انہ یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعاً یہ صورت جائز ہے اور ازدواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جو امر جرم ہے شرعاً اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

قانون کا حال وکلاء جانتے ہیں اگر ازر دئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کر کے اس کا جرح نہ ہونا قبول کر لے تو جرح نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے۔ ہاں دختر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا سخت فرض اہم ہے اگرچہ دوسری جگہ نکاح نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبدالنبی نواب مرزا عینی عینی حنفی بریلوی۔

صحیح جواب۔ واللہ اعلم فقیر احمد رضا خاں عینی بریلوی

الجواب ہو ملہم الصدق والصواب بے شک بلا تردید کر سکتا ہے کہ مرزائی سے نکاح باطل محض زمانے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہو سکتا طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ زنا میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية" واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ فقط حررہ الفقیر القادری وصی احمد حنفی فی مدرسۃ الداریۃ فی بکلی بحیث

الجواب صحیح بلا قیل وقال والمجیب مضیّب بعون الله المتعال الفقیر محمد ضیاء الدین جو کچھ کہ حضرت قبلہ محدث ارشد فقیہ اوجد صاحب تصانیف کثیرہ جناب مولانا مولوی وصی احمد قبلہ مشہور محدث سورتی دام فیضہ القوی وعم مدظلہ الی یوم الابدی نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حضرت مجیب مدظلہ الاقدس اپنے جواب میں منجیح ہیں۔ فقط حررہ عبدالاحد مدرس مدرسۃ الحدیث بکلی بحیث۔

الجواب: مرزا کے پیرو جو کہ اس کی نبوت کے قائل ہیں اور اس کے عقائد کے معتقد، وہ بے شک کافر ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمہ عورت کا نکاح مرزائی سے منع نہیں ہوتا بعد علم اس امر کے کہ زوج مرزائی ہے زوجہ کا والد اپنی دختر کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ

کر سکتا ہے چونکہ پہلا نکاح کوئی چیز نہ تھا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰی يُؤْمِنُوْا وَلَا مَآئِمَةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِیْکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَلَا تُعْجِبْکُمْ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَاللّٰهُ یَدْعُوْ اِلَی الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَیُبَیِّنُ اِلَیْہِ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۲۱)

فتح القدیر میں ہے: ”ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم ولی شرح الوجیز وکل مذهب یکفر بہ معتقدہ لان اسم المشرک یتناولہم جمیعاً“

مرزائی بقول صریح حکم فقہ مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح باطل ہوتا ہے بعد گزرنے عدت کے وہ عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے کماہو مصرح فی کتب الفقہ۔
دقیقہ العبد محمد ابراہیم الحنفی القادری عفی عنہ المدرس بالدرستہ الشمیثہ بجامع بلدہ ہدایوں۔

الجواب صحیح والرئی نجیح۔ حورہ محمد عبدالمقتدر القادری الہدایوں عفی عنہ خادم المدرستہ القادریہ۔

صحیح الجواب والمجیب مصیب۔ محمد عبدالمجاہد عفی عنہ مہتمم مدرسہ شمسہ ہدایوں۔
الجواب صحیح والقول قوی۔ حورہ المسکین احقر العباد ندوی علی بخش گنہ پنڈا احقر العباد سید شہاب الدین جالندھری بقلم خود۔

الجواب صحیح۔ محمد شرافت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ محمد شجاعت علی۔

اصاب من اجاب۔ رقمہ محمد علی رضا عفی عنہ رام پوری۔

الحکم کذا الک۔ محمد معز اللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔

من اجاب اصاب۔ محمد گلاب خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ خواجہ امام الدین صدیقی مدرسہ پشاور عفی عنہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ میر حافظ سید ظہور شاہ قریشی الہاشمی جلال پوری عفی عنہ مولدہ۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔ محمد یونس عفی عنہ پشاور۔

واللہ درالمجیب اصاب فیما اجاب الراجی الی غفران الحق۔ نورالحق عفی عنہ پشاور مانسہری مولدہ۔

هذا الجواب هو الصواب وموافق کما فی الكتاب۔ محمد عبدالحکیم سورتی پشاور عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور۔

الجواب صحیح۔ نور الحسن مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح وحقیق بالقبول۔ محمد میر عالم پشاور ہزاروی اول مدرس عربی انجمن حمایت اسلام۔

الجواب صواب ومثاب۔ عبد الوہاب عفی عنہ پشاور۔

المجیب مصیب۔ حورہ الاثم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید المفتی

عبدالحمد الموقوم غفرلہ القیوم الساکن فی بلدہ پشاور۔

جواب درست۔ احمد علی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھا اندرکوٹ۔

الجواب صحیح۔ محمد قمر الدین عفی عنہ رام پوری۔

ذالک کذا الک۔ سردار احمد مجددی رام پوری۔

المجیب مصیب۔ حورہ احمد علی عفی عنہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ محمد نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ خان زمان عفی عنہ مدرس سیوم جامع العلوم کان پور۔

المجیب هو المصیب۔ محمد یار لاہوری۔

المجیب هو المصیب۔ ابوالحسن حقانی خلف الرشید مولانا واولینا مولوی ابو محمد عبدالحق دہلوی۔

اصاب من اجاب۔ احقر دوست محمد جالندھری بقلم خود۔

هذا الجواب مطابق للحق۔ غلام محمد عفی عنہ مدرس پوری نمبر دار چک نمبر ۱۲۵۵ ضلع لاہور۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب ویؤیدہ ماحققہ الفاضل البریلوی فی رسالته المسماة بازالة العار فی حجر الکرم عن کلاب النار وکذا ما فی رد الرفضة ونزهة الارواح فی احکام النکاح فی بحث الکفو فی زاد المعاد فی ہدی خیر العباد وللعلامة ابن القیم فی بحث الکفو لان نکاح المسلمة بالکافر والکافرة بالمسلم لا ینعقد اصلا والمسلمة بالمبتدع موقوفہ وللاولیاء حق الاعتراض فان ترکها فبها والافالفتح للقاضی او المحکم کما فی بیہجة المشتاق فی احکام الطلاق فی بحث الفتح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حرره فقیر محمد یونس عفی عنہ قادری حنفی کشمیری مولد ابشاوری نزیرا بقلمہ۔ ترجمہ: جواب صحیح اور درست ہے جیسا کہ تائید کرتا ہے اس کی وہ جو تحقیق کیا ہے فاضل بریلوی نے رسالہ منسک ازالة العار فی حجر الکرم عنہ کلاب النار میں اور جیسے کہ رد الرفضة اور نزهة الارواح میں ہے کہ نکاح کے حکموں میں بحث کفو میں اور زاد المعاد فی

ہدی خیر العباد لابن قیم میں ہے بحث کفو میں کیونکہ نکاح مسلمان عورت کا کافر مرد کے ساتھ اور کافر عورت کا مسلمان مرد کے ساتھ ہرگز منعقد نہیں ہوتا مسلمان عورت کا نکاح بدعتی مرد کے ساتھ موقوف ہوتا ہے اگر وہ بدعت سے توبہ نہ کرے تو عورت کے ولیوں کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے پس اگر وہ بدعتی خاوند ولیوں کے اعتراض پر اس کو چھوڑ دے تو بہتر ورنہ قاضی کے حکم سے ٹوٹ جائے گا جیسے کہ بیہجة المشتاق احکام بحث فتح میں ہے۔ واللہ اعلم الخ

الجواب صحیح علمائے کرام نے بے شک مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کافر ہونے کی حالت میں جو امور جواب میں تحریر فرمائے ہیں صحیح اور درست ہیں۔ واللہ اعلم احمد علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب: چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے نقدیر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہیے۔ لہذا نکاح عورت مسلمان کا کافر اور مرزائی سے حرام ہوگا۔ فقط راقم محمد عبدالعزیز عفی عنہ مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول مانتا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ راقم فیض الحسن نعمانیہ لاہور۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ مرزا کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں پس اس کا پیرو جس کے عقائد مثل مرزا کے کفر یہ ہیں اور تاویل ممکن نہیں مسلمہ سنیہ عورت کو اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اور اگر کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

الجواب صحیح۔ احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

- اصحاب المجیب -العلامہ ہندہ اصغر حسین عفی عنہ۔
الجواب صحیح -محمد سہول عفی عنہ مدرس دیوبند۔
الجواب صحیح -بشیر احمد عفی عنہ دیوبند۔
الجواب صحیح -خاکسار سردار احمد عفی عنہ دیوبند۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم چونکہ مرزائی فرقہ رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتا بلکہ ان کا ایمان ہے کہ مرزا قادیانی ہی آخر الزمان نبی ہے اور ایسا ہی اس کو مسیح موعود اور کرشن وغیرہ مانتے ہیں اور نیز جمہور کے خلاف انہوں نے قرآن مجید کے معنی کیے ہیں۔ اس واسطے یہ لوگ مسلمان نہیں تصور کئے جاتے چونکہ وہ خود ہمیں کافر جانتے ہیں اس واسطے ایسے اشخاص سے مسلمان لڑکی کا نکاح ناجائز ہے۔ نیازمند نبی بخش حکیم رسول نگری۔

جو لوگ مرزا کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید ﴿ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾ وقال ﴿لانی بعدی﴾ (رواہ الترمذی) محمد منور علی عفی عنہ رام پوری۔

بے شک مرزائی حکم مرتد میں ہیں اور ان سے مسلمہ عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ فقط رشید الرحمن رام پوری حالی وارو جالندھر۔

- الجواب صحیح -محمد ربیعان حسین عفی عنہ۔

بسملة وحمدلة وصلاة وسلاماً الامر کذا الک۔ خادم اشعراء والا لاطباء والعلماء محمد ہادی رضا خان رئیس لکھنوی خلف حکیم مولوی محمد حسن رضا خان صاحب مرحوم۔

- الجواب صحیح -محمد عبدالسلام ٹوانوی۔

حصار ذالک کذا الک۔فقیر سید عبدالرسول عفی عنہ جالندھری۔

بے شک مرزائی سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اگر کوئی کر دے تو بلا طلاق مرزائی زوج کے نکاح ثانی مسلمان سے کر سکتا ہے۔ کیونکہ پہلا نکاح نکاح ہی نہ تھا۔ حکیم مولوی عبدالرزاق راہوں بقلم خود محمد اطلق راہوں۔

- صحیح جواب ہے۔حبیب الرحمن منجن آبادی۔

اے عزیز با تمیز آگاہ ہواور ہوشیار ہو جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرے وہ بے شک مرتد اور کافر ہے اس کے ساتھ کھانا اور پینا اور سلام علیک کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ خیال کرنے کی جا ہے۔ طریقة المسلمین میں ہے فجعله عبداً کاملاً بحیث لا شریک لہ فی العبودیت وکمالہا کمالہ لا شریک للرب فی الربوبیۃ وخواصہا خلاصہ کلام اور مطلب مرام یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شریک الوہیت اور ربوبیت میں نہیں ہے اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نظیر اور سہم عبودیت میں نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کیا خوش لہجہ میں کہا ہے بیت

محمد سا اگر کوئی بشر ہوئے تو میں جانوں

جہاں میں گر نظیر ان کا وگر ہووے تو میں جانوں

بقلم خود :

خاکپائے اہل اللہ فقیر میر محمد امیر اللہ عفی عنہ مولانا قمریشی الہاشمی جلال پور جٹاں۔

فتویٰ نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کے حق میں ایک مسجد کا امام ہو اور مدعی علم ہو۔ ایک مرزا کی مرگیا پہلے اس کا جنازہ مرزائیوں نے کیا اور دوبارہ امام مذکور جو اہل سنت والجماعت ہے، اس نے جنازہ کیا۔ تکفیر مرزا اور اس کے پیروان کا وہ عالم ہے کہ کل علمائے عرب و عجم تکفیر مرزا پر مواہیر ثبت کر چکے ہیں۔ امام مصلی جنازہ اس فتویٰ کو دیکھ چکا ہے ویدہ و دانستہ جواب کیا کام کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی اعلانیہ نزول وحی، نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں اور ان کے مرید اور مقلدان کے ان سب دعاوی کو تسلیم کرتے ہیں اس لحاظ سے ان کا اور ان کے مریدوں کا خارج از دائرہ اسلام ہونا مسلم الثبوت مسئلہ ہے۔ امام ابو الفضل قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ میں فرماتے ہیں۔ وکذلک من ادعی نبوة احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کاصحاب مسیلمة والاسود العنسی وبعده کالعیسویة من الیہود القائلین بتخصیص رسالته الی العرب وکالجزمیة القائلین بتواتر الرسل وکاکثر الروافضة القائلین بمشاركة علی فی الرسالة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعده کذلک کل امام عند هؤلاء یقوم مقامه فی النبوة والحجة وکالبریغیة والبیانیة منهم القائلین بنبوة بریغ و بیان او من ادعی النبوة لنفسه او جوز اکتسابها بالبلوغ بصفاء القلب الی مرتبتها کالفلاسفة وغلاة المتصوفة وکذلک من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع

النبوة وانه یصعد الی السماء ویدخل الجنة ویاکل من ثمرتها ویعانق الحور العین فہؤلاء کلہم کفار مکذوبون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانه اخبر انه خاتم النبیین لانہ بعدہ و اخبر عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین وانه ارسل الی کافۃ الناس واجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاہرہ وان مفہوم المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلہا قطعاً اجماعاً وسمعا (جلد ۵ صفحہ ۵۱۹) ترجمہ: اور ایسا ہی جو شخص کہ دعویٰ کرے کسی ایک کی نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یعنی ان کی موجودگی میں جیسا کہ مسلمانہ کذاب کے پیرو اور اسو غنسی کے تھے اور ایسے ہی جو دعویٰ کرے پیچھے ان کے مانند عیسویہ کے یہودیوں سے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو عرب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور مانند جزمیہ کے جو تو اتر رسل کے قائل ہیں (وہ کہتے ہیں کہ رسول ہمیشہ آتے رہیں گے) اور مانند بعضوں کے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور ان کے پیچھے بھی نبی تھے اور ایسے ہی ان کا ہر امام ان کے نزدیک نبوت اور حجت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہے اور مانند بریغیہ اور بیانیہ کے جو ان سے بزرگ اور بیان کی نبوت کے قائل ہیں یا وہ شخص جو اپنی ذات کے واسطے نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کے حاصل کرنے اور صفائی قلب کے ساتھ نبوت کے مرتبہ پر پہنچنے کو جائز کہتا ہو مانند فلسفیوں اور گمراہ صوفیوں کی اور ایسا ہی وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے بغل گیر ہوتا ہے، پس یہ سب کافر ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے۔ اس لئے کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ وہ نبیوں کے سلسلہ کے ختم کرنے والے ہیں ان کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور خبر دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ نبیوں کے ختم

کرنے والے ہیں اور تحقیق وہ تمام خلقت کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اجماع کیا امت نے اس بات پر کہ اس کلام کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے۔ پس ان ایسے مدعیوں کے کفر میں قطعاً اور اجماع اور سمع کے طور پر کوئی شک نہیں ہے۔

ان حالات میں مرزا غلام احمد کے مریدوں کو پیش امام بنانا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا ہر گز درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ ترجمہ: اور نہ نماز پڑھ کسی ایک پر ان میں سے جو مرے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کے دعا کرے۔ (تحقیق) انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے۔

پس جس شخص نے دیدہ و دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس شخص کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور مناسب ہے کہ وہ اپنے تجدید نکاح کرے اور حسب طاقت آدمیوں کو کھانا کھلائے اور اگر وہ شخص علانیہ توبہ نہ کرے تو اہل سنت والجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالمذنب محمد عبداللہ ٹوکی از لاہور علیٰ منہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں پس جو شخص نص قطعی کا انکار کرے وہ کافر ہے کافر کے واسطے بخشش مانگنا گناہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اسْتَغْفِرُ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ ترجمہ: (اے پیغمبر) تم ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرو

(ان کے لئے یکساں ہے) اگر تم ستر دفعہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ (ایسے) سرکش لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حورہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری جلال پوری۔

سوال: مرزائی کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: کفر ہے کافر کو مثل مسلمان کہنا جیسا کہ مسلمان کو کافر کہنا۔ جنازہ کی دعائیں یہ لفظ آتے ہیں: اللّٰهُمَّ مِنْ أَحِبَّتِهِ مَنْ فَاحِشِيهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْ أَفْوَهٍ عَلَى الْإِيمَانِ یعنی ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا ہے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارنا ہے اس کو ایمان پر مار۔

اس نے میت کو اپنے زمرہ اسلام میں شمار کیا اور آپ میت کے ساتھ شامل ہوا یہ اقرار عدم امتیاز کا ہے درمیان کافر اور مسلمان کے اور جو کافر اور مسلمان کو برابر سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ حدیث کا فتویٰ ہے کہ جو کسی قوم سے مل کر کھائے اور مل بیٹھے اور اس کا دل ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو جاتا ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنہتہم، علماء ہم فلم ینتہو فجالسوا فی مجالسہم واکلوہم وشاربوہم فضرَبَ اللہ قلوب بعضهم ببعض ولعنہم علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم۔ یعنی جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑی تو ان کے علماء نے ان کو نوح کیا باز نہ آئے۔ وہی علماء ان کے ساتھ مل بیٹھے اور مل کے کھایا پیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دل یکساں سیاہ کر دیئے اور داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ان کو ملعون بنایا۔ فقیر غلام قادر بھیروی از لاہور۔

- قد صرح الجواب المجیب المصیب۔..... احقر محمد باقر عفی عنہ نقشبندی مجددی لاہوری۔
- الجواب صحیح۔..... ہندہ عبدالسلام عفی عنہ ٹوانا نوی مولدا دیوبندی۔
- هذا الجواب صحیح والمجیب نجیح۔..... محمد یار عفی عنہ لاہور امام مسجد شہری۔
- الجواب صحیح والمجیب نجیح۔..... محمد حسن عفی عنہ مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- المجیب مصیب۔..... محمد عمر خان عفی عنہ لاہور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد عالم دوم مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- ذالک کذا لک۔..... محمد حسین عفی عنہ لاہوری۔
- الجواب صحیح۔..... غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔
- الجواب صحیح۔..... ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔
- الجواب صحیح۔..... محمد یونس عفی عنہ کشمیری مولدا افشاری۔
- الجواب صحیح۔..... حورہ الراجی بارگاہ حق نور الحق مانسہرہ۔
- الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔..... نور الحق مانسہرہ مولدا۔
- لیس المثاب الا هذا الجواب واللہ اعلم بالصواب۔..... عبدالوہاب پشوری۔
- الجواب صحیح۔..... محمد میر عالم عفی عنہ ہزاروی حال انجمن حمایت اسلام پشاور۔
- هذا الجواب الصحیح والحق الصریح۔..... عبدالکیم صواتی مولدا پشوری سند
- یا فتہ مدرسہ عالیہ رام پور ریاست۔
- الجواب صحیح۔..... نور الحسن عفی عنہ نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کان پور۔
- الجواب صحیح۔..... محمد نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔
- الجواب صحیح۔..... خان زمان مدرس سوم جامع العلوم کان پور۔

- هذا الجواب صحیح مطابق للحق۔..... غلام محمد عفی عنہ مدح پوری۔
- الجواب صحیح۔..... ابوالحسن حقانی ابن مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی۔
- الجواب: چونکہ نماز جنازہ میں دعائے مغفرت للمیت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ دعائے مغفرت للکافر ہے۔ علمائے کرام فتویٰ کفر مرزا اور اس کے قابعین پر دے چکے ہیں بنا بریں مصلی صلوٰۃ جنازہ للمیزانی بغیر توبہ جدید مسلمان نہ ہوگا۔ عبدالرؤف مدرس مدرسہ اسلامیہ عین العلم شاہ جہاں پوری عفی عنہ۔
- الجواب صحیح۔..... ہندہ سلطان حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔
- صح الجواب۔..... عاجز عبدی سر عفی عنہ۔
- المجیب مصیب۔..... محمد سخاوت اللہ مدرس مدرسہ عین العلوم۔
- الجواب: امام کو مناسب نہ تھا اس کی نماز پڑھنا اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو عہدہ امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ ابومحمد عبدالحق دہلوی۔
- قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ ابومحمد محمد رمضان عفی عنہ لدھیانوی۔
- صورت مذکورہ میں امام مذکور سخت مدانت اور جرم عظیم کا مرتکب ہے اور اس لئے فاسق ہے۔ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو زجر اسلامان اس سے اسلامی تعلقات ترک کردیں۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولانا مدرس امینیہ دہلی۔
- الجواب صحیح۔..... مشتاق احمد مدرس دہلی۔
- الجواب مصاب۔..... امام مذکور اگر معتقد کفر غلام احمد قادیانی کا نہیں تو بسبب ادا کرنے صلوٰۃ جنازہ پیروان اس کے کافر ہو گیا اس لئے کہ غلام احمد مذکور قطعاً کافر ہے اس نے کلام اللہ کو محرف کر دیا ہے اور تحریف کتاب اللہ کا کفر ہے اور ایضاً اللہ جل شانہ

قرآن میں فرماتا ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ﴾۔ العبد الاتیم مفتی عبدالرحیم خلیف الوحید مفتی عبدالحمید پشاوری۔

هو الموفق صحت نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط اسلام میت بھی ہے کما صرح به الفقهاء الکرام اگر کوئی شخص قطعاً اسلام سے خارج ہو جائے وہ جس گروہ کا ہودیدہ و دانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانا ناجائز اور ایسی ناجائز کہ نماز پڑھنے والا گناہگار و رندہ۔ واللہ اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب۔ حررہ محمد عبدالحمید۔

الجواب: جب کہ اس امام نے بعد علم اس بات کے کہ وہ میت ہم عقیدہ وہم مذہب مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے اس میت کے عقائد حد کفر قطعی تک پہنچے ہوئے تھے اور میت کا نائب ہونا اس کو نہ معلوم ہوا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھادی تو اس کے متعلق دعائے مغفرت پر کافر کا حکم عائد ہوگا۔ بعض علماء نے دعائے مغفرت کافر پر حکم کفر دیا ہے اور بعض نے احتیاط کی ہے۔ بہر حال یہ فعل اجماعاً حرام ہے۔ اگر اس کو حلال سمجھے گا تو سب کے نزدیک حکم کفر عائد ہوگا۔ در مختار میں ہے ”والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر“ روا المختار میں ہے ”رد علی الامام الوافی ومن تبعه حیث قال ان الدعاء بالمغفرة للكافر کفر“

علماء محققین فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں علماء آپس میں کفر اور عدم کفر میں مختلف ہوں تو احتیاط عدم تکفیر میں ہے۔ ہاں ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا گیا ہے اور وہ جب تک توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے اجتناب اور اس کی اقتداء سے پرہیز کرنا چاہیے۔ فقیر حافظ محمد بخش عنی عن قادری مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں۔

